تذکرۃ البلاد والحکام

میر حسین علی کرمانی

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی

تذکرۃ البلاد والحکام

از

میر حسین علی کرمانی

تذکرۃ البلاد والحکام

از

میر حسین علی کرمانی

مترجم

ڈاکٹر شفیع احمد شریف شفیعؔ

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان

وزارتِ ترقیِ انسانی وسائل، حکومتِ ہند

ویسٹ بلاک۔1، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔110066

Tazkiratul Balad Val Hukkam

By :Meer Husain Ali Kirmani

© قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

سنہ اشاعت: جولائی ستمبر، 2001، شک 1923

پہلا اڈیشن :1100

قیمت : =/126

سلسلہ مطبوعات : 884

ناشر : ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک-I، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔ 110066

طابع : جے۔ کے آفسیٹ پرنٹرس، جامع مسجد، دہلی۔ 110006

پیش لفظ

"ابتدا میں لفظ تھا۔ اور لفظ ہی خدا ہے"

پہلے جمادات تھے۔ ان میں نمو پیدا ہوئی تو نباتات آئے۔ نباتات میں جبلت پیدا ہوئی تو حیوانات پیدا ہوئے۔ ان میں شعور پیدا ہوا تو بنی نوع انسان کا وجود ہوا۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ کائنات میں جو سب سے اچھا ہے اس سے انسان کی تخلیق ہوئی۔

انسان اور حیوان میں صرف نطق اور شعور کا فرق ہے۔ یہ شعور ایک جگہ پر ٹھہر نہیں سکتا۔ اگر ٹھہر جائے تو پھر ذہنی ترقی، روحانی ترقی اور انسان کی ترقی رک جائے۔ تحریر کی ایجاد سے پہلے انسان کو ہر بات یاد رکھنا پڑتی تھی، علم سینہ بہ سینہ اگلی نسلوں کو پہنچتا تھا، بہت سا حصہ ضائع ہو جاتا تھا۔ تحریر سے لفظ اور علم کی عمر میں اضافہ ہوا۔ زیادہ لوگ اس میں شریک ہوئے اور انھوں نے نہ صرف علم حاصل کیا بلکہ اس کے ذخیرے میں اضافہ بھی کیا۔

لفظ حقیقت اور صداقت کے اظہار کے لیے تھا، اس لیے مقدس تھا۔ لکھے ہوئے لفظ کی، اور اس کی وجہ سے قلم اور کاغذ کی تقدیس ہوئی۔ بولا ہوا لفظ، آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ ہوا تو علم و دانش کے خزانے محفوظ ہو گئے۔ جو کچھ نہ لکھا جا سکا، وہ بالآخر ضائع ہو گیا۔

پہلے کتابیں ہاتھ سے نقل کی جاتی تھیں اور علم سے صرف کچھ لوگوں کے ذہن ہی سیراب ہوتے تھے۔ علم حاصل کرنے کے لیے دور دور کا سفر کرنا پڑتا تھا، جہاں کتب خانے ہوں اور ان کا درس دینے والے عالم ہوں۔ چھاپہ خانے کی ایجاد کے بعد علم کے پھیلاؤ میں وسعت آئی کیونکہ وہ کتابیں جو نادر تھیں اور وہ کتابیں جو مفید تھیں آسانی سے فراہم ہوئیں۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کا بنیادی مقصد اچھی کتابیں، کم سے کم قیمت پر مہیا کرنا ہے تاکہ اردو کا دائرہ نہ صرف وسیع ہو بلکہ سارے ملک میں سمجھی جانے والی، بولی جانے والی اور پڑھی جانے والی اس زبان کی ضرورتیں پوری کی جائیں اور نصابی اور غیر نصابی کتابیں آسانی سے مناسب قیمت پر سب تک پہنچیں۔ زبان صرف ادب نہیں، سماجی اور طبعی علوم کی کتابوں کی اہمیت ادبی کتابوں سے کم نہیں، کیونکہ ادب زندگی کا آئینہ ہے، زندگی سماج سے جڑی ہوئی ہے اور سماجی ارتقاء اور ذہنِ انسانی کی نشو و نما طبعی، انسانی علوم اور ٹکنالوجی کے بغیر ممکن نہیں۔

اب تک بیورو نے اور اب تشکیل کے بعد قومی اردو کونسل نے مختلف علوم اور فنون کی کتابیں شائع کی ہیں اور ایک مرتّب پروگرام کے تحت بنیادی اہمیت کی کتابیں چھاپنے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ یہ کتاب اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ امید ہے یہ اہم علمی ضرورت کو پورا کرے گی۔ میں ماہرین سے یہ گذارش بھی کروں گا کہ اگر کوئی بات ان کو نادرست نظر آئے تو ہمیں لکھیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں نظر ثانی کے وقت خامی دور کر دی جائے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ
ڈائرکٹر
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند، نئی دہلی

معنون

میں اپنی اس ناچیز کوشش کو .

میرے والدز جناب یم غوث شریف باپو اور والدہ محترمہ اختر النساء (مرحومین)

میری رفیقہء حیات ڈاکٹر حبیب النساء (سائنٹسٹ سی یف ٹی آر آئی)، میسور

دختر عزیزہ ڈاکٹر شبنم روحی، یم بی بی یس، یم ڈی۔

فرزند عزیزی شجاع محمود بی ای

استاذی پروفیسر میر محمود حسین صاحب مرحوم

اور

اپنے تمام دوستوں کے نام معنون کرتا ہوں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

(اے ہمارے پروردگار ہم سے یہ خدمت قبول فرما، بیشک تو سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔)

فہرست تصاویر

	صفحہ نمبر
1۔ ٹیپو سلطان بحالت جوانی	5
2 ۔ ٹیپو سلطان کی مختلف تصویریں	6
3۔ نواب حیدر علی خان بہادر	17
4۔ کریم شاہ برادر خورد ٹیپو سلطان	131 الف
5۔ حضرت اورنگزیب عالمگیر	150الف
6۔ آصفجاہ اول	175 الف
7۔ ٹیپو سلطان شہید کا آخری معرکہ	250 الف
8۔ جنرل ہیارلیس	274
9۔ شہید کی نعش کی دریافت	294 الف
10۔ شہید کی نعش کی شناخت	307 الف

فہرست

حصہ اول — صفحہ نمبر

1	پیش لفظ	7
2	کرمانی بحیثیت مصنف	10
3	کرمانی کے ہم عصر	16
4	حسن علی عزت	20
5	محمد باقر آگاہ	22
6	قاضی ارتضی علی خان خوشنود	23
7	سید شاہ عبداللطیف ذوقی	24
8	محمد قدرت اللہ خان قدرت	24
9	میر زین العابدین شوستری	25
10	لالہ مہتاب رائے سبقت	30
11	محمد علی بھکری خانہ زاد	33
12	غوثی چنگل پیٹی	35
13	عبداللطیف آرکاٹی	37
14	کرمانی بحیثیت مورخ	38
15	کتابیات	42

حصہ دوم	44
دیباچہ	45
1 ۔ اورنگ اول ابتدائے چنوکنڈہ و بیجی نگر	46
2 اورنگ دوم سرا اور اس کے حاکم	81
3 اورنگ سوم ادھونی	118
اورنگ چہارم ساونور	132
5 اورنگ پنجم کڑپہ"	151
6 اورنگ ششم کنول یا کرنول	176
7 اورنگ ہفتم ہرپن ہلی کے پالیگار	203
8 اورنگ ہشتم رائے درگ	221
9 اورنگ نہم چک بالاپور	239
10 اورنگ دہم کنجن گڈھ	252
11 اورنگ یازدہم حقیقت مرارراؤ اور گتی	260
12 اورنگ دوازدہم سرہٹی اور اس کے نواح	275
نوٹ : میر حسین علی کرمانی	281
3 اورنگ سیزدہم ہندی انت پور	282
14 اورنگ چہاردہم شیخ احمد دھونڈا جی واگیہ	295
15 خاتمہ کتاب	308
16 حواشی	311
17 اشاریہ	353
18 کتابیات	380
19 ۔ اظہار تشکر	383

ٹیپو سلطان بحالتِ جوانی

Fig. 1. Tipu Sultan. Oil by G. F. Cherry, 1792.

Fig. 2. Tipu Sultan. Engraving from a copy of Fig. 1.

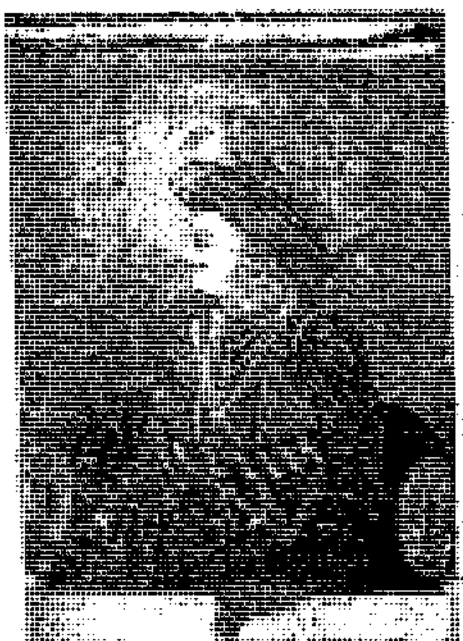

Fig. 3. Tipu Sultan. By an Indian artist. S. India. c. 1790–1800.

Fig. 4. Tipu Sultan. By an Indian artist. S. India. c. 1865.

پیش لفظ

میر حسین علی کرمانی کی کتاب تذکرۃ البلاد والحکام چودہ ملکوں اوران کے حاکموں کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ یہ کرناٹک کے ایسے حاکموں کی تاریخ ہے جواس سے قبل کہیں تحریر نہیں ہوئی ہے۔ یہ کتاب کرمانی کی فارسی کتاب کااردو ترجمہ ہے۔ مترجم ڈاکٹر شفیع احمد شریف نے فارسی سے اس کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا جس پر انہیں میسور یونیورسٹی نے 1983ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے نوازا۔ کرمانی نے یہ کتاب 1215ھ مطابق 1801 میں مکمل کی۔ 1225ھ مطابق 1810 میں اس نے اس کتاب میں مزید دوابوب کااضافہ کیا۔

یہ کتاب نہ صرف ایک اہم تاریخ ہے بلکہ اسے اس دور کی ادبی طرز تحریر کانمونہ بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ کتاب کی طرز تحریر بے حدرواں اور معنی خیز ہے۔ کرمانی کی اس کتاب کواس دور کی طرز تحریر جوکہ دکن میں مروج تھی کا نمونہ بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ چونکہ دکن اورخصوصاً مدراس اور میسور کے جنوب ترین علاقون کی تاریخ پر انگریزی زبان میں بھی کتابیں بے حدکم ہیں اس لیے اس کتاب کواردو میں ترجمہ کرنے کی سعی کی گئی۔ ترجمہ کہاں تک کامیاب ہےاس کافیصلہ قارئین کرام پر چھوڑا گیا ہے۔ اس کتاب کے آخر میں کتابیات اوراشاریہ بھی دیا گیا ہے۔

اس ترجمہ کی تیاری میں اصل مسودہ کے مائکروفلم حاصل کیے گئے کتاب کے مسودات اسٹیٹ آرکیوز' حیدرآباد' برٹش میوزیم' لندن اور سالار جنگ میوزیم' حیدرآباد سے حاصل کیے گئے۔

اسٹیٹ آرکیوز حیدرآباد میں دومسودات موجود ہیں اور یہ بات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ یہ دونوں مصنف کے ہاتھ سے لکھے گئے ہیں۔ پہلے مسودہ کوہم نے 'A' کانشان دیا ہے یہ مسودہ مصنف نے 1215ھ میں لکھا تھا اس میں صرف بارہ ابواب ہیں۔ مصنف نے تتمہ میں لکھا ہے کہ اس میں صرف بارہ ابواب ہین۔ یہ اولین مسودہ ہے۔

دوسرا مسودہ جسے ہم نے مسودہ 'B' کا نشان دیا ہے یہ بھی مصنف میر حسین علی کرمانی ہی کا تحریر کردہ ہے اس مسودہ میں چودہ ابواب ہیں اس کے آخری دو ابوب دوبارہ مواد جمع کرنے کے بعد 1225ھ م 1810ء میں شامل کیے گئے۔ مصنف نے لکھا ہے کہ اس سے قبل جو کتابیں لکھی گئیں ان مین صرف بارہ ابواب ہیں۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مصنف نے اس دوران ایک سے زیادہ نقلیں تحریر کی ہونگی۔

تیسرا مسودہ برٹش میوزیم لندن سے حاصل کیا گیا۔ یہ مائکروفلم کی شکل میں ہے۔ یہ مسودہ بھی مصنف کا تحریر کردہ ہے۔ اسے ہم نے مسودہ 'C' قرار دیا۔ اس میں صرف بارہ ابواب ہیں اور کتابت کی تاریخ درج نہیں ہے۔ اس مائکروفلم میں تین مسودات موجود ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پہلا مائکروفلم جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے برٹش میوزیم، لندن کی ملکیت ہے اس میں بارہ ابواب موجود ہیں۔ اس کی کتابت خود میر حسین علی کرمانی نے کی ہے۔ اس مسودہ کا اختتام ۱۲۱۵ھ میں ہوا ہے۔

دوسرا مائکروفلم بھی میر حسین علی کرمانی ہی کا کتابت کردہ ہے۔ اس میں صرف بارہ ابواب ہیں۔ اس مسودہ کا سال تحریر ۱۲۱۵ھ ہے۔ یہ مسودہ کہاں سے حاصل کیا گیا ہے اس کے متعلق کچھ تحریر نہیں ہے۔

تیسرے مسودہ کے مائکروفلم میں چودہ ابواب ہیں۔ اس کا میریل نمبر 32097 ہے اس پر جو مہر لگی ہے اس کے درمیان کتب خانہ سرکار نظام عالیہ پڑھا جاسکتا ہے اس کے علاوہ درج ذیل الفاظ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے "سب و خطابات و موالات " حیدر آباد۔ یہ مسودہ بھی میر حسین علی کرمانی ہی کا کتابت کردہ ہے اس کی تاریخ تحریر ۱۲۲۵ھ ہے۔

چوتھا فارسی مسودہ سالار جنگ میوزیم حیدر آباد میں موجود ایک مسودہ کی فوٹو اسٹیٹ

کاپی ہے۔ جو کہ تاخیر سے تحریر کردہ مسودہ ہے۔ یہ مسودہ محمد اکبر خان بہادر ابن مرحوم نواب محمد الف خاں رئیس قمر نگر عرف کرنول کے حکم پر غلام محمد خان ابن محمد سعید خان وکیل کرنول نے 1261ھ م1846 میں نقل کیا ہے۔

ایک اور مسودہ ہمیں مشہور ادیب جناب سلیم تمنائی کی وساطت سے حاصل ہوا۔ یہ مصنف کے تحریر کردہ مسودہ سے جو 1225ھ میں مکمل کیا گیا تھا سے عشرت احمد سید احمد نے 1251ھ م1835 میں مولانا عبدالوہاب صاحب مدارالامرا کے نسخہ صحیحہ سے نقل کیا ہے۔

سید احمد کے اس نسخہ سے جو کہ مولوی محمد حبیب اللہ فرزند قادر مرتضیٰ حسین سالار ملک کے کتب خانہ میں موجود تھا ڈاکٹر محمد غوث بن محمد مرتضیٰ سے حاصل کر کے ابتدائی 93 صفحات محمد شمیم عبدالرؤف فرزند عبدالوہاب نے تحریر کیے اور ان کے بعد سید غوث پیر نہال مخدومی نندلور نے ۱۲ ماہ صفرالمظفر 1385ھ م1916ء میں سوداگر نذر اللہ صاحب کے مکان بمقام مدن پلی میں حضرت خواجہ سید شاہ ید اللہ محمد محمد الحسینی چشتی القادری خلف حضرت خواجہ شاہ امین اللہ محمد محمد الحسینی قدس سرہٗ کی درخواست پر تحریر کیا۔

تراجم سے پہلے ایک ماسٹر کاپی فارسی میں تیار کی گئی جس میں فٹ نوٹس میں اول الذکر چار مسودوں میں موجود اختلافات مذکور ہیں۔ فارسی نسخہ کی طباعت و اشاعت کب ہوگی واللہ اعلم بالصواب۔

ڈاکٹر شفیع احمد شریف شفیع
صدر شعبہ فارسی، و مڈل ایسٹرن اسٹڈیس
میسور یونیورسٹی، مانا سا گنگوتری، میسور
و صدر، میسور ڈسٹرکٹ جرنلسٹ اسوسی ایشن، میسور

کرمانی بحیثیت مصنف

میر حسین علی کرمانی ابن سید عبدالقادر کرمانی حضرت نواب حیدر علی خان بہادر اور حضرت ٹیپو سلطان شہیدؒ کے دربار میں بحیثیت میر منشی مامور تھا۔ اس نے 1782ء سے 1787ء تک یعنی کل پانچ سال یہ خدمت انجام دی۔ یہ بات اس کی تالیف نشان حیدری سے واضح ہے۔ نشان حیدری کے متعلق پروفیسر محب الحسن کہتے ہیں کہ اس دور کی تاریخوں میں یہی ایک ایسی کتاب ہے جو قابل بھروسہ ہے اس کا انگریزی ترجمہ کرنل مائلس نے کیا اسے دو جلدوں میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال نے 1844ء اور 1847ء میں شائع کیا۔

میر حسین علی کرمانی نے 1787ء کے بعد اپنی زندگی کے دن کہاں بتائے اس پر تاریکی کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ پروفیسر محمد یوسف کوکن رقم طراز ہیں کہ کرمانی نے 1208ھ م 1794ھ میں مولانا باقر آگاہ کی کتاب نقل کی۔ اس کتاب کا ایک نسخہ Manuscripts Library, Madras میں موجود ہے۔ مگر یہ بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی کہ وہ ویلور میں مقیم تھا یا سری رنگپٹنم میں یا مدراس میں؟

میسور گزیٹیر کے اڈیٹر سری ہیاوادنا راؤ نے لکھا ہے کہ سری رنگپٹنم میں موجود گنبد شاہی میں جو فارسی کتبہ لگا ہوا ہے وہ کرمانی کا تحریر کردہ ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت ٹیپو سلطان کی شہادت کے وقت کرمانی سری رنگپٹنم میں موجود تھا۔ تاریخ شہادت کی تحریر کرنا اور اسے کتبہ میں کندہ کیا جانا اور گنبد کی اہم دیوار میں اسکا جگہ پانا اس بات کا غماز ہے کہ کرمانی شہزادوں کی نظر میں کتنا بلند مرتبہ رکھتا تھا کہ اسے حسن علی عزت اور میر زین العابدین شوستری جیسے بلند پایہ شاعروں پر ترجیح دی گئی۔

حضرت ٹیپو سلطان کی شہادت کے وقت سری رنگپٹنم میں اس کی موجودگی کا ثبوت کرنل ولیم کرک پیٹرک کی مرتب کردہ کتاب Select letters of Tipoo Sultan سے

بھی ملتا ہے جس میں کرمانی کہتا ہے کہ اس نے عبدالحکیم خان کے فرزند خیرا میاں نواب ساونور کو سری رنگپٹم کے ایک مکان میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ کرمانی نے 50 اشعار پر مشتمل ایک اُردو مرثیہ بھی لکھا ہے جس سے سلطان کی عمر کا پتہ چلتا ہے۔

یہ بات ممکنات سے ہے کہ کرمانی شہزادگان ٹیپو کے ہمراہ ویلور گیا ہو شاید نشان حیدری اور تذکرۃ البلاد والحکام اس نے وہیں لکھی ہو۔ پروفیسر محمد یوسف کوکن نے اپنی کتاب 'باقر آگاہ' میں لکھا ہے کہ سید احمد حسین تمنا نے میر حسین علی کرمانی سے فارسی کا درس چتور شہر میں 1807ء میں لیا۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کرمانی 1223ھ م 1807ء میں چتور میں مقیم تھا۔

ٹیپو کے منتخبہ خطوط کے مرتب ولیم کرک پیٹرک اور سی۔ اے۔ اسٹوری کے بیان کے مطابق کرمانی کرنل کولن میکنزی Col. Colin M`ckenzy کے یہاں ملازم تھا مگر یہ واضح نہیں ہے کہ وہ کس سن میں اور کہاں اس کا ملازم تھا۔ ٹیپو سلطان کے منتخبہ خطوط "Select Letters of Tipoo Sultan" کی طباعت واشاعت 1811ء میں ہوئی۔ کرک پیٹرک نے لکھا ہے کہ یہ خطوط 1810 میں مرتب اور ترجمہ کئے گئے۔ شاید کرمانی نے اس کام میں اس کی مدد کی ہو۔

میر حسین علی کرمانی نے کپتان جیمس فریزر Capt. James Frazer کو مدراس میں نشان حیدری کا ایک نسخہ پیش کیا۔ تذکرۃ البلاد والحکام کے آخری دو ابواب 1225ھ م 1810ء میں اضافہ کئے گئے جو اس بات کے گواہ ہیں کہ کرمانی اس وقت تک بقید حیات تھا۔

پروفیسر ڈاکٹر حبیب انساء بیگم ولی اللہ مصنفہ میسور میں اردو کی نشو ونماء میں رقمطراز ہیں کہ میر حسین علی کی جائے پیدائش سری رنگپٹم ہے۔ اس سے قبل عبدالخالق سعید نے اپنی کتاب میسور میں اُردو میں لکھا ہے کہ کرمانی شاید ایران سے ان سپاہیوں کے ساتھ آیا ہو جو حضرت

نواب حیدر علی نے ملازم رکھے تھے۔ مگر کرمانی خود اس بات کی تردید کرتے ہوئے تذکرۃ البلاد والحکام میں رقمطراز ہے کہ اس کے آباد و اجداد ویلور سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے اجداد میں سے ایک حیدرآباد کی فوج میں ہفت ہزاری منصب پر فائز تھے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ کرمانی ہندوستانی ہے۔

کرمانی پانچ اہم کتابوں کا مصنف ہے۔ بقول سلیم تمنائی اس نے اُردو میں بھی ایک کتاب لکھی ہے جو فارسی کتاب خالق باری سے ملتی جلتی ہے۔ اسکی اہم کتابیں ہیں:۔

۱) بدیع المعانی (غیر مطبوعہ)

(۲) نشانِ حیدری

(۳) تذکرۃ البلاد والحکام

(۴) بحر فطرت (غیر مطبوعہ)

(۵) تجنیس اللغات (غیر مطبوعہ)

بدیع المعانی:۔ کرمانی کی تحریر کردہ پہلی کتاب بدیع المعانی ہے۔ یہ حضرت بابا فخرالدین اولیاؒ کی سوانح حیات ہے۔ حضرت بابا فخرالدین اولیاء کا مزار مبارک پنکنڈہ میں ہے۔ اس کتاب کا تذکرہ خود میر حسین علی کرمانی نے تذکرۃ البلاد والحکام کے پہلے باب میں کیا ہے۔ کرمانی نے لکھا ہے کہ یہ کتاب دوسری کتابوں سے قبل لکھی گئی۔ لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ اب تو یہ کتاب اور نہ ہی اس کا مسودہ دستیاب ہے۔

نشانِ حیدری:۔ نشانِ حیدری حضرت نواب حیدر علی خان بہادر اور ان کے فرزند حضرت ٹیپو سلطان شہیدؒ کی تاریخ ہے۔ یہ کتاب 1215ھ م 1801ء یعنی حضرت ٹیپو سلطان کی شہادت کے صرف دو سال بعد لکھی گئی اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کرنل ولیم مائلس نے کیا اور یہ کتاب دو جلدوں میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ نے 1844 اور 1847 میں شائع

کی۔نشانِ حیدری کا اُردو ترجمہ سب سے پہلے قاضی عبداللہ حسین خلیل نے ''نزہت الاعیان'' کے نام سے کیا اس کتاب کی تقطیع "6"X8 ہے۔اور اس کی ضخامت کل پانسو ارسٹھ صفحوں پر حاوی ہے۔اس کتاب کے آخری ایک باب کا ترجمہ باقی رہ گیا، اگر مرحوم کی زندگی وفا کرتی تو اس آخری باب کا ترجمہ بھی مکمل ہو جاتا۔اس کا دوسرا ترجمہ جناب احمد فاروقی نے کیا ہے اور یہ کتاب پاکستان میں شائع ہوئی ہے۔نشانِ حیدری (فارسی) کا اصل نسخہ ممبئی کے مطبع کریمی سے 1890ء میں شائع ہوا۔اس نادر نسخہ کی ایک کاپی جناب غوث محی الدین مہکری صاحب کے پاس موجود ہے جس کی ایک زیراکس کاپی ناچیز کو موصوف نے عنایت کی ہے۔

تذکرۃ البلاد والحکام:۔تذکرۃ البلاد والحکام 1215ھ م 1801ء میں مکمل کی گئی تھی یعنی نشانِ حیدری کے ساتھ ساتھ لکھی گئی۔اس میں ابتداً بارہ ابواب تھے۔مصنف نے خود 1225ھ م 1810ء میں اس میں دو ابواب کا اضافہ کیا۔جیسا کہ پہلے ہی لکھا جا چکا ہے یہ کتاب کرناٹک کے چودہ حکام اور ان کی ریاستوں یا عملداریوں کے تذکرہ پر مبنی ہے۔اس کتاب کی اب تک طباعت اور اشاعت نہیں ہوئی تھی۔اس کتاب کا انگریزی اور اُردو ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے۔انگریزی ترجمہ کی اشاعت کے لئے انڈین کونسل آف ہسٹاریکل ریسرچ، نئی دہلی نے جزوی مالی امداد دی۔ انگریزی کتاب شائع ہو چکی ہے۔اور اسے دفتر آفتاب کرناٹک میسور سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔(قیمت 220 روپے)

(نوٹ: قاضی عبداللہ حسین خلیل ریاست کرناٹک کے مشہور فارسی گو شاعر ہیں آپ کی ولادت ویلور میں ۱۲۷۱ھ میں ہوئی آپ کے والد محمد اکبر حسین خلیل نے تاریخ ولادت 'نیر اعظم' سے نکالی۔ آپ کی تعلیم گھر پر ہی ہوئی پھر مولانا حاجی قلندر حسین اطہر سے درسی کتابوں کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کی ساری زندگی درس و تدریس میں گذری۔آپ کا انتقال دوشنبہ ۸ جمادی الآخر ۱۳۵۲ھ مطابق 9 اکتوبر 1933 کو بنگلور میں ہوا۔(آپ ڈاکٹر شفیع احمد شریف کے دادھیال سے تعلق رکھتے ہیں)

اکرام کاوش مصنف ''داستانِ میسور'' نے حضرت محمد یوسف کوکن مرحوم کے حوالے سے لکھا ہے کہ میر حسین علی کرمانی کا دورِ آخر پنکنڈہ میں گزرا اور وہ وہیں کسی مسجد کی پیش امامی پر مامور ہوگیا تھا اس کا انتقال وہیں ہوا اور اسی مسجد کے احاطہ میں مدفون ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر حبیب النسا بیگم ولی اللہ مصنفہ ''میسور میں اُردو کی نشو ونما'' میں رقمطراز ہیں کہ کرمانی نے اُردو نظم کی بھی ایک کتاب لکھی ہے مگر انہوں نے اس سلسلہ میں کوئی تفصیل نہیں دی ہے نہ ہی اس کے نام کی تصریح کی ہے۔ مصنف نے اس سلسلہ میں کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔

(نوٹ):۔ مزید تحقیق کے دوران کرمانی کی تین اور کتابوں کا پتہ چلا ہے۔

(ا) **بحرِ فطرت**:۔ اس کتاب کے متعلق خود میر حسین علی کرمانی نے لکھا ہے۔ ''میر حسین کرمانی متخلص حاکم کا یہ التماس کہ کئی ایک قاعدے پارسی علم کے جو نو سکھوں کے لئے ضروری اور لابد ہیں علاحدہ جمع کر کے ہندی باکھے میں لکھا۔ اور اس مجموعہ کا نام ''بحر فطرت'' رکھا یہ کتاب 1221ھ میں لکھی گئی۔

تجنیس اللغات:۔ یہ کتاب ایک منظوم لغت ہے اس کے متعلق اس نے خود لکھا ہے۔

جمع کرتا ہوں یہاں چن چن کے ایسے ہی لغات
ہوویں لکھنے میں ایک صورت میں دگر
فاعلاتن۔۔ فاعلاتن؛ فاعلاتن فاعلن
اس وزن پر بولتا ہوں نظم پھیلا خوبتر
نحل ہے مسکی، و نحل مکھی شہد کی
جھاڑ کو خرمے کے بولے نخل اوروں کو شجر
نام اس نسخے کا سن لیجو ہے تجنیس اللغات

ہے عربی فارسی ہر دو لغت خوش یاد دھر
سن تھا اکیس بارہ سو اوپر
اور شعباں کا تھا آدھا ماہ سن لےلاے پسر

اس منظوم مسودہ کی بھی تاریخ تحریر ۱۲۲۱ھ ہے۔

یہ دونوں مخطوطات مشہور ادیب جناب سلیم تمنائی کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ راقم نے انہیں دیکھا ہے ہر ایک مسودہ کی ضخامت 150 صفحات پر مشتمل ہے۔ (شفیع)۔

کرمانی کا ایک اور مسودہ جو فارسی قواعد پر مبنی ہے ڈویژنل آرکیوز، میسور میں موجود ہے جو ابھی تحقیق طلب ہے۔

--

کرمانی کے ہم عصر

کرمانی کا عہد حضرت نواب حیدر علی خان بہادر اور حضرت ٹیپو سلطانؒ کا دور ہے اس لیے اس کے ہمعصر بھی انہیں دو حکمرانوں کے دربار سے منسلک شعراء ادباء اور مورخین ہیں۔اس کے علاوہ چونکہ کرمانی کا تعلق مدراس اور ویلور سے بھی رہا ہے اس لیے اس دور کے ان شعراء کا تذکرہ بھی اہمیت کا حامل ہے جو اس علاقہ میں موجود تھے۔

نواب حیدر علی خان اور ٹیپو سلطان کا دور حکومت صرف اڑتیس ۳۸ سال پر محیط ہے۔اس مختصر مدت کا بھی بیشتر حصہ میدانِ جنگ میں گزرا۔اس کے باوجود ان حکمرانوں نے نظام سلطنت کے کاموں سے جب بھی فرصت پائی اپنا وقت ادبی خدمت میں صرف کیا۔انہوں نے فنونِ لطیفہ اور شاعری سے اپنا منہ نہیں موڑا۔ان کے دربار سے اعلیٰ پایہ کے شعراء ادباء اور مورخین وابستہ رہے۔انہوں نے علم ادب کے فروغ کے لئے اپنے دامن کھول دیئے جس کی بدولت ایران، عرب اور دیگر ممالک سے شعراء سری رنگپٹم پہنچے اور یہیں مقیم ہو گئے۔دونوں حکمرانوں نے انہیں جاگیروں سے نوازا اور ان کے لئے وسیع اور شاندار محلات عطا کیے۔

حیدر علی ان پڑھ تھے مگر انہوں نے ماہرین فن، شعراء اور ادباء کی قدر افزائی میں کوئی کمی نہیں کی۔ان کے دربار سے کئی شعراء منسلک رہے۔

حضرت ٹیپو سلطان کی تعلیم و تربیت باقاعدہ ہوئی تھی۔انہیں عربی فارسی سنسکرت اور فرانسیسی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔اور انہوں نے اس زبان میں کافی کچھ تحریر بھی کیا۔ چارلس اسٹیوارٹ Charles Stewart نے حضرت ٹیپو سلطان کے کتب خانہ کی فہرست تیار کی تھی وہ لکھتا ہے کہ ٹیپو سلطان نے 45 کتابیں جو مختلف مضامین پر مشتمل ہیں خود لکھیں یا اوروں سے لکھوائیں۔ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد ان کے ذاتی کتب خانہ میں دو ہزار کتابیں پائی گئیں۔اس دور کی کئی کتابیں اور مسودات فاتح سپاہیوں نے لوٹ لیے یا عوام نے خود برباد

کر دے ۔ہم یہ بات حتمی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ کونسی کتابیں خود ٹیپو سلطان نے تحریر کیں ۔کون سی انہوں نے تحریر کروائیں اور کونسی ان کے حکم پر تحریر کی گئیں ۔مثلاً فتح المجاہدین، زبرجد، ''فقہ محمدی'' سلطان التواریخ اور مفرح القلوب ایسی کتابیں ہیں جنہیں سلطان نے لکھیں یا انہوں نے تحریر کروائیں۔

ملک الشعراء حسن علی عزت نے جو کہ ٹیپو سلطان کا درباری شاعر تھا اپنی کتاب ''مفرح القلوب'' میں لکھا ہے کہ اس کتاب کا مواد حضرت ٹیپو سلطان کا لکھا ہوا ہے۔

اسی طرح درباری شاعر زین العابدین شوشتری نے فتح المجاہدین کے پیش لفظ میں لکھا ہے کہ یہ حضرت ٹیپو سلطان کی لکھوائی ہوئی ہے ۔میر حسین علی کرمانی اسے خود حضرت ٹیپو سلطان کی تحریر کردہ کتاب گردانتے ہیں۔

ٹیپو سلطان کی تعلیم و تربیت با قاعدہ ہوئی تھی اور ان کا مطالعہ بھی وسیع تھا اس لئے تالیف و تصنیف کا کام بعید از قیاس نہیں ہے تاہم یہ بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی کہ کون سی کتاب انہوں نے خود لکھی اور کن کتابوں کے مصنفین نے سلطان کی خوشنودی کے لئے ان کا نام لکھ دیا۔

''فقہ محمدی'' یہ کتاب فقہ پر مبنی ہے اور اس کے دیباچہ میں لکھا گیا ہے کہ سلطان نے جو کچھ فرمایا اسے بعینہٖ تحریر کیا گیا ۔راقم (ڈاکٹر شفیع احمد شریف) نے اس کتاب کا فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے ۔جو زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔

نواب حیدر علی خان نے اپنی فوج میں شیراز سے ایک ہزار سوار بھرتی کیے تھے ۔ایران کا ایک شہزادہ (عبدالکریم) ٹیپو سلطان کے دربار میں دو سال تک مقیم رہا ۔دونوں باپ بیٹوں کو نایاب کتابیں جمع کرنے کا شوق تھا اور جب وہ کسی بھی جگہ کو فتح کرتے تو وہاں کی کتابیں اپنے ذاتی کتب خانہ میں جمع کروا دیتے تھے ۔ٹیپو سلطان کے کتب خانہ کی کتابوں کی جلد بندی کافی

نواب حیدر علی خاں بہادر

خوبصورت ہوا کرتی تھی۔ کتاب کے چاروں کونوں پر خلفائے راشدین کے نام تحریر ہوتے تھے۔ اوپری حصہ میں "سرکار خداداد" منقش ہوتا اور درمیان میں "**سُبْحٰنَکَ لا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ**" (اے ہمارے پروردگار تو پاک ہے جتنا علم تو نے ہمیں بخشا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ معلوم نہیں ہے بیشک تو دانا اور حکمت والا ہے) لکھا ہوتا تھا۔ اور اسکے اوپر اور نیچے بے حد خوبصورت خط میں "اللہ کافی" منقش ہوتا تھا۔ چرمی جلد پر ہر طرف ببری کا نشان جو کہ سلطان کا سرکاری نشان تھا منقش ہوتا تھا۔ ان کتابوں میں جو کاغذ استعمال ہوتا تھا وہ سری رنگپٹم میں تیار کیا جاتا تھا۔

اس پر آبی نشان (water marks) بھی ببری ہوا کرتا تھا۔

ان تمام باتوں سے یہ بات واضح ہے ٹیپو سلطان کی ذہنی تربیت تصنیف و تالیف کے لئے بے حد موزوں تھی اور چند کتابوں کی تصنیف ان کے حیطہ امکان سے بعید نہیں تھی۔

داستانِ میسور کے مصنف اکرام کاوش نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ایران و شیراز سے بھی دو ہزار شیعوں کو حیدر علی خان نے بلا کر اپنی سلطنت میں بسایا ان ایرانی شیعوں نے بعد میں مختلف ذریعہ معاش اختیار کیا جن میں سے اکثر گھوڑوں کی تجارت کرتے تھے۔

اس طرح میسور آنے والوں میں مرزا زین العابدین عابدؔ بھی ایک تھے آپ کے والد مرزا عسکری ٹیپو سلطان کے دورِ حکومت میں سری رنگ پٹم میں آئے سلطان نے ان کو ظفر پیکر کے خطاب سے نوازا اور دھاڑواڑ کے قلعوں کی مہتمی کے منصب پر مامور کیا۔ منشی عابدؔ دورِ سلطانی میں غنی کچہری تھے جو کہ فوج کا ایک دفتر تھا۔ آپ کے استاد میر فیاض عسکری فطنتؔ تھے جو آپ سے پہلے میسور آئے تھے۔ رزیڈنٹ ولکس کو منشی عابدؔ ہی کے گھر سے سلطان التواریخ کا نسخہ ملا تھا۔

نوٹ: فقہ محمدی کا ایک نسخہ ڈویژنل آرکیوز، میسور میں موجود ہے اس کی جلد پر یہ سب نقوش موجود ہیں۔ (شفیع)۔

میر فیاض عسکری فطنتؔ کا خاندان نواب بہادر کے دور میں شیراز سے آنے والوں میں سے ایک تھا۔ آپ کا گنجام میں ایک ذاتی مدرسہ تھا۔ آپ ایک جید عالم دین و شاعر تھے۔ تخلص فطنتؔ تھا۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف تھے جن میں دورِ سلطانی میں لکھی گئی آپ کی ایک کتاب میں عربی و فارسی کے چار سو الفاظ کے معنی دکنی زبان میں لکھے گئے ہیں۔ یہ لغات شائع ہو چکی ہے۔ آپ کی دیگر تصانیف میں "انشائے عسکری" اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میسور میں موجود ہے۔

ان شعرا کے علاوہ درج ذیل شعرا و ادبا بھی قابل ذکر ہیں:

۱۔ خیر اللہ شاہ قادری عرف محمد شریف خادمؔ تخلص کی مناسبت سے حیدر علی نے ان کو آثار مبارک کی خدمت پر مامور کیا تھا۔

۲۔ شیخ میاں فضل اللہ فقیرؔ نواب بہادر کے دور میں فقیر سرا سے گنجام آکر مقیم ہوئے۔ وہ ایک اچھے شاعر تھے۔

۳۔ محمد مخدوم بیجاپوری نواب حیدر علی کے دور مین محمد مخدومؔ انجام میں آکر آباد ہوئے۔

۴۔ منشی غلام حسین منجم عاصیؔ آپ حضرت ٹیپو سلطان کے دور میں درباری منجم کے عہدہ پر فائز تھے۔ علاوہ ازیں وہ ایک اچھے شاعر اور ادیب بھی تھے۔ ان کی کتاب منشآئات کافی مشہور ہے۔

(نوٹ): ۔ اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، میسور میں جو اُردو، فارسی اور عربی کتابیں موجود تھیں اب انہیں ڈویژنل آرکیوز، میسور کو منتقل کر دیا گیا ہے۔ (شفیع)

حسن علی عزّت

حسن علی عزّت کے حالات زندگی پردہء تاریکی میں چھپے ہوئے ہیں۔ چارلس اسٹیوارٹ نے لکھا ہے ہے کہ عزّت ٹیپو سلطان کے دربار کا ملک الشعراء تھا۔ اس نے دو کتابیں تحریر کی ہیں جو مفرح القلوب اور فتح نامہ ٹیپو سلطان یا اضراب سلطانی ہیں۔ اضراب سلطانی حضرت ٹیپو سلطان کے ایک جنگی کارنامہ یعنی مرہٹوں اور حیدرآباد پر ٹیپو سلطان کی فتح کے موقع پر دکھنی زبان میں لکھی گئی۔ وہ چونکہ درباری شاعر تھا اس لئے ہر اچھے اور برے وقت میں اسے اظہار خیال کا موقع ملتا تھا۔ اسے فارسی اور دکھنی پر عبور حاصل تھا۔

مفرح القلوب کی زبان فارسی ہے۔ اس کا ابتدائیہ اور تشریحی مضامین فارسی میں ہیں۔ موسیقی کے راگ راگنیوں کی تشریح دکنی میں ہے۔ دکھنی حصہ کی ضخامت فارسی حصہ سے تقریباً دس گنا زیادہ ہے تاہم اگر فارسی حصہ خارج کر دیا جائے تو یہ کتاب بے معنی ہو جاتی ہے۔ ٹیپو سلطان کے دور میں مروجہ دکھنی کا نمونہ ہے اس کتاب میں تحریر شدہ موسیقی نہ تو ہندوستانی موسیقی ہے اور نہ ہی کرناٹکی اس لیے اسے سلطانی موسیقی کا نام دیا جا سکتا ہے۔ یہ اس دور میں پھلی پھولی اور اسی کے ساتھ ختم ہو گئی۔

اس دور کے کسی بھی شاعر نے دکھنی میں اتنا ضخیم سرمایہ نہیں چھوڑا ہے۔ اگر چہ کہ مثنوی حقوق المسلمین عارفؔ ضخامت میں اس سے بڑی ہے تاہم اس کی تالیف 1224ھ میں ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ یہ نثر کی کتاب ہے۔

اس کے ہم عصر محمد علی خانہ زادؔ نے گنج شائگاں لکھی ہے جو قصائد پر مبنی ہے۔ یہ کتاب 1221ھ میں لکھی گئی۔ اس میں صرف آٹھ غزلیں ہیں اور وہ بھی حضرت باقر آگاہ کی غزلوں کے جواب میں ہیں۔ ان غزلوں کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ خانہ زادؔ کا مزاج غزل کے موافق نہیں ہے۔ عزّت کو زبان و بیان پر قدرت حاصل ہے اور اس نے دکھنی کا اچھا اور

محمد باقر آگاہ

مولانا محمد باقر آگاہ، محمد مرتضیٰ کے فرزند تھے۔ ان کی پیدائش ویلور میں 1158ھ م 1745 میں ہوئی۔ انہوں نے اپنی تعلیم سید شاہ ابوالحسن قربیؔ سے حاصل کی۔ قربیؔ ایک عظیم شاعر اور صوفی تھے۔

حضرت باقر آگاہ کی تعلیم و تربیت قربیؔ اور ان کے چچا شیخ محمد حبیب اللہ کے زیر نگرانی ہوئی۔ باقر آگاہ کو حضرت قربیؔ سے بے حد لگاؤ تھا انہوں نے ان کی سوانح حیات فارسی میں تحریر کی جس کا نام تحفۃ الاحسان فی مناصب السید ابی الحسن ہے۔

قربیؔ کی وفات کے بعد ان کی جگہ پر آگاہ کو نواب محمد علی والا جاہ کے دربار میں منشی مقرر کیا گیا اور انہیں والا جاہ کے فرزندوں۔ نواب عمدۃ الامراء اور نواب عین لامراء کا اتالیق بھی مقرر کیا گیا۔ آگاہ کو عربی، فارسی اور اُردو پر یکساں عبور حاصل تھا۔ انہوں نے تینوں زبانوں میں کتابوں کا ایک ذخیرہ چھوڑا ہے۔

آگاہ کی وفات 1220ھ م 1805ء میں مدراس میں ہوئی۔

میر حسین علی کرمانی نے 1208ھ م 1794ء میں حضرت باقر آگاہ کی کتاب کی نقل تیار کی۔ پروفیسر محمد یوسف کوکن مرحوم کے مطابق یہ کتاب تحفۃ الاحباب در مناقب اصحاب ہے۔

قاضی ارتضیٰ علی خان خوشنود

قاضی ارتضیٰ علی خان خوشنود کے والد بزرگوار کا نام قاضی احمد مجتبیٰ خوشدل تھا۔ان کی وفات گوپا مئو میں 1198ھ م 1783ء میں ہوی۔

انہوں نے ادیب ،شاعر اور عالم بے بدل کی حیثیت سے کافی شہرت حاصل کی انہیں افضل العلماء کے خطاب سے نوازا گیا۔جب 1225ھ م 1811ء میں وہ مدراس تشریف لے گئے تو وہاں انہیں مفتی کے عہدہ پر فائز کیا گیا۔اس کے بعد انہیں قاضی اور کرناٹک کے قاضی القضات (Chief Justice) کے عہدے سے سرفراز کیا گیا۔

انہوں نے اس عہدہ سے 1270ھ 1851ء میں استعفیٰ دیدیا اور اسی سال ان کا انتقال حج بیت اللہ سے واپسی کے وقت ہوگیا۔ان کے جسد خاکی کو سپرد سمندر کر دیا گیا۔

قاضی ارتضیٰ علی خان نے فارسی اور عربی میں کئی تصانیف چھوڑی ہیں۔ان کی کئی کتابیں کرناٹک کے عربی مدرسوں کے نصاب میں شامل ہیں۔

سید شاہ عبداللطیف ذوقؔی

شاہ عبداللطیف ذوقؔی، مولانا قربؔی کے فرزند ہیں۔ ان کی ولادت ویلور میں 1151ھ م 1738ء میں ہوئی تھی۔ انہوں نے عربی اور فارسی کی تعلیم اپنے والد بزرگوار اور دوسروں سے حاصل کی۔ ان کی یادداشت بے حد تیز تھی۔ وہ پانچ سات سو شعر ایک ہی نشست میں لکھ سکتے تھے۔ آگاؔہ کے مطابق ذوقؔی فارسی شاعر نظامؔی کے ہم پلہ ہیں۔ انہوں نے فارسی میں کئی کتابیں تحریر کی ہیں۔

ذوقؔی کا انتقال ۴۴ سال کی عمر میں ۱۱۹۴ھ م 1780ء میں ہوا۔

محمد قدرت اللہ خان قدرتؔ

مولوی محمد قدرت اللہ خان کی پیدائش 1152ھ م 1739ء میں بمقام گوپامئو میں ہوئی تھی 1227ھ م 1812ء میں وہ مدارس آئے اور یہیں مقیم ہو گئے۔ وہ فارسی کے عظیم شاعر تھے۔

انہیں مشاعرۂ اعظم کے لیے جج مقرر کیا گیا تھا نتائج الافکار ان کی مشہور تصنیف ہے۔ اس میں کرناٹکا اور دیگر مقامات کے شعراء کی سوانح حیات کو نظم کیا گیا ہے۔

میر زین العابدین شوستری

میر زین العابدین شوستری حضرت ٹیپو سلطان کے دربار میں میر منشی کے عہدہ پر فائز تھا ۔اس کے آباد و اجداد ایران سے آئے تھے ۔اس کے جد امجد سید نور الدین شہر شوستر کے شیخ الاسلام تھے ۔یہ خاندان اس عہدہ پر کئی نسلوں تک فائز رہا۔

زین العابدین کے والد میر رضی ایران سے ہجرت کر کے ہندوستان پہونچے ان کی ولادت 1128ھ م 1716ء میں ہوئی تھی ۔انہوں نے اپنی تعلیم اپنے والد اور بھائی سید عبداللہ سے حاصل کی ۔ ہندوستان کو ہجرت کے بعد چند دن المنصور خان خراسانی کے مہمان رہے پھر انہوں بنگال کو ہجرت کی جہاں ان کا تعارف نواب شجاع الدولہ کے داماد مرشد قلی خان سے کرایا گیا ۔انہوں نے مرشد قلی کے ہمراہ حیدر آباد کا سفر کیا ۔آصف جاہ کے فرزند نظام علی خان نے انہیں جاگیر عطاء کی جس کی آمدنی تین ہزار تھی ۔میر رضی کا انتقال ۱۱۹۴ھ م 1780ء میں ہوا۔

میر زین العابدین کے نام کے ساتھ کبھی کبھار موسوی اور اکثر شوستری استعمال کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر حامد اللہ، فتح المجاہدین پر اپنے مضمون میں جو کہ مجلہ عثمانیہ (جلد ۱۱ نمبر ۱) میں شائع ہوا ہے، لکھتے ہیں کہ موسوی لفظ متروک ہے اس لئے غیر فصیح ہے ۔میر زین العابدین کے نام کے ساتھ موسوی اس لیے استعمال کیا جاتا ہے ۔کہ وہ حضرت موسیٰ کاظم سے اپنی وراثت جتاتا ہے ۔ چونکہ اس کے اجداد ایران کے شہر شوستر سے آئے تھے اسلئے اس کے نام کے ساتھ شوستری استعمال کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ لکھا جا چکا ہے زین العابدین کے دادا سید نور الدین شوستر کے شیخ الاسلام تھے ۔ میر زین العابدین کے والد میر رضی ، سید نور الدین کے آٹھویں فرزند تھے ۔

تحفۃ العالم کے مصنف سید عبداللطیف خان بہادر شوستری نے زین العابدین کا شجرہ

اس طرح دیا ہے۔

سید رضی بن سید نورالدین بن سید نعمت اللہ بن سید عبداللہ بن سید محمد بن سید حسین بن سید احمد بن سید محمود بن سید غیاث الدین بن سید مجد د بن سید نورالدین بن سید سعد الدین بن سید عیسیٰ بن سید موسیٰ بن سید عبداللہ بن امام موسیٰ الکاظم۔

میر رضی کا انتقال حیدر آباد میں ۱۱۹۴ھ م 1780ء میں ہوا اور تدفین حیدر آباد کے قدیم قبرستان دائرہ میر مومن میں ہوئی۔

میر رضی کے دو فرزند اور دو دختریں تھیں۔ ان کی دختر مریم بیگم کا نکاح بہرام الملک سے اور دوسری لڑکی سکینہ بیگم کا نکاح مستقیم الدولہ سے ہوا تھا۔

میر رضی کے پہلے فرزند کا نام سید ابوالقاسم تھا جو اپنے لقب میر عالم کے نام سے مشہور ہوا۔ انگریز اسی کی وجہ سے دکن میں اپنے پیر جما سکے۔ اسی کی وجہ سے نظام علی خان کا رویہ ٹیپو سلطان سے معاندانہ رہا۔

میر زین العابدین میر عالم کا چھوٹا بھائی تھا۔ وہ فتح المجاہدین کا مصنف ہے جو ایسے خطبات پر مشتمل ہے جو ٹیپو سلطان نے فوج کے سپاہیوں کی ہدایت کے لیے جاری کیے تھے۔ اس کی پیدائش 1754ء میں حیدر آباد میں ہوئی تھی۔ اس کی ابتدائی زندگی یہیں گزری۔ کم عمری ہی میں وہ مدراس اور بالا گھاٹ کے سفر پر روانہ ہو گیا۔ اور گھومتے گھومتے وہ سری رنگپٹم پہونچا اور اسنے ٹیپو سلطان کی ملازمت اختیار کی۔ وہ ادب شناس، نیکو اخلاق اور اچھا شاعر اور ادیب تھا۔ اس کی انہیں خوبیوں نے اسے ٹیپو سلطان کے قریب کر دیا۔ ٹیپو سلطان کے دربار سے منسلک ہو کر اس نے بہت جلد ترقی کی اور بہت جلد وہ ان کا مشیر خاص بن گیا۔ ٹیپو سلطان نے اسے میجر جنرل کا عہدہ عطا کیا۔

نوٹ: فتح المجاہدین کے مسودہ کی ایک کاپی دریا دولت باغ میں نمائش کے لئے رکھی گئی ہے۔ شفیع

فوج میں اپنے بلند عہدے کے باوجود میر زین العابدین میدان جنگ سے زیادہ قلم کا سپاہی تھا۔ مورخین اس کی سپاہیانہ زندگی کے متعلق خاموش ہیں۔ اس کا نام جنگ کے سلسلہ میں صرف ایک جگہ مرقوم ہے اور وہ بھی کچھ زیادہ خوش آئند نہیں ہے۔

میر حسین علی کرمانی نے نشان حیدری میں یہ دلچسپ واقعہ تحریر کیا ہے کہ کورگ کی بغاوت 1198ھ م 1785ء میں زین العابدین کو دو ہزار سواروں کا سپہ سالار بنا کر روانہ کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ بلاتوقف قلعہ ظفر آباد میں داخل ہو کر شرارت کیشوں کو سزا دی جائے۔

جب زین العابدین گھاٹ کے دروازہ تک پہنچا باغیوں نے چاروں طرف سے حملہ کر کے تیر اور تفنگ سے اس کے حواس باختہ کر دیئے۔ شوستری جس کی ساری زندگی ناز و نعم میں گزری تھی اور جس نے کبھی جنگ آزمائی نہیں کی تھی جان بچا کر سند اپور میں قلعہ بند ہو گیا۔ اگرچہ کہ رسالداروں اور سپاہیوں نے اسے باہر نکل کر جنگ لڑنے کی ترغیب دی لیکن وہ ہول زدہ ہو کر تپ اور پیچش کا بہانہ بنا کر وہیں رہ گیا۔

ٹیپو سلطان کو زین العابدین کی اس شرمناک حرکت کا علم ہوا تو وہ خود فوج لے کر نکلے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ زین العابدین باتوں کا کتنا ہی دھنی کیوں نہ ہو عمل میں بالکل کورا تھا۔ اس بات میں کوئی تعجب نہیں ہے کہ ٹیپو سلطان نے پھر کبھی کسی جنگی مہم کے سلسلہ میں اس پر اعتماد نہیں کیا۔ تاہم ٹیپو سلطان نے اس کے ہاتھ سے کئی کتابیں لکھوائیں جن میں سب سے مشہور فتح المجاہدین ہے۔ زین العابدین کی ایک اور کتاب "زبر جد" ہے جس میں انہوں نے شعر و نثر میں طبع آزمائی کی ہے۔

زین العابدین کی ایک اور کتاب مفید المجاہدین ہے جو فتح المجاہدین سے ملتی جلتی ہے۔ اس میں 104 خطبات ہیں جن میں سے اکثر جمعہ اور عیدین میں پڑھنے کے لئے تھے۔ چند خطبات قصیدہ کی شکل میں اور کچھ مثنوی کی شکل میں ہیں۔

اس کی نظموں کا ایک مجموعہ ''صبح وطن'' ہے جسے نواب غلام محمد غوث خان اعظم نے مرتب کیا ہے۔ راقم کی کتاب گلدستہ ء کرناٹک میں اس کے کچھ حصے موجود ہیں۔ یہ دونوں کتابیں شعراء کرناٹک کے تذکرے ہیں۔

یہ بات ثابت نہیں ہے کہ زین العابدین کا انتقال کب اور کہاں ہوا۔ ایک خیال یہ ہے کہ اس کا انتقال سقوط سری رنگپٹن سے قبل ہو گیا۔ یہ خیال خواجہ غلام حسین خان عرف خان زمان خان کا ہے۔ انہوں نے اپنی تاریخ گلزار آصفیہ میں زین العابدین کے متعلق لکھا ہے ''در سری رنگ پٹن در عہد ٹیپو سلطان با کمال عز و وقار بودہ پیشتر انقلاب روزگار وفات نمودہ۔

اسپرنگر (Springer) نے لکھا ہے کہ اس کا انتقال حیدر آباد میں سری رنگپٹن کے سقوط کے بعد ہوا۔

اسپرنگر نے اپنے اس بیان کا انحصار نواب غلام محمد غوث خان اعظم کی کتاب ''صبح وطن'' پر کیا ہے۔ یہ کتاب 1258ھ م 1842ء میں شائع ہوئی تھی یعنی شہادت ٹیپو سلطان کے کل 43 سال بعد اگر چہ کہ یہ کتاب زیادہ قابل اعتناء نہیں ہے لیکن اس بات کی تصدیق زین العابدین کے ایک رشتہ کے بھائی سید عبداللطیف شوستری کی کتاب تحفتہ العالم سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں زین العابدین کی سقوط سری رنگپٹن کے فوری بعد حیدر آباد کو واپسی اور انتقال کا ماجرا بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے خاندان کے حالات سے واقفیت کی بنیاد پر اس پر انحصار کیا جا سکتا ہے۔

اکرام علی کاوش ''داستانِ میسور'' میں لکھتے ہیں۔ میسور کی چوتھی جنگ کے بعد میر عالم جب حیدر آباد واپس ہوئے تو ان کے ساتھ ان کے چھوٹے بھائی میر صادق سپہ سالار فوج سلطان شہیدؒ کے اہل و عیال اور زین العابدین شوستری جو میر عالم کے چھوٹے بھائی تھے اور ان کے اہل و عیال کو بھی اپنے ساتھ حیدر آباد لے گئے۔ راستے میں چند وجوہات کے باعث یہ قافلہ علی پور میں

لالہ مہتاب رائے سبقتؔ

لالہ مہتاب رائے سبقتؔ حضرت نواب حیدر علی خان بہادر کے درباری شاعر اور منشی تھے ۔ جیسا کہ ان کے نام سے ظاہر ہے وہ شمالی ہند کے ہندو کائستھ خاندان کے چشم و چراغ تھے ۔ انہیں اُردو اور فارسی دونوں زبانوں پر قدرت حاصل تھی جو اس کی بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ شاید وہ شمالی ہند سے ترک وطن کر کے جنوبی ہند آئے تھے ۔

ان کے حالات زندگی کے متعلق کچھ زیادہ معلوم نہیں ہے ۔ اس دور کے تذکرے ان کے حالات سے خالی ہیں ۔ نواب حیدر علی خان نے شاہ ایران کریم خان کو ایک خط تحریر کیا ہے جس پر لکھا ہے کہ یہ خط لالہ مہتاب رائے منشی سرکار حیدری نے نقل کیا ہے ۔

پروفیسر عبدالقادر سروریؔ لکھتے ہیں خوش قسمتی سے سبقتؔ کا ایک مسودہ جسے انہوں نے ۱۱۹۱ھ میں تحریر کیا ہے ہمارے ہاتھ لگا ۔ اس مسّودہ میں سبقتؔ کے فارسی خطوط اور ان کی اُردو و فارسی نظمیں موجود ہیں ۔ اس مجموعہ کا نام ’’شمع مجلس‘‘ ہے ۔

اس مسودہ سے اس دور کے کئی حالات پر روشنی پڑتی ہے ۔ ہمیں جنوبی ہند اور میسور کے ایسے شعراء اور اہم اشخاص کی زندگی پر روشنی پڑتی ہے جن کا تذکرہ دوسری کتابوں میں موجود نہیں ہے ۔

’’شمع مجلس‘‘ نہ صرف ان کی نظموں اور شاعری کا مجموعہ ہے بلکہ اس میں :

(۱) ایسے خطوط موجود ہیں جو نواب نے دیگر حکام اور سرکاری افسروں کے نام لکھوائے ہیں ۔ اس میں چند ذاتی خطوط بھی موجود ہیں ۔

(۲) ایک فارسی مثنوی ۔

(۳) حضرت ٹیپو سلطان کی تخت نشینی کے موقعہ پر لکھا گیا قصیدہ ۔

(۴) فارسی غزلیں ۔

(۵) چند فارسی قصائد

(۶) اُردو غزلیں

ان کے ذاتی خطوط سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ ایک تعلیم یافتہ کائستھ گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔شاید ان کے اجداد کا تعلق دہلی سے تھا۔

سبقت فیض اللہ خان ہیبت جنگ کے منشی تھے۔فیض اللہ خان کا تعلق دہلی سے تھا اور انہوں نے کورگ، پائین گھاٹ اور مرہٹہ علاقہ کی فتوحات میں اہم رول ادا کیا تھا۔ان تمام جنگوں میں سبقت ان کے صلاح کار اور منشی کی حیثیت سے شریک رہے اور حیدر علی کو حالاتِ حاضرہ سے واقف رکھتے تھے۔

حیدر علی کی معیت میں ان کا تذکرہ سب سے پہلے 1174ھ م 1761ء میں ہوتا ہے جبکہ حیدر علی نے ہوسکوٹہ فتح کیا۔اس موقعہ پر انہوں نے حیدر علی کی توصیف میں ایک قصیدہ پیش کیا۔شاید اسی دن سے انہوں نے سرکارِ حیدری میں ملازمت اختیار کی۔یہ سلسلہ نواب حیدر علی کی وفات تک جاری رہا۔انہوں نے ٹیپو سلطان کی تخت نشینی کے موقعہ پر بھی ایک قصیدہ لکھ کر گزارا تھا۔

ان کی دو دختریں اور ایک فرزند تھا۔فرزند کا نام لالہ مجلس رائے تھا اور انہوں نے اپنے مجموعہ کا نام انہیں کی مناسبت سے شمع مجلس رکھا تھا۔ایسے لگتا ہے کہ وہ 1202ھ تک بقید حیات تھے۔ان کے خطوط نہ صرف اس دور کے تاریخی حالات پر روشنی ڈالتے ہیں بلکہ اس دور کی ادبی زبان کا بھی نمونہ ہیں۔

پروفیسر عبدالقادر سروری کے خیال میں ان کی نظمیں ان کے خطوط سے کہیں زیادہ جاذبِ نظر ہیں۔

(نوٹ) :۔ پروفیسر عبدالقادر سروری نے ایک مختصر سی کتاب "مہتاب سخن" کے نام

سے تحریر کی ہے جس میں انہوں نے سبقتؔ کے حالات زندگی اور منتخبہ کلام پیش کیا ہے۔ جسے ادارہء ادبیات اُردو، حیدرآباد نے 1948ء میں شائع کیا تھا۔

پروفیسر سروری لکھتے ہیں، ''ذوق کے میخانہ میں ''مینا'' تو ہر اس شخص کا ہو سکتا ہے جو اسے ہاتھ بڑھا کر اُٹھالے، لیکن اس ''مئے مردافگن'' کا حریف ہر حوصلہ نہیں بلکہ یہاں ہر ایک کا کام ''بقدرلب ودنداں'' نکلتا ہے۔ پھر جس طرح ذوق کا عطیہ کسی خاص فرقہ یا سرزمین کے ساتھ مخصوص نہیں اسی طرح لطف گویائی، قدرت زبان اور پسندِ خاطر اور لطف سخن بھی خداداد چیز ہے۔

اس کی عمدہ مثال میسور کا یہ نغز گفتار شاعر اور انشاء پرداز ہے۔ جس نے آج سے دوسو سال قبل اس دور دراز خطے میں نغمہ سنجی کی اور انشاء پردازی کی داددی جو آج ظاہر میں ایک اجڑی نگری کی حیثیت رکھتا ہے لیکن حقیقت بین نظریں اب بھی اس سرزمین میں قیامتیں خوابیدہ رکھتی ہے۔ یہ چھوٹا سا قریہ اپنے عروج کے زمانے میں سری رنگپٹن کے نام سے رشک دہلی وصفاہاں بنا ہوا تھا۔ اس نغمہ سنج نے فکر لطیف کے ایسے پاکیزہ نمونے چھوڑے ہیں جو کسی زمانے، کسی سرزمین کے لئے بھی باعثِ فخر ومباہات ہو سکتے ہیں۔

اس نغز گو کا نام لالہ مہتاب رائے اور تخلص سبقتؔ تھا۔ وہ اُردو کا نفیس شاعر اور فارسی کا بیمثل انشاپرداز تھا۔ زمانے نے اس کو بھلانے کی کوشش کی اور تقریباً دوسو سال تک اس کے نام اور کارناموں پر پردہ ڈال رکھا۔ لیکن سچی عظمت کو مٹانے میں اس کی کوششیں ہمیشہ کی طرح ناکام رہیں۔ سبقت ایسا بھولا ہوا ادیب اور شاعر نہیں ہے جو کبھی بھلایا جا سکے۔ گو اس کے افکار سے بہت تھوڑا سا نمونہ اس وقت ہمارے پاس محفوظ رہ گیا ہے۔ لیکن جو کچھ رہ گیا ہے وہ اس کی قادر الکلامی۔ شگفتہ طبیعت اور ندرت تخیل کے ثبوت کے لئے کافی ہے، جس کے بل بوتے پر وہ فارسی اور اُردو کے خوش گفتار شعرا کی صف میں جگہ پاسکتا ہے۔''

محمد علی مہکری خانہ زاد

محمد علی مہکری خانہ زاد محمد سعید عاصی نلونگی کے فرزند تھے۔حضرت ٹیپو سلطان کے دور حکومت میں محمد علی بارہ محل یعنی کالی کٹ، گٹی، بنگلور وغیرہ کے گورنر مقرر ہوئے تھے۔ٹیپو سلطان نے انہیں "فلک شکوہ " کا خطاب عطا کیا تھا۔محمد علی اردو اور فارسی کے عظیم المرتبت شاعر تھے۔ " گنج شائگان "ان کا مجموعہ کلام ہے جو 1221ھ م 1806ء میں پائے تکمیل کو پہنچا۔ان کا فارسی مجموعہ کلام "بحر وکان،، کے نام سے مشہور ہے۔

خانہ زاد کے والد محمد سعید عاصی نواب سعادت اللہ خان نواب آرکاٹ وسرا کے درباری اور مصاحب تھے۔نواب سعادت اللہ خان کا انتقال -1732ء میں ہوا جبکہ عاصی کا انتقال 1753ء میں ہوا۔

محمد علی خانہ زاد کا انتقال ۸۴ سال کی عمر میں 5-1224ھ میں ہوا" گنج شائگان،، تقریباً چار ہزار پانچسو اردو اشعار پر مشتمل ہے جن میں غزلیں، حمد، نعت، قصائد اور منقبت سبھی اصناف شامل ہیں۔اس کی تکمیل 1806ء میں ہوئی۔خانہ زاد کے دو بڑے بھائی عبدالقادر قادری اور محمد باقر یکرنگ دونوں اردو شعراء تھے۔عبدالقادر کا انتقال 1806ء میں ہوا۔

ان دونوں کتابوں کے مسودے ڈویژنل آرکیوز، میسور میں موجود ہیں۔ دونوں مسودات مولانا میر محمود حسین (پروفیسر اردو جامعہ میسور) کی بازیافت ہیں۔ پروفیسر مرحوم کے بیان کے مطابق خانہ زاد اور مولانا باقر آگاہ کے درمیان دوستانہ تعلقات تھے اور خانہ زاد نے آگاہ کی چند غزلوں پر طبع آزمائی کی تھی۔

ڈاکٹر حبیب النساء بیگم (سابق پروفیسر جامعہ میسور) کے مطابق خانہ زاد ممکور میں مدفون ہیں۔ یہ مقام بنگلور سے 40 میل کی دوری پر واقع ایک شہر ہے۔

محمد علی خانہ زاد سلطان کی شہادت کے بعد اسی دور میں اپنے چچا باقر علی مہکری، صدر

الصدور میسور کے ہاں کچھ دنوں کیلئے مقیم ہوئے تھے۔

[نوٹ: خانہ زادآ اور مہکری خاندان کے متعلق ناچیز نے ایک طویل مضمون تحریر کیا ہے جو ناچیز کی کتاب فقہ محمدی میں ضمیمہ کے طور پر شائع ہوا ہے]

غوثؔی چنگل پیٹی

غوثؔی چنگل پیٹی: محمد غلام محی الدین مہکری المتخلص غوثی چنگل پیٹی نے اپنی مشہور منظوم کتاب ''شہادت جنگ سلطانی'' میں تحریر فرمایا ہے۔

ہوں میر احسن اللہ کا غوثؔی پسر — چنگل پیٹ وطن ہیں جو میر اگر
دیا نیں خدا ہر کسی کون یہ فن — ہی غوثؔی تون اس باغ کا پھول چن

جس سے ظاہر ہوتا ہے ان کے والد کا نام میر احسن اللہ ہے اور وطن چنگل پیٹ ہے وہ مزید لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہر کسی کو شاعری کا فن نہیں دیتا اسلئے اے غوثؔی اس باغ سے خوب پھول چن۔ غوثؔی نے لکھا ہے کہ انہیں ایک درویش کامل بندے علی شاہ سے عقیدت ہے اور ہر وقت ان کے دربار میں حاضر رہتے ہیں۔

تھا بندی علی شاہ مشہور نام — شب و روز حاضر تھا غوثی غلام

شہادت جنگ سلطان کی تحریر کی وجہ بیان کرتے ہوئے غوثؔی لکھتے ہیں کہ ان کے دوستوں نے ٹیپو سلطان شہیدؒ پر نظم لکھنے کیلئے کہا وہ اسی پر غور کر رہے تھے کہ خود ٹیپو سلطان نے ان کے خواب میں آ کر یوں ندا دی کہ میرا ذکر ظاہر کر خدا تجھ کو نیک عافیت دے گا۔

کہ ہی جھوٹی دنیا یہہ پچر وز کی — ہی سر پوچھوں آفتاب رہی دو گھڑی
میں یکرات شہ کی شہادت کہا — جو اس رات کوں شہ ندا یوں دیا
مرا ذکر ظاہر توں کر سب کتیں — خدا عافیت نیک دی تجھ کتیں
میں اس رات لیا تھا قلم — جو اظہار کرتی اچایا علم
کیا نیں ہون وزدی شعر کس کتیں — کیتی فہم سوں وز پر دیا ہون نین

وہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے ایک رات حضرت ٹیپو سلطان کے متعلق سوچنا شروع کیا اسی رات حضرت ٹیپو سلطان نے خود ان کے خواب میں آ کر ان سے کہا کہ وہ ان کے متعلق کچھ

لکھیں انہوں نے اسی وقت قلم اٹھالیا اور قلم اپنے طور پر چلنے لگا اس میں انہوں نے کسی کے اشعار کی چوری نہیں کی بلکہ اپنے فہم کے مطابق نینوں کے موتی پروئے ہیں اس منظوم کتاب میں کل چھ سو پچھتر 675 ابیات ہیں اور کتاب ماہ رجب ۱۲۱۶ھ م 1801ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچی یعنی حضرت ٹیپو سلطان کی شہادت کے صرف تین سال بعد۔

ہزار ایک دو سو تھی سولا میں سال　　مرتب کیا ماہ رجب کمال
کیا داستاں سب پہنچ سپس　　کیا بیت چھ سو پو پنچاہ پچیس

غلام محی الدین ہمکری ابن غوثی کی شادی محمد علی ہمکری خانہ زاد کی دختر امتہ المعروف بڑی بی بی سے ہوئی تھی۔ ان کی ولادت چنگل پیٹ میں ۱۱۷۱ھ م 1757ء میں ہوئی۔

لطیف آرکاٹی

لطیف آرکاٹی کا نام سید سیف الدین اور تخلص لطیف تھا۔ان کا آبائی وطن میسور ہے۔ ان کی پیدائش ۱۱۷۸ھ م 1764ء مین میسور کے قریب ایک گاؤں شرجہ پور میں ہوی لیکن وہ جوانی میں ہی اپنے خاندان کے افراد سے خفا ہو کر آرکاٹ چلے گئے۔

ان کی زندگی کافی مشکلات میں گذری انہیں اپنے اہل خاندان سے بھی ہمیشہ شکایت رہی۔

نیک عورت سے مرد کو آرام لطیف　　نہ ہوا ایسا تو جنے لگ ہے جوڑا گھوڑا

انہوں نے اپنے اولاد کے ناخلف ہونے پر یوں لکھا:

عجب کام قسمت کا گولہ ہوا　　میں پیریا تھا خرما صندولہ ہوا

تخم لیموں جہاں بوتا ہوں تو ہوتا ہے نیم　　ایسے تخم بد کے یاں ہونے سے نہ ہونا بھلا

لطیف نے نواب غوث خاں اعظم کا دل موہ لیا تھا۔انہیں کی نوازشوں کی بدولت حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوی۔ان کا انتقال ۱۳۸۹ھ م 1876ء میں آرکاٹ میں ہوا اور تدفین اسد پور میں عمل میں آئی۔

کرمانی کا مقام بحیثیت مورخ

میر حسین علی کرمانی پانچ اہم کتابوں کا مصنف ہے۔

1۔بدیع المعانی

2۔نشانِ حیدری

3۔تذکرۃ البلاد والحکام

4۔بحر فطرت

5۔تجنیس اللغات۔

بدیع المعانی ' میر حسین علی کرمانی کے بیان کے مطابق یہ حضرت بابا فخر الدین اولیاء پنکنڈہ شریف کی سوانح حیات ہے۔اس کا تذکرہ اس نے تذکرۃ البلاد والحکام کے پہلے باب میں کیا ہے۔لیکن اس کتاب کا مسودہ ابھی تک باز یاب نہیں ہوا ہے لہذا اس کی طباعت واشاعت نہیں ہو پائی ہے۔

نشانِ حیدری: میر حسین علی کرمانی کی دوسری اور بے حد اہم کتاب نشان حیدری ہے جس میں حضرت نواب حیدر علی خان بہادر اور ٹیپو سلطان شہید کی مکمل تاریخ مندرج ہے۔یہ ان دونوں کی اولین تاریخ ہے جو کسی ہندوستانی مصنف نے لکھی ہے۔

کرمانی 1782 اور 1787 کے دوران حیدر علی خان اور ٹیپو سلطان کی ملازمت میں تھا۔کرمانی نے لکھا ہے کہ اس کتاب میں مرقوم چند واقعات کے دوران وہ خود بہ نفس نفیس موجود تھا۔

نشان حیدری 1216ھ مطابق 1801ء یعنی حضرت ٹیپو سلطان کی شہادت کے صرف دو سال بعد مکمل کی گئی۔اس کتاب کے دیباچہ میں کرمانی نے لکھا ہے کہ یہ کتاب اس نے

اپنی ذاتی محنت اور خواہش کے مطابق تحریر کی ہے اور اس سے اسے کسی انعام و اکرام کی تمنا ہے اور نہ نام و نمود کی۔ اسے صرف شہزادگان ٹیپو شاید فتح حیدر کی خوشنودی کی تمنا ہے۔

چند مورخین جیسے محمود خان محمود مارسٹن مصنف سلطنت خداداد، پروفیسر محب الحسن خان، مصنف تاریخ ٹیپو سلطان اور پروفیسر حبیب النساء بیگم، مصنفہ میسور میں اردو کی نشو نما، نے لکھا ہے کہ یہ کتاب کلکتہ میں کپتان جیمس فریزر کے حکم سے 1807ء میں لکھی گئی۔

ڈاکٹر آمنہ خاتون نے اپنی کتاب ''میسور میں اردو'' میں اس الزام کو غلط اور بے بنیاد قرار دیتے ہوئے نشانِ حیدری ہی کے حوالوں سے یہ بات ثابت کی ہے کہ یہ کتاب ویلور میں ۹۔ رجب المرجب 1216ھ م 10 نومبر 1801ء میں مکمل کی گئی۔

انہوں نے مزید لکھا ہے کہ اس کتاب کی تاریخ تکمیل 10 نومبر 1801ء بروز اتوار ہے جو کہ حضرت ٹیپو سلطان کی شہادت سے ڈھائی سال بعد ہے یہ کتاب اس کے اپنے ضمیر کی آواز پر لکھی گئی۔ کرمانی نے کتاب کے خاتمہ پر لکھا ہے۔

سال تاریخ ختم آں خرم بے سر کذب گفت ذکر دو شاہ

1236-20=1216

''ولیم ایچ مارلے'' William H. Morley لکھتا ہے۔ "نشانِ حیدری وخروج ونزول دولت ٹیپو سلطان" حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی تاریخ ہے جو میر حسین علی کرمانی کی تحریر کردہ ہے جن کی ملازمت میں وہ خود موجود تھا۔ اس کتاب میں مرقوم کئی واقعات خود اس کے مشاہدہ کردہ ہیں۔

وہ مزید لکھتا ہے'' ہر وہ شخص جسے ہندوستان کی تاریخ کا صحیح اور غیر متعصبانہ مطالعہ مقصود ہے اسے کرنل مائلس Col.William Miles کے ترجمہ کی طرف رجوع ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ کتاب خود ہندوستانی مصنف کی تحریر کردہ ہے اور ہندوستانیوں کی ترجمانی کرتی ہے''۔

میسور گزیٹیر کے ایڈیٹر شری ہیاوادنا راؤ نے میر حسین علی کرمانی کے متعلق لکھا ہے

''اٹھارہویں صدی کے میسوری مورخین میں میر حسین علی کرمانی کا مقام کافی بلند ہے جس کی تاریخ نواب حیدر علی شاہ کا ترجمہ کرنل ولیم مائلس نے کیا ہے۔ کرمانی کافی تعلیمیافتہ تھا اور اس کی زبان شستہ اور صاف تھی۔ اس کی زبان کی خوبصورتی پڑھنے والوں کو آج بھی موہ لیتی ہے۔

اسی طرح ڈینس فارسٹ Denys Forest اپنی کتاب'' Tigers of Mysore'' کے دیباچہ میں لکھتا ہے انگریزی مصنفین کے مکمل طور پر اینگلوسیکسن (Anglo saxon) خیالات کا جواب میر حسین علی کرمانی کی فارسی تاریخ سے بہتر کہیں اور نہیں مل سکتا۔

پروفیسر محب الحسن خان حضرت ٹیپو سلطان پر لکھی گئی مختلف تواریخ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نشان حیدری ایک ایسے شخص نے لکھی ہے جو نواب حیدر علی اور ٹیپو سلطان کو بہت قریب سے جانتا تھا اس دور میں لکھی گئی تواریخ میں یہی ایک ایسی تاریخ ہے جو مکمل جامع اور مفصل ہے۔ جو ان دونوں کے دور حکومت کا مکمل احاطہ کرتی ہے جس پر مکمل طور پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے "وہ مزید لکھتے ہیں" کرمانی کا بیان اشخاص، مقامات اور تواریخ کے سلسلہ میں کہیں کہیں غیر واضح ہے مگر اس کتاب کا مطالعہ کسقدر دلچسپ ہوتا ہے"۔

ولیم کرک پیٹرک (William Kirk Patrick) نے Select Letters of Tipoo Sultan میں کرمانی کو کافی سراہا ہے۔

تذکرۃ البلاد والحکام: اس کتاب کی تکمیل 1215ھ میں ہوی جبکہ نشانِ حیدری کی تکمیل 10 نومبر 1801ء یعنی ۱۲۱۶ھ کو ہوی تھی۔ کرمانی نے تذکرۃ البلاد والحکام کے کئی ابواب میں نشانِ حیدری کا ذکر کیا ہے۔ مولوی محمد خان (مولف، میسور میں اُردو) کا خیال ہے کہ یہ دونوں کتابیں بیک وقت تحریر کی گئیں۔ تذکرۃ البلاد والحکام کے پہلے بارہ ابواب 1215ھ میں مزید دو ابواب 1225ھ 1810ء۔ 1811ء میں مکمل کئے گئے۔ جیسا کہ مصنف نے خود کتاب کے خاتمہ میں لکھا ہے۔

رنل میکنزی Col. Colin M'ckenzy کی ذخیرہ کردہ کتابوں میں منشی حسن علی کی نوابین ساونور پر لکھی ہوئی ایک کتاب موجود ہے۔ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ عبدالعزیز نامی ایک صاحب نے جو کرنل میکنزی کی ملازمت میں تھے نے کیا ہے۔ منشی حسن علی، ٹیپو سلطان کے دربار میں منشی کی خدمت پر ان کی موت تک مامور رہے۔ پورنیا نے بعد میں انہیں کرنل مارک ولکس کی خدمت میں مامور کر دیا تھا تا کہ وہ میسور کی تاریخ کی تحریر میں اس کی مدد کر سکیں۔ حسن علی نے یہ تاریخ 1801ء میں مکمل کی اور اس کا ترجمہ 1803ء میں کیا گیا۔ تذکرۃ البلاد والحکام میں میر حسین علی کرمانی نے بھی ساونور کے پٹھان نوابوں پر ایک باب شامل کیا ہے۔ اس باب کا ترجمہ کرنل ولیم کرک پیٹرک نے انگریزی میں کیا اور اسے Select letters of Tipoo Sultan" میں شامل کیا۔ یہ کتاب 1810ء میں لکھی گئی اور 1811ء میں طبع کی گئی۔ کرک پیٹرک لکھتا ہے "یہ یادداشت ایک فارسی مسودہ سے لی گئی ہے جسے میرے دوست لفٹنٹ کرنل میکنزی نے غایت مہربانی سے روانہ کی ہے اس کتاب کا مصنف میر حسین علی ہے جو کہ بے حد عقلمند مسلمان ہے جو میکنزی کی خدمت میں مامور ہے۔ اگرچہ کہ یہ اس خاندان کی موروثی تاریخ سے زیادہ نہیں ہے تاہم اس کی اہمیت اس بات میں ہے کہ یہ مقام وقوعہ پر تحریر کی گئی ہے اس لئے یہ قابل بھروسہ ہے۔ جن مقامات پر میر حسین علی کرمانی، اسکاٹس کے معاصر الامراء سے اختلاف کرتا ہے ان مقامات پر احتیاط لازمی ہے"

اس بیان کے باوجود خود کرک پیٹرک نے اسے ترجمہ کرنے اور اپنی کتاب میں شامل کرنے کے قابل گردانا اگرچیکہ حسن علی کی کتاب اور اس کا ترجمہ پہلے سے موجود تھا۔ اس سے تذکرۃ البلاد والحکام کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ میکنزی اور کرک پیٹرک دونوں اس کتاب کو اہم سمجھتے تھے۔

مندرجہ بالا حقائق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کرمانی معاصر انگریزی مصنفین اور

مقامی مصنفین دونوں میں اہم مقام رکھتا تھا۔ جو بات نشان حیدری کے لئے صحیح ہے وہی تذکرۃ البلاد والحکام کے لئے بھی درست ہے۔ تذکرۃ البلاد والحکام چند معنوں میں نشان حیدری سے کہیں زیادہ اہم ہے کیونکہ اس میں ایسے واقعات مرقوم ہیں جو دوسری کسی بھی معاصر تاریخ میں چاہے وہ انگریزی ہو یا فارسی مندرج نہیں ہیں میر حسین علی کرمانی نے خود لکھا ہے کہ اس کتاب میں وہ مضامین مندرج ہیں جو کہ تاریخ افاغنہ اور تاریخ فرشتہ میں مندرج نہیں ہیں۔

کتابیات

1۔ میسور میں اردو کی نشو نما — ڈاکٹر حبیب النساء بیگم

2۔ میسور کا ایک باکمال شاعر — میر محمود حسین مطبوعہ ماہنامہ سب رس، حیدرآباد جلد xxxv صفحہ 5

3۔ میسور میں اردو — ڈاکٹر آمنہ خاتون

4۔ داستان میسور — اکرام کاوش

5۔ میسور گزیٹر — مدیر، سی ہیاوادناراؤ بنگلور پریس 1930 صفحہ 448

6۔ TIGERS OF MYSORE BY Dennis Forest ممبئی 1970 صفحہ 65

7۔ History of Mysore By Col Mark Wilks, Preface

8۔ مقالات محمود — میر محمود حسین

9۔ تمل ناڈو کے مشاہیر ادب — علیم صبا نویدی

حصہ دوم

دیباچہ

تذکرۃ البلاد والحکام

وبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نستعین

تسخیر قلاع فصاحت فصحا وفتاح قفل گنجینہ بلاغت بلغاء وسپاس جہاں شاہنشاہیکہ بی دستیاری تدابیر مدار بیک حکم غالب کہ عبارت از دو حروف مختصر باشد محفل ازارض وسمارا از قندیل شمس وقمر وچراغاں ثاقب وسیار کہ نقوش صور علیہ اوست آرائش داد کہ الی اعلان ہیچ عاقل ذی شعور وحکماء فراست گنجور غیر از اعتراف حیرت وقصور ادراک یارائے ایراد ومناقصب نہ داشت۔ الحق جائیکہ سرچشمہ عقل وحکمت ومنبع معرفت فضیلت کماہی خلقت اعنی سالار انبیاء ورسل ہر دو دفتر دیوانِ عرفاں جزوکل محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واصحابہ واہلِ بیتہ وسلم کہ منشور لولاک لما خلقت الافلاک نام نامش مسطور است وفرمان وماارسلناک الارحمۃ العالمیں اسم والائش مصدور ومدون ماعرفناک حق معرفتک وگنجینہ بعجز نہ پیداست بس دیگر بسر بعجز مشرب کدہ ہیچمدانی متصف باشد چہ طاقت زبان کشائی حمد وثناء خصوص ایں درس خوان ہیچ نشاسی ونادانی راکہ موسوم بمیر حسین علی کرمانی ولد سید عبد القادر کرمانی است کجا یارا کہ حرفے از دفاتر ستائش بے ہماں بصفحہ ظہور وانگارد یا لفظی از کتب لغوت مالک ملک واحدیت بقرطاس بتیاں در آردام بعد از دانایاں خرد انتما دو مورخان جہاں نما پوشیدہ نماند کہ از مدت ممتد بہبار جوشش قلبی میخواستہ بودم کہ از ہار امراء وراجہائی خطہ گلشن آباد بالاگھاٹ کہ تحقق احوال شان بدامن تاریخ فرشتہ وتاریخ افاغنہ وغیرہ مندرج نگشتہ کما حقہٗ دریافتہ برشتہ تفصیل صورت گلدستگی دہم تا مترصلان اخبار را بمطالعہ اش تفریح وتصریح کلی وست دہد الحمد للہ والمنہ اٰملال یعنی از حسن اتفاق بجلوہ در آمد ایں کتاب راکہ شیرازہ دفتر متفرق اخبار بلاد وحکام ومجموعہ افراد واوضاع کافہ انام است بہ تذکرۃ البلاد والحکام موسوم وبر دوازدہ اورنگ مختوم ساختم باللہ التوفیق والیہ المستعان۔

اورنگ اول (پہلا باب)

پینو کنڈہ بیجی نگر (وجیا نگر) عرف آنے گنڈی اور وہاں کے راجاؤں کے حالات

کہا جاتا ہے کہ آج سے سات سو سال قبل کوہ پنو کنڈہ ایک ویران اور غیر آباد مقام تھا جہاں پر آبادی کا نام ونشان نہیں تھا۔ یہ مقام شیروں چیتوں اور دیگر خونخوار جنگلی جانوروں کا مسکن تھا۔ کبھی کبھار اس ویرانے میں سنیاسی اور جوگی آکر اسے اپنا مسکن بناتے تھے۔ کوہ پنکنڈہ کے جنوب میں ایک پہاڑ ہے جس میں ایک غار موجود ہے جس میں اکثر سنیاسی اور جوگی ریاضت کے لئے سکونت پذیر ہو جاتے تھے۔ اس پہاڑ کے آس پاس سات فرسنگ تک سخت جنگل اور پہاڑی سلسلے موجود ہیں۔ یہاں کی زمین بھی پتھریلی اور نشیب وفراز والی ہے۔

قصہ مختصر ان دنوں شمالی پہاڑ کی جانب سے جسے سہاجل کہتے ہیں ایک سنیاسی جس کا نام کریا شٹی وڈیر تھا اپنے بھائی چک شٹی وڈیر کے ساتھ یہاں آکر آباد ہوا۔ اس نے اس مقام کو جہاں پر آدم زاد کی بو باس تک نہیں تھی آباد کیا اور یہیں پر عبادت اور ریاضت میں مشغول ہو گیا۔

چک شٹی وڈیر کی بیوی جو کہ ہم جنس تھی ان کے ساتھ تھی۔ انہیں ایک بیٹا تولد ہوا جس کا نام انہوں نے سدا شیو وڈیر رکھا۔ سدا شیو جب سن بلوغ کو پہونچا تو اس نے اپنے تایا (اقدر) یعنی کریا شٹی وڈیر سے کہا کہ اسے ریاست سرداری اور نام آوری حاصل کرنے کی خواہش ہے۔ کریاشٹی نے اپنے برادرزادے کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے آس پاس کی پہاڑیوں میں سے ایک پہاڑ منتخب کیا اور دور دراز علاقوں سے معمار اور سنگتراشوں کو بلاکر اس پہاڑ پر ایک پتھریلی حصار تعمیر کروائی۔ اس کام کے لئے اس نے ہزاروں مزدور جمع کئے۔

کریاشٹی کو علم جادو اور شعبدہ بازی میں ید طولی حاصل تھا اس لئے اس نے مزدوروں کو تاکید کردی تھی کہ وہ کام سے فراغت کے بعد مٹی کا ایک چھوٹا سا تودہ بنائیں اور اس کا انتظار

کریں۔ پوجاپاٹ مکمل کرنے کے بعد وہ ایک چھڑی ہاتھ میں لئے ہوئے کچھ پڑھ کر ان تودوں پر مارتا تھا۔ مزدوروں کو ان کے کام کے مطابق مزدوری حاصل ہوجاتی تھی۔ بتایا گیا ہے کہ ان مٹی کے تودوں میں چاندی کے ٹکڑے پائے جاتے تھے۔ حاملہ عورتوں کو ان کے حصہ کی مزدوری کے علاوہ ان کے جنین کا بھی حصہ ملتا تھا۔

اس طرح مزدوروں نے تین پہاڑوں کو ملا کر دامنِ کوہ تک دیواریں تعمیر کر دیں۔ درمیانی پہاڑ پر جو کہ دیگر دو پہاڑوں سے زیادہ وسیع تھا پانی کے دو چشمے پیدا ہوئے۔ اس پہاڑ پر حاکم کے لئے عمارتیں تعمیر کی گئیں۔ پہاڑ سے لگے ہوئے کھیت اور باغات تعمیر کئے گئے۔ ان میں سے ایک پان کا باغ (برگ تنبول) بھی تھا جب پہاڑوں پر حصار کی تعمیر کا کام مکمل ہوگیا تو پائین قلعہ' بارہ دری' برج اور خندق اور پرکوٹہ اور فصیل کے ساتھ تیار کروائے گئے۔ اس قلعہ میں تین دروازے بنوائے گئے ایک شمالی کی جانب دوسرا مشرق کی جانب اور تیسرا جنوب کی جانب یہ دروازہ پہاڑ کے دامن میں واقع تھا۔ بتایا گیا ہے کہ جب شمالی جانب دیوار کی کھدائی کی گئی تو قلعہ کے متصل قدیم مندر کا دورازہ اور ایک سنگین بت جو کہ زمین کے اندر پوشیدہ تھے برآمد ہوئے۔

قلعہ کی تکمیل کے بعد شہر بسایا گیا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ 13 سال اور نو ماہ کی مدت میں قلعہ کی حصار بندی کی گئی اور پائیں درست کی گئی۔ کریاشٹی وڈیر نے کئی افراد کو نوکر رکھ کر برادرزادہ کو اس ریاست کی مسند پر بٹھایا۔ کریاشٹی نے مذکورہ پہاڑ کے ایک غار میں سکونت اختیار کی۔

ہندوؤں کی تقویم کے مطابق یہ واقعہ پندرہ سوتین میں واقع ہوا۔ چک کریاشٹی اپنے بڑے بھائی سے جدا ہوکر مذکورہ مقام سے دور دھرمارنامی مقام میں رہنے لگا۔ اس مقام پر اس نے ایک مندر اور دو تالاب تعمیر کروائے۔ تالابوں پر مضبوط بند ھ بنوائے اس کے علاوہ اس نے مکانات بھی تعمیر کروائے اور اپنا وقت پوجاپاٹ میں گزارنے لگا۔

چک کریاشٹی کے فرزند سداشیو وڈیر نے مسند آرائی کے بعد ایک لشکر جمع کیا اور اپنے بزرگوں کی پناہ میں دریائے تنگ (تنگ بھدرا) سے بالا گھاٹ تک جنگلوں کو آباد کیا اور ضبط و ربط کے ساتھ عوام کی بہبودی داد گستری کرتے ہوئے فرمانروائی کی۔

جب کریاشٹی وڈیر کے انتقال کا وقت قریب آپہونچا تو وہ علم استدراج (حبس دم) اور علم جادو کی مدد سے ایک پتھر کی چکی پر سوار ہوکر اپنے بھائی سے ملنے کے لیے روانہ ہوا۔ چک کریا شٹی کو جب اپنے بڑے بھائی کی آمد کا علم ہوا تو وہ علم تسخیرات کے ذریعہ شیر نر پر سوار ہوکر استقبال کے لئے روانہ ہوا۔

دونوں بھائیوں نے چند دن ہنسی خوشی ایک ساتھ گذارے۔ کریاشٹی وڈیر اپنے بھائی سے اجازت لے کر دوبارہ اپنے مسکن کو لوٹ گیا۔ جب اسے اس بات کا مکمل یقین ہو گیا کہ اس کی حیات مستعار ختم ہونے والی ہے تو وہ اس غار کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس نے اپنا عصا، گیروے رنگ کا لباس اور دیگر چیزیں جو اس کے پاس موجود تھے انہیں اسی غار میں دفن کر دیا اور خود غار کے اندر داخل ہوکر اس کا دروازہ پتھروں اور گچ سے بند کروادیا۔

مندرجہ بالا پہاڑ کا نام قلعہ کی تعمیر کے بعد شکتی گڑھی رکھا گیا تھا لیکن چونکہ یہ مقام پہاڑیوں کو ملا کر بنایا گیا تھا اس لئے عوام اور خواص میں یہ مقام پنوکنڈہ کے نام سے مشہور ہو گیا ہندوؤں کی اصطلاح میں پنو کے معنی چسپاں ہونے اور کنڈہ کے معنی پہاڑ کے ہیں۔

اس کے برادر زادہ یعنی سداشیو وڈیر نے انیس سال تک حکومت کی۔ اس نے کئی مقامات آباد کئے اور طبعی موت پائی۔

سداشیو وڈیر کا بیٹا ملک ارجن وڈیر کے نام سے مسند آرائے سلطنت ہوا۔ اس نے پنوکنڈہ سے دریائے کاویری اور پایانگھاٹ تک کے سارے علاقے پر قبضہ کیا۔ اس کے دور حکومت میں مشرقی کوہ وانمباڑی کو جو کہ بارہ محل کا حصہ ہے ملک ارجن کنڈہ کا نام دیا گیا۔ اس پہاڑ سے

ایک کروہ کی دوری پر ارجندہ ہے۔ اس وقت یہاں پر ایک بڑی آبادی آباد ہے اور اسے یوجندر کہتے ہیں۔ یہ مقام اس وقت اول کنڈہ کی جاگیر میں شامل ہے ملک ارجن وڈیر کے دور ہی میں چندر گیری کے پہاڑ پر حصار تعمیر کی گئی۔ ملک ارجن وڈیر بائیس سال حکومت کرنے کے بعد انتقال کر گیا۔ چونکہ وہ لاولد تھا اس لئے اس کے کار پردازوں نے اس کے ہمشیرہ زادے کو جس کا نام رام چندر دیوا تھا کو مسند ریاست پر بٹھایا اور ملک کا انتظام کار پرداز خود کرنے لگے۔

اس دوران وڈیارن پر نامی ایک برہمن شمالی علاقہ سے دریائے تنگ بھدرا کو پہونچا۔ اس مقام پر ہمپا دیوی کا مندر گذشتہ تین چار ہزار سال سے موجود ہے۔ وہ اس مندر میں مقیم ہو کر عبادت کرنے لگا۔ وڈیارن پر بے حد مفلس تھا اس لیے سرمایہ اشک خزانہ چشم سے بہا کر اس دیوی سے دعا کیا کرتا تھا کہ اس کی مفلسی اور ناداری دور ہو۔

ایک دن اُسے اس بت نے اشاروں سے بتایا کہ اِس زندگی میں اُس کی مفلسی اور ناداری دور ہونے والی نہیں ہے اور نہ ہی مال و دولت ملنے والی ہے۔ البتہ تیرے انتقال کے بعد تجھے جاہ و حشم حاصل ہوگا۔ یہ خبر ملنے پر وہ دنیا طلبی سے بالکل ہی مایوس ہو گیا۔ بیوی بچوں کے دیدار کی خواہش اور تمام ورثاء سے ترک تعلق کر کے اس نے جوگیوں کا لباس زیب تن کیا اور سنیاس اختیار کر لیا تو بت مذکور دوبارہ اس کے خواب میں نمودار ہوا اور اس پر التفات کرتے ہوئے کہا کہ اب جبکہ تو نے سابقہ مذہب اور ملت سے منہ موڑ لیا ہے تو گویا تیری روح دوسرے قالب میں نفوذ کر گئی ہے اب تیری اقبال مندی کا وقت آ پہنچا ہے۔ جو بھی مانگنا چاہتے ہو مانگو؟ وڈیارن پر نے جواب دیا۔ میں نے دنیا ترک کر دی ہے اور سارے لذائذ سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے، چونکہ جب مجھے دنیا کی طلب تھی تو مجھے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اب جبکہ کسی بات کی طلب نہیں ہے تو پھر میں کیوں مانگوں؟

بت نے جواب دیا قضا و قدر کے کارگذاروں کے پاس ہر کام کی انجام دہی کے لئے

ایک وقت مقرر ہے۔اس وقت تیری بہبودی اور حکم کے نفاذ کا وقت آ پہنچا ہے اس لیے جو کچھ مانگنا ہے مانگ لے۔ مجھے تیری حاجت روائی کے لیے واسطہ بنا کر روانہ کیا گیا ہے تا کہ تجھے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچا سکوں۔

سنیاسی نے جواب دیا اگر ایسی بات ہے تو میں جب بھی ضرورت ہو گی مانگ لونگا۔ بت نے اس کی حاجت روائی کے لئے چار سال مقرر کیے۔ سنیاسی نے پہلی مرتبہ شہر اور قلعہ تعمیر کرنے کی درخواست کی۔ اس وقت ایک بادل اس منعم حقیقی کی جانب سے اٹھا اور ایک ساعت تک زر و جواہر کی برسات ہوتی رہی۔ سنیاسی نے اس میں سے کچھ رقم خرچ کر کے آنے گنڈی کے پہاڑ پر ایک مندر تعمیر کیا۔

بتایا گیا ہے کہ ودیارن رِکا تعلق اہل تقویم سے تھا اسلیے شہر اور قلعہ کی تعمیر نیک ساعت دیکھ کر شروع کی گئی تا کہ ابدال دہر اسے پائیدار اور مستحکم بنائے۔

اس نے بیلداروں کو جمع کر کے تاکید کر دی تھی کہ وہ سبلوں اور بیلچوں کے ساتھ مقررہ مقام پر مستعد رہیں اور جیسے ہی وہ نیک ساعت میں ناقوس بجائے گا وہ حصار کا پایہ کھودنا شروع کر دیں۔ چنانچہ بیلدار اپنے اوزاروں کے ساتھ مستعد ہو گئے اور انہوں نے ناقوس کی آواز کی طرف کان لگا دئے۔ لیکن اتفاق سے شیطان نے اپنا چکر چلایا اور آواز مقررہ وقت سے ایک دو ساعت پہلے ہی سنائی دی۔ بیلداروں نے جلدی سے حصار کھودنا شروع کر دیا۔ اس کے کچھ دیر بعد ناقوس کی آواز دوبارہ سنائی دی بیلدار حیران و پریشان ہو کر برہمن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پہلی آواز کے متعلق برہمن کو آگاہ کیا۔ وہ بحر حیرت میں غرق ہو گیا اور کچھ دیر تامل کرنے کے بعد تقویم کی رو سے اس نے پتہ لگایا کہ یہ شیطان کا فریب ہے اس نے بیلداروں سے کہا کہ جس کام کا انہوں نے بیڑہ اٹھایا ہے اسے تکمیل کو پہنچائیں۔ اس نے کہا کہ پانسو سال تک شہر آباد اور دارالریاست رہے گا۔ اس کے بعد پانسو سال تک ویران و خراب رہے گا۔ اس کے بعد پھر از سر نو

آباد ہوگا۔ الغرض اس شہر کی وسعت بارہ فرسنگ تھی قلعہ کی تکمیل کے بعد شہر پناہ تعمیر کیا گیا۔ قلعہ کوہ دریائے تنگ بھدرا کے شمالی ساحل پر واقع ہے۔

کہتے ہیں کہ اس شہر میں بوکا نامی ایک گلہ بان رہا کرتا تھا جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہی اس شہر کا بانی ہے وہ برہمن مذکور (ودیارن یر) کو ریاضت کے دوران دودھ سربراہ کیا کرتا تھا۔ اسے اس بات کی امید تھی کہ اس کی تقدیر بھی جاگے گی اور اس کے دن بھی پھر ینگے۔ برہمن مذکور نے اس کی خدمت سے خوش ہوکر اسے بوکا رایل کا خطاب دیا اور اس ریاست پر فائز کیا اس کے پاس جو کچھ زر و جواہر موجود تھے انہیں بوکا رایل کے حوالے کر کے خود کاشی کی طرف روانہ ہو گیا۔ رایل مذکور نے ملک کی تنظیم و ترتیب میں کافی نام پیدا کیا۔ چونکہ بلاد بنوکنڈہ تک کوئی مستقل حاکم نہیں تھا اس لئے یہ علاقہ بھی اسی کی حکمرانی میں شامل ہوگیا۔ اس نے اٹھارہ سال حکمرانی کی اور طبعی وجوہات سے انتقال کیا۔

اس کے بعد اس کا فرزند پرتاب رائل کے نام سے مسند آرائے سلطنت ہوا۔ اس نے کرناٹک بالا گھاٹ اور پائین گھاٹ کے بیشتر حصہ کو اپنے تصرف میں کرلیا۔ اس دور میں جو بھی سپاہ گری کا پیشہ اختیار کرتا تھا وہ اہل ہنود سے ہوتا تھا۔ اس علاقہ میں کوئی بھی مسلمان آتا جاتا نہیں تھا۔

الغرض پرتاب رائل چوبیس سال حکومت کرنے کے بعد چل بسا۔ اس کے بعد اس کا فرزند پڑاور رائل کے نام سے مسند نشین ہوکر رئیس ملک ہوا۔

کچھ عرصہ بعد وہ اپنی رعایا کا حال جاننے اور ملک کی آبادی اور ویرانی کا حال دریافت کرنے کے لیے دارالحکومت کے جنوب کی طرف روانہ ہوا۔ سیر و تفریح کرتے ہوے اور رعایا کے حالات دریافت کرتے ہوئے وہ رفتہ رفتہ کچلی بن یعنی کورگ کو پہنچا۔ یہاں کے اکثر زن و مرد وحشی صفت، دیو سیرت، فیل تن و توش (ہاتھی جیسا بڑا جسم) رکھنے والے تھے۔

اس نے یہاں کے جنگلات، عجائبات، صندل، دار چینی اور دیگر نادر پھلوں اور پیڑوں کا مشاہدہ کیا وہ یہاں کی صحت مند فضا، ہوا کی طراوت اور مہک، حسین مناظر، وادیوں کے نشیب وفراز سے بے حد لطف اندوز ہوا۔ اس نے دریائے کاویری کے منبع پر جو کہ ایک پہاڑ پر موجود ہے ایک مندر تعمیر کروایا۔ اس نے ایک زمین دوز قلعہ گھنے جنگلات کے درمیان پتھروں اور مٹی سے تعمیر کروایا۔ جس کا تذکرہ راقم الحروف (میر حسین علی کرمانی) نے نشان حیدری میں جو کچھ کہ اس نے بچشم خود دیکھا اور معائنہ کیا اس کا مفصل احوال بیان کیا ہے۔

اس قلعہ کا نام مڑکرہ (مرکرہ) رکھا اور ملّنا نامی ایک شخص کو جو کہ اس کا خادم تھا اس قلعہ کا حاکم مقرر کیا تا کہ اس عجیب وغریب ملک پر حکم رانی کرے اور یہاں کے وحشی سیرت لوگوں کو رام کرے۔ اس کے بعد پڑاور رایل یہاں سے لوٹ گیا ملّنا نے اپنی خوش کلامی خوش انتظامی اور داد ودہش سے اس جنگل کو آباد کیا۔

پڑاور رایل نے پچیس سال تک حکومت کی اور جہان فانی سے کوچ کر گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا دیرو پاجی رایل کے نام سے مسند پر متمکن ہوا۔ لیکن ریاست کا نظم ونسق اور ضبط و ربط خاطر خواہ نہ کر سکا اس لیے دوسرے ہی سال کندنول (کرنول) کے حاکم سری رنگ رایل چھتری ولد بھیما رایل چھتری نے جو کہ دیشراج حاکم شہر بیدر کے خاندان سے تھا اس ریاست پر قبضہ کر لیا۔ اس نے دیرو پاجی رایل کو قید کر کے اس مقام کا نظم ونسق سنبھال لیا۔ اس نے ایک کثیر لشکر جمع کیا۔ سری رنگ رایل کے دور میں تین دارالریاست مقرر ہوئے پہلا بیجی نگر (عرف آنے گنڈی)(وجیانگر) دوسرا پنوکنڈہ اور تیسرا چندر گیری جو کہ پہاڑ سے چار کروہ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کی بنیاد پنوکنڈہ کے راجہ جگپتی بھوپت راج نے رکھی تھی۔ وہ شلنگرا ورسات گڈھ کا بھی راجہ تھا۔ سری رنگ رایل نے اسے اپنا دارالمقر بنایا۔ اس نے بتیس ۳۲ سال حکومت کی اور اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔

اس کا بیٹا ہری ہر رایل کے نام سے مسند آرائے سلطنت ہو کر ہنگامۂ ضبط و ربط گرم کرنے لگا۔ اس نے پنوکنڈہ کو اپنا دارالسلطنت قرار دیا۔

اس زمانے میں توران، ایران، کشمیر، کاشغر، کابل، قندھار، لاہور اور ملتان وغیرہ کے سوداگر اپنے ملک کا سامان تجارت اور تحائف جیسے شال و کمخواب، اطلس، مشک، نافے، ترکش و کمان، کابلی و قندھاری اونٹ، عراق اور ترکی کے گھوڑے لے کر آیا کرتے تھے۔ ارباب دولت و ریاست کے لیے اس طرح کی نفیس چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اس لے یہ لوگ یہ سامان ان سوداگروں سے خریدا کرتے تھے۔ ان سوداگروں کے قیام کے لیے پنوکنڈہ کے پہاڑ سے دو فرسنگ کی دوری پر ایک شہر آباد کیا گیا جس کا نام ترکلا پٹن رکھا گیا۔

رایل مذکور نے اپنے کارپردازوں کو خطیر رقومات دے کہ اس جگہ متعین کیا تھا تا کہ وہ ان سوداگروں سے قیمتی اور نفیس اشیاء خرید کر اس کی خدمت میں پیش کریں۔

اس کے دور حکومت میں اس کی منظور نظر رقاصہ نے جس کا نام بھوکم ثانی تھا نے رایل کی اجازت سے قلعہ کے باہر جنوبی دروازہ کے قریب ایک تالاب کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ یہ تالاب قلعہ کی خندق سے قلعہ کے برج اور دامن کوہ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس تالاب کا نام بھوک سمندر رکھا گیا اس پہاڑ سے ایک تیر کے فاصلہ پر پائیں قلعہ کے قریب ایک غار موجود ہے۔ غار کے سامنے ایک بت رکھا ہوا ہے جس کی دو بڑی آنکھیں ہیں۔

اس غار میں قوم لنگایت سے تعلق رکھنے والا ایک سنیاسی سدرام جوگی مقیم تھا۔ سدارام جوگی کا مٹھ یعنی مندر پائین خانہ کے مشرق کی جانب ایک تیر کے فاصلہ پر موجود تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جوگی قوت استدراج (حبس دم) کی مدد سے موز (کیلے) کے پتے پر سوار ہو کر پوجا پاٹ کے لئے مندر کو آیا کرتا تھا۔ پوجا پاٹ سے فراغت کے بعد وہ اسی طرح غار کو لوٹ جایا کرتا تھا اس علاقہ کے اکثر ہندو بلکہ رایل اور اس کے کارندے بھی جوگی کے مطیع اور فرمانبردار تھے۔

اس زمانے میں یعنی ۶۰۹ھ م 1212ء میں حضرت سید بابا فخر الدین حسینی گنج الاسرار سہروردی قدس اللہ سرہٗ اپنے چھوٹے بھائی حضرت سید علی چلہ کشؒ اور چند فقیروں کے ہمراہ شہر نطہر نگر یعنی ترچناپلی سے اس علاقہ میں تشریف فرما ہوئے۔ گھاٹیوں پر جو پہرے دار متعین تھے وہ کسی بھی مسلمان کو راجہ کی اجازت کے بغیر اس طرف آنے نہیں دیتے تھے۔ لیکن جب پہرے داروں نے ان بزرگوں کو اس طرف آتے دیکھا تو انہیں نہ تو روکا اور نہ کوئی مزاحمت کی۔

ان بزرگوں نے علاقہ میں داخل ہونے کے بعد لاعلمی کی وجہ سے اس جوگی کے مٹھ میں ڈیرا جما دیا اور رات وہیں بسر کی۔ حضرت بابا فخر الدین اولیاؒ نے اپنی خشک مسواک، جسے ان کے مرشد یعنی حضرت بابا نطہر ولی سہروردیؒ نے عطا کی تھی زمین میں گاڑھ کر اسے پانی دیا۔ صبح جب وہ بیدار ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ مسواک کی لکڑی سرسبز و شاداب ہو کر اس میں شاخیں، پتے، اور پھل پیدا ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں نے سمجھ لیا کہ انہیں اس جگہ قیام کرنا ہے۔ انہوں نے پوری فراغت کے ساتھ یہاں بسیرا کر لیا۔ تاہم اس شہر کے ایک بھی فرد نے ان کی طرف توجہ نہیں کی آنحضرتؒ کے رفقاء نے چوک اور بازار میں گداگری کی مگر کسی بھی شخص نے انہیں بھیک تک نہیں دی بلکہ لوگ ان سے نفرت کا اظہار کرنے لگے۔

آنحضرتؒ کے رفقاء کا دامن صبر و شکر لبریز ہو گیا۔ انہوں نے اپنی بھوک اور پیاس کو درختوں کے پتوں، جنگلی پھلوں اور گھاس پوس سے دور کرنے کی کوشش کی۔ ان کی یہاں آمد کے دس پندرہ دن بعد فاطمہ بی بی رومی زوجہ شریفہ حضرت سید علی چلہ کشؒ انتقال فرما گئیں۔ مرحومہ کو اسی اراک کے درخت کے سائے میں دفن کیا گیا۔

اس مٹھ کے کارکنوں اور خدمت گاروں نے اس بات کی اطلاع راجہ کو دی اور آنحضرتؒ اور ان کے ساتھیوں کو تکلیف پہنچانے کے درپے ہو گئے۔

راجہ نے اپنے خاص افسروں کو چند اہل کاروں کے ساتھ روانہ کرتے ہوئے حکم دیا کہ

ان درویشوں کو زور زبردستی اس جگہ سے نکال کر سرحد کے پار روانہ کردیں۔ اس نے مزید حکم دیا کہ نعش طیبہ کو مدفن سے نکال کر درّہ کوہ میں پھینکدیں۔

راجہ کے افسروں نے یہاں پہنچ کر آنحضرتؒ کے ساتھ سخت گستاخانہ برتاؤ کیا اور انہیں تکلیف پہنچانے اور قبر کھودنے کی کوشش کی۔

اس وقت دونوں باکرامت بزرگوں نے قبلہ رو ہو کر آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی اور تبسم فرمایا اسی وقت اس درخت پر ابر رحمت کی طرح دھواں چھا گیا اور ہر ایک شاخ اور پتے سے بارش کی طرح شکر برسنے لگی۔ اہل ہنود یہ منظر دیکھ کر حیران ہو گئے اور شکر کھانے لگے۔ ان لوگوں نے کئی طبق اس شکر سے بھر کر انہیں رایل کے سامنے پیش کیا اور جو کچھ کہ گزری تھی من وعن بیان کر دیا، رایل آنحضرتؒ کے کرامات کا حال جان کر بے حد فکرمند ہو گیا۔

اسی دوران حضرتؒ نے مٹھ کے بیل کو ذبح کر کے اسے اپنے رفیقوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور اس کا چمڑا اور ہڈیاں وغیرہ الگ سے رکھدیں۔ جب ہندوؤں کو اس بات کا علم ہوا تو وہ غصہ سے پاگل ہو اُٹھے اور رایل سے شکایت کرنے لگے کہ درویشان اسلام ہمارے دین کے دشمن ہو گئے ہیں۔ وہ ہماری عبادت گاہ میں مقیم ہیں اور اسے گندہ اور پلید کر رہے ہیں۔ اس کے ماسوا انہوں نے مندر کے بیل کو بھی ہلاک کر کے کھالیا ہے۔

رایل ان لوگوں کی شکایت سن کر طیش میں آ گیا اور اس نے حکم دیا کہ ان دونوں بزرگوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے رفیقوں کو اس کی قلمرو سے باہر نکال دیا جائے۔

شہر کے لوگ گالیاں بکتے، بلوہ کرتے ہوئے اس جگہ کو پہنچے۔ آنحضرتؒ نے پوری انکساری اور دینداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جو کہ فقراء کا طرّہ امتیاز ہے فرمایا کہ فقراء اس دنیا سے آزاد اور اہل ملک و دولت کے دعا گو ہوتے ہیں ہمیں یہاں آئے ہوئے ایک مہینہ کا عرصہ ہو چکا ہے مگر تم لوگوں میں سے کسی نے بھی ہماری خبر گیری نہیں کی آفرین ہے تمہارے اس

بت پر کہ اس نے خود اپنا بیل ہمیں دیدیا تا کہ ہم اسے اپنے استعمال میں لائیں۔ اگر یہ بیل تمہارا ہے تو تمہیں پوچھنے کا پورا حق حاصل ہے۔ لوگوں نے کافی سوچ بچار کے بعد آنحضرتؒ سے مطالبہ کیا کہ ان کا بیل انہیں لوٹا دیا جائے۔ آنحضرت نے وضو کرنے کے بعد بیل کی ہڈیاں اور چمڑا مناسب طور سے جوڑ کر عصائے مبارک کو دستہ سے پکڑ کر اس پر مارا۔ بیل زندہ ہو گیا اور آوازیں لگاتا ہوا چلدیا۔

سدرام جوگی نے آنحضرتؒ کے ان کرامات سے واقف ہو کر انہیں ساحر اور جادوگر قرار دیا۔ بے حد ردوقدح اور بحث وتکرار کے بعد جوگی اور آنحضرتؒ نے آپس میں طے کیا کہ چونے سے بھرے ہوئے ایک تھیلے کے ایک جانب آنحضرتؒ اور دوسری جانب سدرام جوگی بیٹھیں اور اس تھیلے کو بھوک سمندر میں پھینک دیا جائے، اور جو بھی تھیلے سے زندہ برآمد ہو وہی اس مقام کا قائم مقام ہوگا۔ دونوں نے یہ بات مان لی۔

دوسرے دن اقرار کے مطابق آنحضرتؒ اور سدرام جوگی جلے ہوئے چونے کے تھیلے میں بیٹھ کر تالاب میں غوطہ زن ہوئے۔ نو دن کی مدت کے بعد دونوں جانب کے حامیوں (متوسلین) نے تھیلا کھول کر دیکھا۔ تھیلے کے اندر سدرام جوگی ہڈیوں اور چمڑی کے ساتھ جل کر راکھ ہو چکا تھا اور اس کا وجود تک باقی نہیں تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ تھیلے کی دوسری طرف کا حصہ خالی ہے۔ سبھی لوگ حیران رہ گئے۔ اسی وقت پہاڑ کے اُوپر سے جہاں سدرام جوگی کا غار تھا جسے رامن گڑھ کہتے تھے اذاں کی آواز سنائی دی۔ اور آنحضرتؒ با کرامت صحیح وسلامت نظر آئے۔ جب اہلِ شہر کو آنحضرتؒ صحیح سلامت نظر آئے تو اس بات کا اثر اہلِ ہنود پر بہت زیادہ ہوا۔ وہاں پر جمع شدہ لوگوں نے جن کی تعداد چودہ ہزار بتائی جاتی ہے آنحضرتؒ کی کرامت سے متاثر ہو کر دل و جان سے آنحضرت کی جانب رجوع کیا۔

راجہ (رائل) نے آنحضرتؒ کے ان کرامات کو جادوگری قرار دیتے ہوئے

اپنے مصاحبین سے مشورہ کیا کہ آنحضرتؒ کو کس طرح تکلیف پہنچائی جائے۔ تمام نے متفقہ طور پر مشورہ دیا کہ آنحضرتؒ کو زہر دیا جائے۔ رایل نے ضیافت کے نام پر چند طبق شیرینی کو زہر آلود کر کے روانہ کئے۔ آنحضرتؒ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر تھوڑی سی شیرینی کھائی اور باقی اُٹھا کر رکھ دی۔ جب رایل کو زہر کی بے اثری کا علم ہوا تو اس نے حیرت سے سوال کیا، کیا وہ ابھی زندہ ہے؟ جیسے ہی یہ الفاظ اس کی زبان سے نکلے اس پر درد قولنج کا اس طرح حملہ ہوا کہ اس کے جسم کی ساری طاقت جاتی رہی اور وہ ناکامی کے بستر پر دراز ہو گیا۔ ہر چند کہ طبیبوں اور معالجوں نے اس کا علاج کیا مگر وہ صحت یاب نہ ہو سکا۔ بلکہ مرض اور شدت اختیار کرتا گیا۔ اس کا جسم بے جان اور بے حس و حرکت ہو گیا۔ اس حال کو دیکھ کر اس کی ماں جس کا نام سنبل بائی تھا سخت غمگین ہو گئی اور اپنے بیٹے کو پالکی میں ڈال کر اسے لئے ہوئے آنحضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور سوئے ادب اور جرموں کی معافی کی خواستگار ہوی۔ اسنے آہ و زاری کے ساتھ درخواست کی کہ اس کے بیٹے کو شفاء دی جائے۔

آنحضرتؒ نے اس عورت پر رحم کرتے ہوئے وہی شیرینی جو اُٹھا کر رکھی تھی طلب کی اور اس میں سے تھوڑی سی شیرینی اپنے کتے کے آگے ڈال دی۔ جیسے ہی کتے نے شیرینی کھائی وہ تڑپ کر ہلاک ہو گیا آپ نے تھوڑی سی شیرینی پانی میں حل کر کے اس عورت کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا کہ تیرے بیٹے کے مرض کا علاج یہی ہے کہ اسے یہ پلایا جائے۔ اس صادق ارادہ عورت نے بلا کسی اندیشہ اور پس و پیش کے درست نیت اور صفائی دل کے ساتھ اپنے بیٹے کو شیرینی پلا دی۔ جیسے ہی پانی رایل کے پیٹ میں داخل ہوا اسے صحت کلی حاصل ہوئی اور وہ ایسے ہو گیا جیسے اسے کوئی مرض ہی نہ رہا ہو۔ اسی وقت اسنے اپنے فاسد خیالات سے توبہ کی اور آپ کا معتقد ہو گیا۔

اگر ان واقعات کی تفصیل اور شرح کرامات و خرق عادات آنحضرتؒ جاننے کی خواہش ہو تو کتاب ''بدیع المعانی'' کا مطالعہ کریں جسے راقم سطور نے اس سے پہلے سلاست کے ساتھ

لکھا ہے۔ معلوم ہو۔ غرض آنحضرتؒ کی وفات کے بعد رایل نے دو موضع ایک ہزار ایک سو اور آٹھ ۸ ہون رایل کہ فی ہون تین روپے و چہار آنہ کے برابر ہے جاگیر مقرر کی تا کہ انہیں آپ کے مزار مبارک پر پھول چڑھانے، خوشبو و چراغ کے تیل پر خرچ کیا جائے۔

رایل تا زیست ہر پنجشنبہ کی شام کو اشنان یعنی غسل کر کے مرقد منورہ کے تین چکر کاٹ کر اپنے مکان کو لوٹ جاتا تھا۔ اس طرح اس نے انتیس سال ضبط و ربط کے ساتھ حکمرانی کی اور آنے گنڈی میں ہی انتقال کر گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا رام چندر رایل کے نام سے اپنے والد کی مسند پر جلوہ افروز ہوا۔ اس نے اپنی قیادت میں کافی ملک اور لشکر جمع کیا اس کے عہد دولت میں شہر بیدر کے بادشاہ یعنی محمود تغلق شاہ گجراتی نے مرقد آنحضرتؒ کی زیارت کا ارادہ کیا اور اپنے چند خاص احباب کے ساتھ اس مقام کو پہنچا۔ رایل مذکور نے سمجھا کہ بادشاہ اس کے ملک کی تخریب کے لئے آئے ہوئے ہیں اس لیے اس نے جنگ کی تیاری شروع کی۔ اس وقت اس مزار مبارک کے سجادہ نشین شاہ یوسف قتال، جو حضرت بابا فخر الدین اولیاءؒ کے برادر زادے تھے نے رائل کو سمجھایا کہ بادشاہ کا ارادہ صرف مزار مبارک کی زیارت ہے اس لیے وہ پریشان نہ ہو۔

اس دور میں مشرقی ممالک سمندر تک آباد اور معمور تھے۔ رایل مذکور نے اٹھائیس سال فرمانروائی کرنے کے بعد عمر طبیعی کو پہنچ کر انتقال کیا۔ اس کی جگہ پر اس کا بیٹا ہری چند رایل کے نام سے اپنے والد کے مسند پر متمکن ہوا۔

ان دنوں یعنی سنہ ۷۵۶ھ م 1355ء میں حضرت سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز "گلبرگہ کو تشریف لائے اور اسے رونق بخشی۔ ان کے فضل اور رب ذوالجلال کے کرم سے بہلیہ سلطنت کا پہلا بادشاہ حسن گنگو مسند بادشاہی پر جلوہ افروز ہوا۔ اس نے ایک عالم کو مسخر کیا اس کے حالات تاریخ فرشتہ اور تاریخ گجرات میں پڑھے جا سکتے ہیں۔

اس طرح ساٹھ ستر سال تک رایان چھتری ایک کے بعد ایک سلطنت پر مسند آرا

ہوتے رہے۔ اس دور میں سلطنتِ بہمنیہ کے سلاطین یعنی مجاہد شاہ بہمنی اور احمد شاہ بہمنی نے ترقی کی اور قلعہ اسیر، جنیر، وادگیر اور دیوگیر عرف دولت آباد اور شہر بیدر کو اپنے تصرف میں لے کر اس پر قابض ہو گئے۔۔ رایل اور اس کی رعایا مسلمانوں کی شمشیر سے خائف رہتے تھے اور اپنے اوقات اس طرح گذارتے تھے کہ ان کا ملک سلاطین اسلام کی فوجوں سے محفوظ رہے۔

اس طرح جب چھتریوں کی حکومت ہری چند رایل کے چوتھے نواسے پرتاپ رایل تک پہنچی تو اس نے اپنے باپ دادا کے طریقے کو چھوڑ کر لشکر آلات حرب وضرب جمع کرنا شروع کیے۔ اس کے علاوہ اس نے کئی ہاتھی بھی خریدے۔ اس نے فوج میں راجپوتوں اور مسلمانوں کو بھی بھرتی کیا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ رایلوں کا ہر شخص آنحضرتؐ فلک مرتبت یعنی حضرت سید بابا فخر الدین اولیاءؒ کی مزار مبارک پر حاضری دیتا اور سال بسال نذر و غلاف روانہ کرتا تھا۔

کچھ مدت بعد سلطان احمد بہمنی نے لشکر کشی کی اور رایل کو جو جنگ کرنے پر مستعد تھا کو شکست دی۔ احمد شاہ نے بیدر کو اپنا دار السلطنت مقرر کیا۔ مذکورہ رایل سترہ (۱۷) سال تک ملک گیری کی کوشش اور حسرت کرتے ہوئے انتقال کر گیا۔ اسے چونکہ صاحب شوکت فرزند نہیں تھا اس لیے اس کے کارپردازوں نے اس کے ہمشیرہ زادے کو جس کا نام دیو رایل تھا سلطنت پر بٹھایا اور خود اس ملک کا انتظام کرنے لگے۔

کچھ مدت بعد سلاطین تیموری یعنی مغل بادشاہ کی جانب سے ایک امیر صاحب تدبیر سلاطین گجرات اور بہمنیہ کی مدد اور ان کے اتفاق اور رہنمائی میں لشکر کشی کرتے ہوئے آنے گنڈی تک آ پہنچا۔ اس نے چھتریوں کے کثیر لشکر کو غارت کرنے کے بعد ان راجاؤں سے شایان شان پیشکش وصول کی اور دوستی کے لیے صلح کر لی۔ اس زمانہ سے یہ دستور ہو گیا کہ دو تین سال گذرنے کے بعد ایک امیر کی معاونت میں جو سلاطین دکن کا وکیل ہوتا تھا ایک مخملی زردوز مصحوب جوتا آنے گنڈی کو روانہ کیا جاتا اور اس مقام کا راجہ اس پاپوش کو پوری شان و شوکت سے آگے بڑھ کر وصول

کرتا اور امیر کا استقبال کرتا تھا اور مقررہ پیشکش ادا کرتا تھا۔ اس دستور پر قائم رہتے ہوئے مذکورہ رائل نے بیالیس سال (42) حکومت کی اور ایک مہلک مرض میں مبتلا ہو کر انتقال کر گیا۔

اس کے بعد اس کا بیٹا ویر بھدر رایل سلطنت پر فائز ہوا۔ اس نے اپنے باپ دادا کے قاعدہ کے مطابق ذی احتشام سلاطین کے ساتھ دوستی اور مصالحت کا طریقہ جاری رکھا۔ اس کے دور میں جنوبی علاقہ میں اکثر شہر اور آنے گنڈی کے آس پاس کے علاقے کو آباد کیا۔ اس نے تمام کرناٹک بالا گھاٹ اور پائین گھاٹ میں لائق، کفایت شعار اور عالم نواز کارکنوں کو مقرر کیا۔ اس نے کئی شہر آباد کئے اور قلعے تعمیر کروائے۔ اس نے سلاطین کو نیچا دکھانے کے لیے کثیر لشکر جمع کیا لیکن اپنی حکومت کے دسویں سال میں سکتہ کے مرض میں مبتلا ہو کر انتقال کر گیا۔

اس کے بعد اس کا لڑکا نرسمہا رایل جلوہ افروز سلطنت ہوا۔ اس کے دور حکومت میں ملک وراج کی رونق بڑھی۔ اس نے پائین گھاٹ میں کئی قلعے تعمیر کروائے۔ اس کے علاوہ اس نے اپنے دارالحکومت کے مشرق میں کئی عظیم شہر جیسے قصوبہ، ٹیلور، دانگل، دیرسسنکار کنڈہ، سیکا کول وغیرہ آباد کروائے۔ اس طرح آنے گنڈی اور اگنی کے جنوب میں موجود شہر جیسے ترنگی، کندرپی وغیرہ بھی آباد کروائے۔

رایل مذکور اگرچہ نیک نیت، رعیت پرور اور لشکر نواز تھا لیکن اولاد نہ ہونے کی وجہ سے اکثر اداس اور تشویش میں مبتلا رہتا تھا۔ وہ بچوں کی آرزو میں آنسو بہایا کرتا تھا۔ اس کے لئے وہ سادھو سنتوں اور خدا پرست بزرگوں سے التماس اور عاجزی کے ساتھ دعا کروایا کرتا تھا۔

ایک دن ایک منجم نے تقویم کی رو سے دریافت کرنے کے بعد بتایا کہ اگر رائل ایک مقررہ وقت پر غسل کر کے پوجا پاٹ ادا کرنے کے بعد اپنی بیوی سے ہمبستری کرے تو اغلب ہے کہ بھگوان جو اس جہاں کو بنانے والا ہے اسے اقبال مند وقوی بازو پسر عطا کرے گا۔ رایل اس جانفزا خبر کو سن کر بے حد خوش ہو گیا۔ اسے گویا نئی زندگی مل گئی اور وہ اس وقت کا انتظار کرنے لگا۔

پجاری کے بیان کے مطابق جب مقررہ وقت آ پہنچا تو اس نے حسب ہدایت غسل کیا اور پوجا پاٹ سے فارغ ہو کر جلدی سے وہ اپنی خواب گاہ میں پہنچا۔ اس وقت اتفاق سے اس کی زوجہ ابھی تک اپنے آرائش میں لگی ہوئی تھی اور ایک کنیز بستر استراحت درست کرنے کے لئے کمرہ میں موجود تھی۔ راجہ نے کنیز کو بیوی سمجھتے ہوئے اس کے ساتھ ہمبستری کی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد اس کی بیوی بھی وہاں پہنچی۔ اس نے بیوی کے ساتھ بھی مباشرت کی۔ کنیز اور رانی دونوں کو حمل ٹھہر گیا۔ اس طرح دونوں نازنینوں کو بیٹے پیدا ہوئے۔ کنیز کے فرزند کا نام کشن رایل اور رانی کے پسر کا نام ویرنرسمہا رائل رکھا گیا۔ رایل کا دل ان دونوں کو پا کر چمن کی طرح کھل اٹھا۔ وہ ان دونوں نونہالوں کی پرورش دولت و اقبال میں سر مو فرق کیے بغیر کرنے لگا۔ تاہم اسے بہادری، جلاوت، دانائی اور جرأت کے آثار کشن رایل میں زیادہ نظر آئے اس لئے وہ اسے ترجیح دینے لگا۔ اسی لئے رانی کشن رایل سے جلنے اور خار کھانے لگی۔ اس طرح وہ موقع ملنے پر اسے ایذا پہنچانے بلکہ قتل کروا دینے کے متعلق سوچنے لگی۔ کشن رایل کے طالع اور یاوری سے رایل کے جاہ و جلال میں دن بدن ترقی ہونے لگی۔ سلاطین بہمنی اپنے آپسی تنازع کی وجہ سے اس کی مدد طلب کرنے لگے۔

اسی دوران معمول کے مطابق رایل ایک رات اپنی خواب گاہ میں پہنچا اور اپنی دستار (پگڑی) کرسی پر رکھ کر سو گیا۔ اس وقت اس کا سکۂ حکمرانی دستار ہی میں موجود تھا۔ رانی کی نظر جب اس پر پڑی تو اس نے رایل کی نظر سے چھپ کر سکۂ حکمرانی اٹھا لیا اور اسے لے کر وہاں سے روانہ ہو گئی اور کارپرداز (وزیر) کے نام رایل کی جانب سے ایک خط لکھ کر حکم دیا کہ کشن رایل کو فوراً راتوں رات قتل کر کے اس کی آنکھیں نکال کر حضور کے آگے پیش کی جائیں۔ خط لکھنے کے بعد اس نے اس حکمنامہ پر مہر لگا کر کارپرداز کو روانہ کر دیا۔

کارپرداز جس کا نام راما تھا بیحد دانا اور اس دنیا کے معاملات سے اچھی

طرح واقف تھا۔ اسے اپنے ولی نعمت کی مہر اس خط پر دیکھ کر بے حد حیرت ہوی اور اس نے سمجھ لیا کہ ہو نہ ہو یہ اسی رانی کا فتور ہے۔ کار پرداز کشن رائل کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے گھر لے گیا اور تہ خانے کے ایک حجرے میں اسے چھپا دیا۔ اس نے انسانوں کی آنکھوں سے ملتی جلتی ایک ہرن کی آنکھیں نکال کر انہیں رایل کے زنانہ میں روانہ کر دیا۔

جب صبح ہوی اور کشن رایل راجہ کے پاس نہیں پہنچا تو رایل نے کار پرداز سے دریافت کیا کہ کشن رایل کہاں ہے۔ کار پرداز نے رات کا لکھا ہوا خط رایل کی خدمت میں پیش کر دیا۔ رایل یہ خط دیکھ کر اپنی بیوی کے فتنہ اور فساد کو سمجھ گیا اور غم اور غصہ کے سمندر میں ڈوب گیا اور اس نے سوچا کہ اس غلطی کے پاداش میں اپنی پست فطرت عورت کو قتل کرا دے لیکن یہ سوچ کر کہ ناقص عقلوں سے انتقام لینا خرد مندوں کی فطرت کے خلاف ہے اسے معاف کر دیا۔

اسی طرح اسے مسند آراء ہوئے پندرہ سال گزر گئے۔ طالع آور بیٹے کے سوگ میں اس کا دل فرمانروائی سے بیزار ہوگیا۔ وہ اس وقت موجود فرزند کو مسند نیابت پر بٹھا کر گوشہ نشین ہوگیا۔ لیکن مصلحتاً اس نے مہر سکۂ ملک رانی اپنے ہی پاس رکھی۔ اس نے زمام حل وعقد اور امور سلطنت بیٹے کے حوالے نہیں کئے۔ اس کے علاوہ کارکنوں کی ترقی وتنزل اور قلعداروں کو مامور کرنے کا کام اپنے ہی ہاتھوں میں رکھا۔

اس طرح بارہ سال گذر گئے جب اس کا آخری وقت آپہنچا تو اس نے اپنے کار پرداز سے کہا کاش کہ اس وقت کشن رایل ہمارے پاس ہوتا۔ کار پرداز نے کہا آپ جس کسی کا بھی ہاتھ پکڑ لینگے وہ کشن رایل بن جائے گا۔ آپ جہاں بھی اسے نام لے کر پکار ینگے وہ حجرۂ غیب سے (چھپی ہوئی جگہ سے) چلا آئے گا۔ یہ بات سن کر وہ بے حد خوش ہوگیا۔ اسے یقین ہوگیا کہ اس کا بیٹا زندہ ہے۔ فرط تمنا اور مہر پدری کے جوش سے مغلوب ہو کر اس نے وہاں پر موجود لوگوں کو حکم دیا کہ ابن فخر دودمان دولت کو عالم وجود میں لے آئیں یعنی فرزند کو پیش کریں۔ حاضرین نے فوراً

کشن رایل کواس کے آگے پیش کیا۔ جیسے ہی کشن رایل پراس کی نظر پڑی اس کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو بہنے لگے۔ فرطِ محبت سے اسنے رایل کو گلے سے لگالیا۔

رایل نے فرمانروائی کی انگوٹھی اپنی انگلی میں پہنتے ہوئے کشن رایل کے آگے پیش کی۔ اس ریاست میں یہ دستور تھا کہ ولی عہد خنجر سے انگلی کاٹ کر مہر حکومت حاصل کرتا تھا۔ اس دستور اورعقیدہ کے مطابق کشن رایل نے سفاکی کے ساتھ خنجر کھینچ کر انگلی کاٹ دی اور انگوٹھی حاصل کر کے دستور کے مطابق آداب بجالایا اور وہ وہاں سے اپنی ماں کے گھر روانہ ہوگیا۔ کچھ دنوں بعد رایل کا انتقال ہوگیا۔ رایل کی وصیت کے مطابق کارپردازوں نے کشن رایل کو مسندراجگی پر متمکن کیا۔ اس کے بھائی ویرز سمہارایل کو چندرگیری کی حکومت پر بٹھایا گیا۔

کشن رایل نے مسند حکومت وریاست پر سرفراز ہوکر لشکر، جنگی ساز وسامان اور جنگی ہاتھیوں کو جمع کرنے کا کام شروع کیا۔ اس نے ریاست کا کاروبار سیاست کے ساتھ کرنے کا فیصلہ کیا۔ جب اسے اس بات کا یقین ہوگیا کہ اس کے پاس ملک گیری کی کافی استعداد پیدا ہوگئی ہے تو اس نے فدائیان بہمنیہ سے مقابلہ ومجادلہ کرنے کا فیصلہ کیا اور فوج کے ساتھ روانہ ہوگیا۔

محمود شاہ بہمنی سلطنت بہمنی کی دولت وجاہ کے خاتمہ کا سبب بنا۔ ہر جنگ میں اسے کشن رایل کے ہاتھوں شکست ہوتی رہی۔ اور رایل کی سپاہ قوی ہوتی گئی۔

بالآخر محمود شاہ رائچور کے نواح میں اعداد شکنی کے عزم سے نکلا۔ جنگ کے دوران گھوڑا دوڑاتے وقت گھوڑے کا پاؤں میدان جنگ میں موجود گھاس میں پھنس گیا۔ گھوڑا اپنے سوار کے ساتھ گر گیا۔ محمود شاہ کا سر پھٹ گیا۔ لشکر شاہ میں بھگدڑ مچ گئی۔

قاسم خان بریدالملک نے اس موقع کو غنیمت جان کر بہمنیوں کی سلطنت پر قبضہ کرلیا۔ اور ملک ومال اور حرم بادشاہی پر اپنا تصرف کرلیا۔ اس کے علاوہ اس نے غلط فیصلہ کرتے ہوئے کشن رایل سے مدد طلب کی۔ قاسم خان نے دولت بہمنیہ کو تاراج وبرباد کردیا اور اس کے بہی

خواہوں کو رنجیدہ کیا۔ یہ حالت دیکھ کر یوسف عادل خاں بیجاپوری' سبحان قلی قطب الملک گولکنڈوی' عمادالملک براڑی اور ملک احمد بحری نظام جنیری نے جو کہ با اقتدار امراء' صاحب جاہ وحشم اور بے قیاس دولت کے مالک تھے اس بات کا فیصلہ کیا کہ وہ بیجاپور' گولکنڈہ' براڑ اور جنیر پر قابض ہو جائیں۔ اس طرح انہوں نے ان سلطنتوں پر جلوس کیا۔ چونکہ انہوں نے رایل مذکور سے آشتی کر لی تھی اس لئے قوی باز وہو کر حکومت کرنے لگے۔ لیکن یہ لوگ اس کے فریب سے غافل نہیں تھے۔

جب راجہ نے معمول کے مطابق تین سال تک زر نعل بہاد ہلی کو روانہ نہیں کیا تو شاہ دہلی نے معمول کے مطابق ایک پاپوش اپنے ایک وکیل کے ذریعے روانہ کی۔ کشن رایل اپنی دولت اور فوج کے سبب کافی مغرور ہو چکا تھا اسلئے اس نے اگرچہ وکیل کا استقبال کیا۔ لیکن آداب کے جو اصول تھے انہیں پورا نہیں کیا۔ اس نے ایک جوتی دیکھ کر سوال کیا کہ آخر میں ایک جوتی لے کر کیا کرونگا دوسری جوتی بھی پیش کریں تو اس کی قیمت ادا کر دونگا۔

یہ بات سن کر وکیل اور اس کے ساتھی غیظ وغضب میں بھر گئے۔ انہوں نے جنگ کی ٹھانی مگر رایل کی کثیر افواج سے مغلوب ہو کر فرار ہو گئے۔ کشن رایل نے انکا پیچھا کیا اور دارالحکومت کے شمال میں دریائے نربدا تک اکثر شہروں پر قبضہ کر لیا۔ اس نواح کے تمام راجاؤں اور زمینداروں نے اس کی باج گذاری قبول کر لی۔ امراء بہمنیہ بھی مطیع اور خوفزدہ ہو گئے۔ اس کی سلطنت اور فرمانروائی کا دبدبہ اطراف واکناف دکن میں ہو گیا۔ ہر کوئی چاہے وہ ہندو ہو یا مسلمان سپر انداز ہو کر اس کا باجگذار ہو گیا۔

اس کا غرور مملکت اور اقبال روز افزوں بڑھتے گئے اس نے تین چار ہزار جنگی ہاتھی اپنی حکومت میں جمع کر لئے پچیس سال تک مخالفین کی کامیابی کے ساتھ سرکوبی کرتے ہوئے انتقال کر گیا۔ بعض لوگوں نے بتایا کہ اس کی موت استسقاء (جگر کی بیماری جس میں ہاتھ پیر پھول جاتے

ہیں) کے مرض میں مبتلا ہو کر ہوئی۔

چونکہ اسے ایک شادی شدہ دختر کے سوا کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی اسلئے ارکان واعیان دولت نے اسکے سگے بھائی اچھوت راج کو مسند پر بٹھایا اور وہ باپ اور بھائی کی روایت اور قاعدہ کے مطابق ملک کا نظم ونسق چلانے لگا۔

اس زمانہ میں قاسم خان برید الملک نے سر میں شورش بھر کر ملک گیری کی ہوس میں کثیر لشکر جمع کیا اور اپنے پاؤں حدود سے آگے بڑھانے لگا۔ یہ صورت حال دیکھ کر مذکورۂ بالا چاروں امراء یوسف عادل شاہ، سبحان قلی، عماد الملک اور ملک احمد بحری) نے اپنے اپنے لشکر کے ساتھ جنبش کی اور کوہیر کے نواح میں قاسم خان کو قتل کر دیا۔ انہوں نے ملک بیدر اور اسکے ماتحت علاقہ کو اپنے درمیان تقسیم کر لیا۔

اس دوران اچھوت راج جس کی قسمت میں ترقی جاہ وحشم تحریر نہیں تھی دوسرے سال اس جہاں فانی سے کوچ کر گیا۔ اس کے بعد متوفی کشن رایل کے داماد رام راج کو چھتریوں کے مسند امارت پر متمکن کیا گیا۔ وہ ملک ولشکر پر قبضہ کر کے داد ودہش سے حکومت کرنے لگا۔ اسنے قلعوں کو مضبوط کیا اور ان پر اپنے بھائیوں کو مقرر کیا۔ صوبہ ادھونی پر اپنے بھائیوں کنم راج اور گووند راج کو مامور کیا۔ اس نے اکثر راجوں اور اراکین کرناٹکیں میں تبدیلی کی چند کو معزول اور چند کا تقرر کیا۔

کچھ مدت بعد مرتضی نظام شاہ بن حسین نظام شاہ بن برہان نظام شاہ جنیری اور علی عادل شاہ بن ابراہیم عادل شاہ بن اسماعیل محمد عادل شاہ بن یوسف عادل بیجاپوری کے درمیان ملک ومال کی حرص کیلئے جنگ وجدال اور قتل وغارت گری کا بازار گرم ہو گیا۔ عادل شاہ کو نظام شاہی لشکریوں کے ہاتھوں شکست ہوئی۔ عادل شاہ نے لاکھوں کا سونا چاندی دیگر راجہ کو اپنی مدد کے لئے طلب کیا۔ راجہ نے اہل اسلام کو شکست دینا فوز عظیم اور اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کے

باعث سمجھا۔ اسنے ایک گراں فوج کے ساتھ احمد نگر اور جنیر کے آس پاس کے علاقہ میں آتش زنی اور غارت گری شروع کر دی۔ وہ اس علاقہ کی تمام سرزمین اور رعایا کو خراب وتاراج اور خاک سیاہ کے برابر کرنے لگا۔ جب آتش فتنہ وفساد ختم ہوا اور آشتی اور سکون پیدا ہوا تو راجہ نے علی شاہ شہر یار کی جانب سے کثیر سامان غنیمت بطور خراج حاصل کیا اور وہاں سے لوٹ گیا۔

اسی دوران اس کے بھائیوں نے جو ادھونی میں مامور تھے راجہ کو مشغول پا کر فتنہ انگیزوں کی ایک جماعت کی حمایت سے قلعوں اور بیجی نگر کے چند تعلقات پر قبضہ کر لیا۔

جب رام راجہ نے اپنے اطراف عظیم فتنہ اور بے دولتی اور اپنی فوجوں کے شکست کے آثار دیکھے تو متحیر اور متفکر ہو کر ایلچیوں کو نصیحت اور مواعظ کے ساتھ اپنے بھائیوں کے پاس روانہ کیا اور ان کی دلداری اور دل جوئی کی۔ لیکن چونکہ ان کے پاس بے حساب فوجیں جمع ہو گئیں تھیں اور چند مستحکم قلعے بھی موجود تھے اس لئے انہوں نے اپنے بھائی کی نصیحت کی پرواہ نہیں کی بلکہ جنگ کی تیاری کرنے لگے۔

راجہ نے جب دیکھا کہ خود اس کی سلطنت کے اکثر راجے اور قلعداران کی موافقت کرنے لگے ہیں تو اس نے اپنے ارکان دولت سے مشورہ کیا۔ ان کی تجویز پر ابراہیم قطب شاہ گولکنڈوی کی خدمت میں وکیل روانہ کر کے اس سے مدد طلب کی۔ دونوں بادشاہان ذیجاہ نے اس کی اس درخواست کو مغتنم جان کر اس کی خواہش کے مطابق سوار و پیادہ اور سامان رسد وغلات روانہ کئے۔

اس نے شاہان با تمکین کی فوجوں کی مدد سے فتنہ باز بھائیوں کو اپنے حیطہ اطاعت میں داخل کر لیا۔ قلعہ ادھونی اور اس کے محلات اور مواضعات اپنے قبضہ میں لے لئے۔ لیکن جو فتنہ اس کے ارا کین دولت نے شروع کیا تھا وہ بالکل فرو نہیں ہوا۔ ہر گوشہ سے فتنہ انگیزی سر اٹھانے اور اس کے حیطہ امکان اور فرمان سے آگے بڑھنے لگی۔ لڑائی کا امکان پیدا ہو گیا۔ اسی لئے اس نے

بادشاہان اسلام سے التجا کی۔انہیں بے شمار تحائف اور ہدیے روانہ کئے۔ چونکہ اسے زوال سلطنت کا خدشہ پیدا ہوگیا تھا اسلئے اسنے فراست اس میں دیکھی کہ نخوت وغرور کو دور کر کے صفائی باطن اور سلامتی کی راہ اختیار کرے۔

اسی دوران ابراہیم عادل شاہ بیجاپوری اس دنیائے فانی سے کوچ کر گیا۔ چونکہ اس کا خلف صدق صرف بارہ سال کا تھا اسلئے بادشاہی کے مہمات جزوکل سے عہدہ برآ ہونے کے لائق نہیں تھا۔اسی سبب اس کے ارکان دولت میں قصور اور فتور پیدا ہوگیا۔ چنانچہ نظام شاہ اور قطب شاہ نے بار بار بیجاپور پر لشکر کشی کی۔عادل شاہ میں ان دوخونخوار شیروں سے مقابلہ ومجادلہ کی طاقت نہیں تھی اسلئے اس نے راجہ کی پناہ حاصل کی اور اس کے صلاح ومشورہ سے حکومت کرنے لگا۔

اس واقعہ سے قبل جمشید شاہ نے جو ابراہیم قطب شاہ کا بڑا بھائی تھا حیدرآباد پر قبضہ کرلیا۔اس لئے ابراہیم قطب شاہ دارالسلطنت نے جان بچانے کے لئے نکل کر آنے گنڈی میں پناہ گزیں ہوگیا۔ بالآخر راجہ کی مدد سے تلنگانہ کی حکومت پر سریرآرا ہوا۔راجہ نے ان واقعات سے یہ باور کرلیا کہ بیجاپور اور تلنگانہ کی تمام سلطنت اور مملکت اس کے قبضہ میں ہے۔

غرض انہیں دنوں راجہ کو جس نے چند دنوں کے لئے پنوکنڈہ کو اپنا مستقر بنایا تھا تمراجہ بن سری جنگل راج ناظم چنگلپیٹ کے متعلق جانکاری حاصل ہوئی۔چنگلپیٹ کرناٹک پایانگھاٹ میں سمندر سے مشرق کی جانب آٹھ کردہ کے فاصلہ پر ہے۔تمراج شجاعت ومردانگی حسن وجمال اور فرزانگی میں سرآمدہ تھا۔وہ راجہ کے معاصرین اور بیجی نگر کے تابعین میں سے تھا اسلئے راجہ نے اسے ملاقات کے بہانے طلب کیا۔لیکن تمراجہ نے بغاوت کرتے ہوئے انکار کردیا۔راجہ کے اعیان وارا کین میں کسی بھی شخص میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اس کی تادیب کر سکے۔تاہم تمراجہ نے حلال نمکوں کے قاعدہ کے مطابق اس کی طلبی پر سفر کا تہیہ کرلیا اور اپنی روانگی کا جھنڈا قلعہ سے باہر لگوادیا۔لیکن یکایک جھنڈے کا ستون ٹوٹ کر نیچے گر گیا۔تمراجہ کے ماموں پھوپٹ راج دیگر ہوا

خواہوں اور منجموں نے اس طرح علم ٹوٹنے کو بدشگونی قرار دیتے ہوئے سفر منسوخ کرنے کی درخواست کی۔ ایک برہمن نے کہا کہ اس رات کانچی کے مندر کے بت نے خواب میں آکر اس سے کہا ہے کہ راجہ یہ سفر منسوخ کر دے مگر تمراجہ نے اپنی شجاعت کے غرور میں کسی کی نہ مانی۔ وہ قلعہ اس کے تابعین اور تمام اسباب ثروت کو اپنے عم (چچا) کے حوالے کرتے ہوئے ایک ہزار خون آشام پیادہ فوج اور پانسو شجاعت آثار سواروں کے ساتھ نیجی نگر کو روانہ ہو گیا۔

بدقسمتی سے پہلی منزل میں کوہ سیورم کے متصل ایک صیاد نے ایک خرگوش کو تیر سے زخمی کر دیا اور زخمی خرگوش نے اس کے سامنے آکر تڑپ تڑپ کر جان دیدی۔ اس کے رفیقوں نے اسے بھی بدفال سمجھتے ہوئے آگے بڑھنے سے روکا۔ لیکن اس نے کہا جو بھی خدا چاہتا ہے وہ ظہور پذیر ہوتا ہے صاحب عزم و شوکت اس طرح کے واقعات سے متغیر نہیں ہوتے۔

الحاصل وہ قطع منازل کرتا ہوا پنوکنڈہ پہنچا۔ قلعہ کا دروازہ بند تھا لیکن وہ راجہ کی اجازت کا انتظار کیے بغیر ہاتھی پر سوار ہو کر نقارہ بجاتے ہوئے راجہ کے محل خاص کے دروازہ تک بڑھ گیا۔ راجہ کو یہ بے ہنگم اور کان پھاڑنے والی آواز سنائی دی۔ وہ بالائے بام آکر سوار کے کرّ و فر اور اس کے رخ زیبا کا نظارہ کرنے لگا۔ وہ آتش قہر و غضب میں جلنے لگا۔ اپنے آس پاس موجود حاضرین سے اس نے دریافت کیا کہ یہ کون بے ادب اور شوخ چشم ہے جو ایسی دلیری رکھتا ہے۔ حاضرین نے جواب دیا کہ یہی تمراجہ ناظم چنگل پیٹہ ہے جو حسب طلب حاضر ہوا ہے۔ راجہ نے اس کی ہیبا کی اور رعب و داب سے مرعوب ہو کر مصلحتاً اس سے سرسری ملاقات کی اور حصار قلعہ سے باہر مغرب کی جانب خیمہ زن ہونے کی اجازت دی۔

دوسرے دن راجہ نے اپنے کارپردازوں سے صلاح مشورہ کیا اور کہا کہ ایسے دلیر و شجیع شخص کو جسے رستم وقت کہیں تو بیجا نہ ہوگا اپنی قلمرو و ریاست میں رکھنا غیر مناسب ہے اگر خدانخواستہ اس کے دل میں خیال فاسد اور اندیشہ بد پیدا ہو جائے اور وہ لشکر جمع کر لے اور اس کی دسترس میں

بیجی نگر کے تعلقات اور پرگنات ہو جائیں تو پھر اس سے مقابلہ کی قوت کسی میں نہیں ہو گی۔ اس لئے اس وقت اس کی سوئے ادبی سے اغماض کرنا ملک اور لشکر میں خلل اور فساد پیدا کرنے کا سبب ہو گا۔ اس بارے میں تمہاری صوابدید اور رائے پیش کرو۔ سبھی ارا کین سلطنت نے اس مقولے پر عمل کرتے ہوئے کہ سلطان کی رائے کے خلاف رائے دینا اپنے ہی خون سے ہاتھ دھونے کے مصداق ہے۔ اتفاق رائے سے کہا کہ راجہ کی پسند عین صواب اور عبرت ملک و دولت ہے کیونکہ جنوبی کرناٹک پایاں گھاٹ کے اکثر راجے اور زمیندار اس کے ساتھ باب رسل ورسائل اور پیام و کلام کھولے ہوئے ہیں اس لیے اس کی سوئے ادبی سے اغماض کرنا دولت و اقبال عدل و مال سے ہاتھ دھونا ہے۔

ایک اور جگہ اس طرح لکھا ہوا ہے کہ جب تمراجہ پنوکنڈہ فائز ہوا اس نے اپنے سواروں کے طمطراق سے سارے شہر کے لوگوں کو گرویدہ کر لیا اس وقت راجہ خود مضطرب ہو کر بالائے بام جا کر یہ منظر دیکھنے لگا۔ اس وقت راجہ کی منظور نظر جو اسے جان سے بھی زیادہ عزیز تھی۔ بالا خانہ کے غرفہ سے اس جوانمرد کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کے مردانہ جاہ جلال پر فدا ہو گئی۔

اس فاحشہ نے اسی وقت راجہ سے رخصت چاہی اور اپنے نوکر کے ذریعے تمراجہ کو مجرا کے بہانے طلب کیا۔ تمراجہ خالی الذہن اور ان لومڑی صفت عورتوں کی چال اور دغا و فریب سے ناواقف تھا اس لیے بلاتوقف محل سرا میں داخل ہو گیا۔ اس نے آداب فرزندانہ اور نذر جو کہ اس قوم میں جاری تھے ادا کئے اور ادب سے ایک جانب کھڑا ہو گیا۔ زن بد باطن نے شہوت نفسانی سے مغلوب ہو کر تمراجہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے کھینچتے ہوئے اپنی خواب گاہ میں لے گئی اور امر شنیعہ کی مرتکب ہوئی۔ اور مطالبہ کیا کہ وہ اس کی خواہش نفسانی پوری کرے۔ تمراجہ عورت کے اس مطالبہ سے سخت ناخوش اور مجتنب ہو گیا اس نے کہا میں راجہ کا نوکر ہوں اور اس ناطے تمہارے فرزند کے مانند ہوں اور تم میری ماں کے سمان ہو۔ کس ملت اور مذہب میں ماں کے ساتھ اس طرح کی حرکت

جائز ہے؟۔ بجو کچھ بھی ہو رام قسم میں اس امر میں رام نہیں ہوں گا۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے روانہ ہو گیا۔

فاحشہ اپنی حاجت پوری نہ کر سکی اور غضب ناک ہو کر اپنے کمرہ میں چلی گئی۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ پر فریب عورت سے ہزار شیطان عالم خواب میں بھی پناہ مانگتے ہیں۔ وہ یہ سوچ کر کہ کہیں رات کا راز فاش نہ ہو جائے خوفزدہ ہو گئی۔ صبح ہوئی تو خود سر کے بال کھولے ساڑی کا پلو زمین پر گرائے جہالت اور مایوسی سر سے پیر تک طاری کئے راجہ کے حضور میں پہنچی اور بے حیائی کے آنسو اپنی پر فریب آنکھوں سے بہاتے ہوئے کہنے لگی حضور نے عجیب ناموس شکن شہوت باز نوکر رکھے ہیں کہ آج میرا دامن عصمت جو کہ سالہا سال سے قائم تھا تار تار ہوتے ہوتے رہ گیا۔ راجہ نے حالات کی تفصیل دریافت کی۔ فاحشہ نے کہا۔ وہ میرے حسن و ادا پر فریفتہ ہو کر میرے پاس چلا آیا۔ میں نے مہر مادری سے مغلوب ہو کر اسے اپنے پاس بٹھا لیا۔ اس نے اپنا ناپاک ہاتھ میرے شموش گنجینہ سینہ پر دراز کر دیا اور چاہا کہ ان سیاروں کو اپنے بے حجاب ہاتھوں سے ملوث کر دے اور میرے چمن رخ رنگ بخش کے ضد چمن کو بوسوں سے آلودہ کر دے اور خطوط نفس و شہوت سے مہاراج کے دار السرور کو اپنے تصرف میں لے آئے۔ لیکن میں نے ہرگز ہرگز اپنا جسم اس کے حوالے نہیں کیا۔ اس وقت یہ امید کرتی ہوں کہ اسے جلد از جلد اس جرم کے پاداش میں سزا دی جائے گی۔

راجہ نادان منش نے اس تہمت کو سچ سمجھ لیا اور ناحق اس نوجوان کے قتل کے در پے ہو گیا اور مشورہ کرنے لگا۔ غرض اس بات کا فیصلہ کیا گیا کہ اسے ضیافت اور ضروری گفت و شنید کے بہانے بلا کر قلعہ کے اندر قتل کر دیا جائے۔

دوسرے دن قرار کے مطابق اسے طلب کیا گیا اور وہ بے گناہ میران خان شجاعت پیشہ اور چند سواروں اور پیادوں کے ساتھ قلعہ کے اندر داخل ہوا قلعہ کے دروازے بند کر دئے

گئے۔ اس طرح اس کی واپسی کی راہ مسدود کردی گئی۔ راجہ کے سپاہی جو کمین گاہ میں تیغ اور کوپال لئے ہوئے اس کے منتظر تھے ان کے آگے کود پڑے پیادوں نے کتوں کی طرح عوعو کرتے ہوئے ان شیران تہور شان پر حملہ کردیا جب تمراجہ کو راجہ کی دغابازی کا اندازہ ہوگیا تو وہ اپنے ہاتھی سے اتر کر دلچسپ نامی گھوڑے پر سوار ہوگیا اور رستم صفت سیران خان اور دیگر جانبازان سہراب منش کے ساتھ میدان جنگ میں دادِ مردانگی دینے لگا اس وقت اس نے ایسی دادِ شجاعت دی کہ اس بے مہری کے باوجود لوگ آج بھی اس کی جانبازی پر ابر گہر بار کی طرح آنسو بہاتے ہیں۔

الحاصل ان جانباز مردوں نے قلعہ کے در و دیوار اور کوچہ و بازار کو ان کینہ سے بھرے ہوئے ناتجربہ کار لوگوں کے خون سے رنگتے ہوئے بلکہ یہاں کے تمام لوگوں کو زیر و زبر کرتے ہوئے راجہ کے محل تک پہنچے۔ جہاں ایک کثیر انبوہ محل کی نگہبانی کر رہا تھا۔ ان لوگوں نے چونٹیوں اور مکوڑوں کی طرح ان کا گھیرا کرلیا اور تمراجہ اور اس کے ساتھیوں کو جو شیرانِ میدانِ بہادری تھے ہلاک کردیا۔

اس واقعہ کے بعد جو کہ صریحاً جور و ظلم و بے داد تھا اکثر راجے اور زمیندار اور اعیانِ دولت اپنی اپنی جگہ بدظن اور وہم میں مبتلا ہوگئے۔ انھوں نے شاہانِ مدار یعنی قطب شاہ و علی عادل شاہ کو تحفے تحائف اور ہدیے روانہ کرتے ہوئے درخواست کی کہ ظالم راجہ کی حکومت ختم کریں۔

اسی دوران اس قادر حشمت و جاہ نے دینِ اسلام سے تعصب کے سبب چند مشائخین دین راسخ کو جو کہ اس کی قلمرو میں سکونت اختیار کئے ہوئے تھے۔ طلب کیا اور امتحان کے طور پر دینی مباحثہ شروع کردیا۔ چونکہ یہ لوگ سوال و جواب میں دلائل و براہین سے صریح طور پر غالب آگئے تھے اس لئے انھوں نے کنایتاً ان کے مذہب کی اہانت ظاہر کی۔ اس ملعون بے باک نے راہ دغا اختیار کرتے ہوئے انھیں ضیافت دی۔ اس نے دھوکے سے بھیڑ کے گوشت کے ساتھ خنزیر کا گوشت انھیں ملا کر کھلا دیا۔ یہ بات جب ان مشائخین کو معلوم ہوئی تو ان میں سے چند نے

زہر ہلاہل کھا کر کر جان دے دی اور بعضوں نے اپنی زبان کاٹ کر اس کے دیوان خانے پر دے ماری اور اس طرح راہ عدم اختیار کی۔ دینداروں کی اس خونریزی نے اس کی دولت کی بنیاد کھوکھلی کر دی۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایران کی قوم سادات کا ایک شخص تجارت کے عزم سے اس کی ریاست میں پہنچا تاجروں کے قاعدہ کے مطابق اس نے ایک دوکان کھول لی۔ ایک دن وہ غسل کے ارادہ سے آبادی میں غسل خانہ کی تلاش میں نکلا تلاش و جستجو کے بعد اس بے دین کے غسل خانہ میں جہاں کا پانی پاک وصاف تھا پہنچا اور غسل کرنے لگا۔

دوسری جگہ میں نے یہ لکھے ہوئے دیکھا ہے کہ تاجر مذکور نے ایک دن دہی فروش کے برتن میں دہی کی ترشی و شیرینی جانچنے کے لئے اپنی انگلی ڈال کر اسے چاٹا۔ غرض اس معمولی سی غلطی پر دین و اسلام کے دشمنوں نے یہ خبر اس نار جہنم جاہ کے گوش گزار کی۔ راجہ نے عناد دینی کے سبب بلا تامل حکم صادر کیا کہ اس بیچارہ کا سیدھا ہاتھ پنجہ تک کاٹ دیا جائے اس نے اہانت کے ساتھ اس واقعے کو شہرت دی اور اسے شہر بدر کر دیا اور اس کا سارا مال و متاع اپنے نجس خزانہ میں جمع کر والیا۔

تاجر مذکور غیرت دین کے سبب شاہان اسلام کی خدمت میں جو کافی طاقتور ہو چکے تھے شکایت لے کر پہنچا اور باریابی کا منتظر ہوا۔

اسی دوران عادل شاہ نے راجہ سے مدد طلب کی تاکہ حسین نظام شاہ کی خصومت دور کر سکے جس نے گلبرگہ "شولاپور اور کلیان کی تسخیر کے لئے لشکر روانہ کیا تھا۔ راجہ کی فوج، عادل شاہ کی فوج کے ساتھ ملکر اپنے بلاد سے روانہ ہوئی اور سلاطین کے دیار میں پہنچ کر انھوں نے احمد نگر پر قبضہ کر لیا اور یہاں کی مساجد اور مکانات کو نذر آتش کر دیا اور مسلمانوں کی کثیر تعداد کو ہلاک کر دیا۔

راجہ نے اپنے بھائی وینکیادری راج کو جگدیو راج اور عین الملک کے ہمراہ ایک کثیر فوج کی سرداری دے کر روانہ کیا تاکہ وہ تلنگانہ یعنی حیدرآباد کے علاقوں کو برباد کرے چنانچہ مذکورہ

بھائی نے نفاقِ دلی سے خوب تباہی مچائی اور چند بڑے قلعوں پر قبضہ کرلیا۔ اس سبب سے اہل اسلام یعنی شاہانِ اسلام کے علاقوں میں انواع واقسام کی خرابی راہ پانے لگی۔ ہر گوشہ سے شرانگیزی سر اُٹھانے لگی ۔ ہر طرف عناد وفساد برپا ہونے لگا۔ بیجاپور یعنی قلمروئے علی عادل شاہ بھی فتنہ اور شر سے بھر گیا۔ آخر کار قطب شاہ اور نظام شاہ نے آپس میں صلاح ومشورہ کیا اور راجہ کی قدر گھٹانے کی ترکیبیں سوچنے لگے۔ پس ہر ایک بادشاہ نے طے کرلیا کہ شجر دولت سراسر نکبت رام راجہ کا قلع قمع کیا جائے اس لئے طے کرلیا کہ جنگ وجدال کی استعداد بڑھائی جائے۔

اس واقعہ سے قبل حسین نظام شاہ نے بیجانگر کے وجود کفر کو دور کرنے کے لئے ہمت کر کے مولانا عنایت اللہ کو صداقت آمیز مکتوبات کے ساتھ جس میں ارباب کفر وشرک وضلال دور کرنے کی باتیں مندرج تھیں قطب شاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور اس طرح اتحاد کی راہ پیدا کی۔

قطب شاہ اس بات سے بے حد خوش ہوا اور اس نے راجہ کی دولت کی بنیاد کو منہدم کرنے کی اور زیادہ تحریص دلائی۔ اس نے اپنی طرف سے سید مصطفیٰ خان مدار المہام (وزیراعظم) کو تحفوں اور تحائف کے ساتھ بطور ایلچی نظام شاہ کی خدمت میں بھی روانہ کیا۔ اسی طرح نظام شاہ کا ایلچی علی عادل شاہ کی بھی خدمت میں روانہ کیا گیا دونوں ممالک کے ایلچی نیک ساعت میں بزم علی عادل شاہ میں پہنچے۔

انھوں نے دل پسند نصائح ومواعظ اور تمہیدات ارجمند سے آزردہ دل علی عادل شاہ کی دلجمعی کی اور کہا کہ ایک دوسرے کے مابین مخالفت کی جگہ موافقت اور یگانگت پیدا ہو تو بہتر ہے۔ بزرگوں کی ان باتوں نے جو محفل خاص میں صدق دلی اور اخلاص کے ساتھ ادا ہوئے تھے عادل شاہ کے دل پر اثر کیا۔ اس عالی جاہ کے ضمیر پر یہ بات واضح کی کہ تمام ملک دکن وتلنگانہ ایک سعادت مند بہمنی کے قبضہ میں تھا اور تیغ ظفر بار دیار اسلام کے خوف سے یہ علاقہ شریروں، مخالفوں

کے صدمات خار و فساد سے محفوظ تھا۔ کسی بھی امیر و فقیر کو اس بات کی سکت نہیں تھی کہ وہ بلا اجازت کچھ کر سکے۔ یہاں تک کہ ان کی موجودگی سے ملک دکن رونق پذیر تھا۔ لیکن اس وقت سچ یہ ہے کہ بادشاہانِ اسلام نے کفارِ بدانجام سے موافقت اور مصادقت کر لی ہے۔ اور کافروں کی اعانت کر کے مسلمانوں کے دیار و اموال اور عورتوں کی بربادی کراتے ہیں۔ خلق اللہ کی ہستی ارباب ظلم و تاریکی کے ہاتھوں آتش بے داد سے قتل و غارت ہوتی ہے۔ یہ بات خالق اور خلائق کے نزدیک غیر مستحسن بلکہ درگاہ خداوندی میں موجب جوابدہی اور شرمساری ہے۔ معاذ اللہ عن ذالک یہ لازم و بلکہ واجب ہے کہ ایک دوسرے سے اتفاق کر کے ارباب ضلال کو دفع کرنے کے لئے مساعی جمیلہ کی جائیں۔ جمیع مسلمان فقراء و مساکین کو گہوارہ، امن و امان میں آسودہ حال کر کے خالق کی بندگی اور تمہاری اطاعت میں مشغول ہونے دیں۔

عادل شاہ کے دل پر اس بات کا اثر ہوا۔ کینہ و کدورت کا غبار دور ہوا الحمدللّٰہ اس بابت پر صلح ہوئی کہ خدیجہ زمان چاند بی بی ہدیہ سلطانیہ، عادل شاہ کی بہن کو مرتضیٰ نظام شاہ بن حسین نظام شاہ کے نکاح میں دیا جائے۔ میں نے ایک تاریخ میں دیکھا ہے کہ حیات بیگم ہمشیرہء کلاں عادل شاہ کو ابراہیم قطب شاہ کی زوجیت میں دیا گیا۔

الحاصل رابطہء محبت و صہرت کو مضبوط کرنے کے بعد انھوں نے امور سلطنت کی طرف توجہ دی۔ عدو سوزی کے لئے آلات حرب و ضرب جمع کرنے لگے۔ تینوں بادشاہانِ جم جاہ نے سیاہ چبوترہ پر جو کہ اس سے قبل تیار کیا جا چکا تھا ملاقات کی اور جہاد کے ارادہ سے بیجا نگر کی طرف روانہ ہوئے اور قطع منازل کرتے ہوئے ساحل دریائے کرشنا پر موجود نیلگونڈہ پہنچے۔

رام راجہ نے ان بادشاہوں کے اتفاق و مصادقت کو اپنی حکومت، جمیعت، اقبال و ملک و مال کے لئے باعث زیاں سمجھتے ہوئے فوراً وینکلادری راج کو جس کا اس دور میں کوئی ہمتا نہیں تھا چالیس ہزار سوار ایک لاکھ پیادے اور ایک ہزار جنگی ہاتھیوں کے ساتھ روانہ کیا تا کہ وہ افواج

اسلام کو دریا عبور کرنے نہ دے۔

اس کے تعاقب میں کنم راج کو جو کہ اس کا برادر نسبتی تھا اور جو شجاعت اور دلیری میں سپاہی چرخ بریں سے مشابہت رکھتا تھا تیس ہزار سوار اسی ہزار پیادے اور ایک ہزار جنگی ہاتھیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ یہاں تک کہ دونوں دلیروں نے ڈیرے ڈال دئے اور دریا عبور کرنے کا راستہ مسدود کر دیا۔ رام راجہ خود پچاس ہزار سواروں ایک لاکھ پیادوں اور ایک ہزار ہاتھیوں کے ساتھ جو کہ اس نے اپنے قلمرو سے جمع کیے تھے بدمست ہاتھی کی طرح نخوت وغرور کی سونڈ اٹھائے بلند حوصلہ کے ساتھ روانہ ہوا۔

القصہ دس دن کے بعد سلاطین عظام نے دریا عبور کرنے کا نیا طریقہ اختیار کر لیا اور پندرہ ہزار سواروں کو جو کہ تینوں سلاطین کی مشترکہ فوج سے تعلق رکھتے تھے مقابلہ کے لیے لے آئے۔ انھوں نے بلا خوف وخطر دریا عبور کیا اور دشمن کی فوج کے عقب میں پہنچ گئے۔ جب دشمنوں کے سرداروں کو اس بات کا پتہ چلا وہ دست افسوس ملنے لگے انھوں نے تین ہزار جنگی ہاتھی قلب و جناح میں روانہ کیے۔

سلاطین نے یہ طے کیا کہ حسین نظام شاہ کے جانباز جن کی تعداد بیس ہزار سواروں اور پندرہ ہزار پیادوں پر مشتمل تھی رام راجہ کے سواروں کے حملوں کو روکیں۔ قطب شاہ اپنی سپاہ نصرت کے ساتھ جن کی تعداد پندرہ ہزار سواروں اور بیس ہزار پیادوں پر مشتمل تھی وینکٹا دری راج سے مقابلہ کرے۔ وینکٹا دری راج میدان دلاوری میں درندہ صفت شیر کے مانند تھا اور شجاعت میں تمام سرکش کفار سے ممتاز اور لشکر آرائی میں یکتا تھا، وہ صف آرائے جنگ ہوا۔ کنم راج جو کہ شوکت وعظمت میں فلک کا ہمسر تھا علی عادل شاہ کے مدمقابل ہوا جس کے پاس تیس ہزار سوار دکنی اور بیس ہزار پیادے موجود تھے۔

اس وقت تینوں بادشاہ جو یکدل ہو کر یک زبان تھے جنگ میں مشغول ہو گئے۔ افواج

اسلام وکفر، نور اور ظلمت کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ معاذ اللہ اس دن ایسی سخت جنگ ہوئی کہ رعد و برق جیسے برہم ہوگئے ہوں مردان صف شکن کی تلواروں سے شپا شاپ کے شعلے نکلنے لگے۔ بادبایان آتش فشاں حجاب شب میں تیغ ابرو کھینچے اور شیر فلک یہ خونریزی دیکھ کر چرخ نیلی فام میں روپوش ہوگیا۔

جب غنیم کے ہاتھیوں نے افواج ظفر امواج اسلامیاں میں تزلزل پیدا کرنا شروع کیا تو مجاہدین قوی دل تکبیر کی آواز بلند کرتے ہوئے ہاتھیوں کو ہلاک کرنے والے گھوڑوں کی مدد سے ہاتھیوں اور فیل بانوں کو تیر اور نیزوں سے ہلاک کرنے لگے۔ ہاتھیوں کی سونڈ پر تلواروں اور فرنگ سے ضربیں لگا کر انھیں مغلوب کرنے لگے۔ اس طرح بے محابا جنگ لڑتے ہوئے میسرہ' میمنہ و جناح میں گھس پڑے۔

نظم:-

دو لشکر بہم بر کشیدند صف	بمردانگی شد نشاں در مصف
ازاں داوری گاہ پنداشتی	کہ پیدا نشد در جہاں آشتی
زآتش فشانی نیا وردگاہ	رانگیخت جوں ابر دود سیاہ
زہرسو سنانہائی زہر آبدار	چوں مژگان غمزہ زناں فتنہ باز
زپیکان خونی کہ رخشان شدہ	دل کوہ لال بدخشاں شدہ
زخون دلیراں وگرد سیاہ	زمین کشت لعل وہوا شد سیاہ

الغرض ۲۰/ ماہ جمادی الاول ۹۷۲ھ م 1564ء میں جو کہ رام راجہ کے جلوس کا بائیسواں سال تھا عین جنگ کے میدان میں جب کہ دونوں فوجیں برسرپیکار تھیں وینکا دری راج اور کنم راج وغیرہ لشکر اسلام کے ہاتھوں قتل ہوگئے۔ عین الملک اور دیگر سرداران رام راجہ قطب شاہ کے اسیر ہوگئے۔

الغرض دونوں جانب کے سپاہی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو کر لڑنے لگے۔ چند جانبازان اسلام خون آشام نے زور اسلام سے رام راجہ کو گرفتار کر لیا اور اسے کشاں کشاں کھینچتے ہوئے نامدار شاہوں کے آگے پیش کیا اور انھوں نے فی الفور ملعون ستمگر کا سر پر شر کاٹ کر نوک نیزہ پر چڑھا دیا۔ اس کے تمام ہاتھی اونٹ، تمام خزینہ و دفینہ، سارا اسباب سلطنت و حشمت خیمہ و خرگاہ مجاہدین اسلام کے ہاتھ لگا۔

بعد ازاں تینوں بادشاہان جم جاہ شہر بیجانگر (وجیانگر) کی طرف متوجہ ہوئے اور اس شہر کے اطراف خیمہ اور بارگاہ ڈال دیے۔ دلیران اسلام نے حکم کے مطابق تاراجی کا ہاتھ بڑھایا اور اس شہر کی بنیاد شہر قلعہ اور بت خانے جو غیرت افزائے نگار خانہ چین اور نمونہ فردوس بریں تھے زمین کے برابر کر دیے رام راجہ کے سپاہیوں نے احمد نگر میں جو بربادی مچائی تھی اس کے عوض نظام شاہ کے سپاہیوں نے اکثر عمارتیں، بتخانے اور بازار بیجی نگر بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکے۔

تینوں بادشاہوں نے تین چار ماہ تک بیجی نگر میں مضرب و منصب خیمہ و اعلام کے ساتھ قیام کیا اور اپنا وقت سیر و شکار میں گزارا۔ اس کے بعد اپنے اپنے دار السلطنت کو روانہ ہو گئے۔ اس وقت قطب شاہ نے نظام شاہ اور عادل شاہ کے صلاح و مشورہ سے یل تمراج کو جو کہ متوفی راجہ کا چھوٹا بھائی تھا، جو کہ اس سے قبل اپنے بھائی کے ظلم و ستم سے رنجیدہ ہو کر قطب شاہ کی پناہ میں زندگی گزار رہا تھا، بیجی نگر کی سلطنت پر مصلحتاً متمکن کیا۔ تنگ بھدرا کے جنوبی ساحل کا علاقہ اسے اس شرط پر دیا گیا کہ وہ ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرے گا۔

یل تمراج جسے اپنے بھائیوں کے انجام سے کافی عبرت حاصل ہو چکی تھی، نخوت و غرور کو دور کر کے، اپنے تاراج ملک پر بادشاہوں کا بے حد شکریہ ادا کرنے کے بعد سلوک و سلامتی سے حکومت کرنے لگے۔

حسین نظام شاہ کی وفات کے بعد جب مرتضیٰ نظام شاہ مسند نشیں ہوا تو علی عادل شاہ

نے رشتہ داری کو بالائے طاق رکھ کر نظام شاہی قلمرو کو تسخیر کرنے کی ہمت کی اور بے شمار افواج کے ساتھ احمد نگر کا محاصرہ کرلیا اور اس نواح کی تاراجی اور غارت گری پر کمر بستہ ہوا۔ مرتضٰی نظام شاہ بن حسین نظام شاہ مرحوم نے جو ابھی کم سن تھا جنگ و جدال کی قوت نہ پا کر حکومت برار کے امیر کبیر تفال خان سے مدد طلب کی۔ اس دوران تفال خان کافی بااختیار ہو چکا تھا اور اس نے عماد شاہ کے بیٹوں کو قید کرلیا تھا۔ تفال خان کی مدد سے نظام شاہ آرام سے رہنے لگا۔ اس نے قطب شاہ کو اپنی جلاوطنی سے آگاہی دی اور مدد کا طلب گار ہوا۔ اس وقت قطب شاہ ہیل تمراج کو اپنی طرف ملتفت کئے ہوئے تھا۔

غرض کہ یل تمراج جو اپنے بھائی کے بعد سریر آرائے حکومت ہوا تھا بادشاہان اسلام کی آپسی شکست وریخت دیکھتا رہا اور اپنی جگہ آسودہ حال رہا۔ اس نے تیس سال سابق راجاؤں کی طرح حکومت کی اور فوت ہوگیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا سری طراج شاہان ذوی الاقتدار کی مرضی کے مطابق مسند پدر پر جلوہ افروز ہوا۔ اس نے بے غل وغش غرور اور نخوت سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے اس دار فانی سے کوچ کیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ونکٹ نرسمہ راج اس کی جگہ متمکن ہوا۔ اس نے اپنے ایک بھائی کو جس کا نام رنگ رائل تھا پنوکنڈہ کی حکومت پر نامزد کیا۔

اس کی حکومت کے دس سال بھی نہ گزرے تھے کہ امراء قطب شاہی ابوالحسن قطب شاہ جس کا لقب تانا شاہ اور سکندر عادل شاہ بیجاپوری کے درمیان جنگ و جدال کے بعد صلح ہوگئی اور دونوں ایک دل ہوئے انھوں نے بلاد کرناٹکین کی تسخیر اور فتح کا حکم صادر کیا۔

قطب شاہ کی جانب سے میر جملہ امیر کبیر قبول خان اور حمید خان کو کثیر لشکر کے ساتھ کرناٹک پایانگھاٹ کی فتح وتنظیم کے لئے روانہ کیا گیا۔

حضور سکندر عادل شاہ کی جانب سے رن دولہ خان اور شہنواز خان امرائے نامدار کو نصرت ماثر لشکروں کیساتھ سن ۱۰۳۹ھ م1629ء میں بلاد بالاگھاٹ کی تسخیر کے لئے روانہ کیا گیا

۔تھوڑی سی مدت میں انھوں نے اس علاقہ کے اکثر راجوں اور پالیگاروں کو مطیع اور فرمانبردار بنالیا۔

اس وقت بیجی نگر کے محالات میں صرف تین محل باقی تھے۔ پہلا حویلی' دوسرا گنگاوتی اور تیسرا ادروجی جو کہ حضور کے حکم سے ونکٹ نرسمہ راج کی کفالت کے لئے بطور تمغہ جاگیر دئے گئے تھے۔بیجی نگر سے وہ آگے بڑھے اور انھوں نے جنوبی علاقوں میں موجود پالیگاروں کے قلعوں کی تسخیر اور قرارداد کے بعد قلعہ صوبئہ سرا کو مستقر قرار دیا۔جس کا تذکرہ اورنگ دوم میں کیا گیا ہے۔ یہاں سے وہ پنوکنڈہ کی طرف لوٹے۔انھوں نے رنگ رایل کو اطاعت فرمانبرداری سے منحرف پا کر اس کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔رائل مذکور نے جب دیکھا کہ قلعہ میں رہنا مناسب نہیں ہے تو قلعہ اور اس کے ماتحت علاقہ کو اپنے داماد کستوڑی نایڑ کے حوالے کر کے خود چندر گیری کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس کا تذکرہ آٹھویں اورنگ میں کیا جائے گا۔

الحاصل اس زمانے سے راجے یکے بعد دیگرے مسند آراء ہوتے رہے۔اس قوم کا ہر شخص ان کی پرستش اور تعظیم وتکریم' واپنا فرض منصبی سمجھتا ہے۔میں نے دیکھا ہے کہ چھتریوں کے سلسلہ میں تعظیم وتکریم ترک کرنے کی عادت ہے، وہ ہرگز کسی کو سلام نہیں کرتے اور دکن کے راجوں اور بلاد کرناٹکین کے پالیگاروں سے اپنے مذہب وملت کے علوءمرتبہ ہونے کا دعوا کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ وہ انھیں تحائف نقد وجنس پیش کریں گے۔

دارالسلطنت بیجاپور کی تسخیر سنہ 1097 ہجری م 1685ء میں سلطان عالمگیر کے ہاتھوں ہوئی۔حضور سلطان نے داؤدخان پنی ذوالفقار خان امیر الامراءا بن اسد خان وزیر مدار المہام عالمگیری کو کرناٹکین کی نظامت پر متعین کیا۔انھوں نے حضور کے حکم کے مطابق یہی تین محل یہاں کے راجہ کے لئے واگذاشت کئے۔

اس وقت سے ابتک ان حکام کی اولاد طبقہ بہ طبقہ اپنی جگہ پر مسند آرا ہو کر حکام اسلام کی اطاعت بلاتردد وتشویش اور غیروں کی زحمت اٹھائے بغیر کرتے ہیں۔کم مایگی کے باوجود بلند

پایہ رکھتے ہیں۔اور ہر صاحب دولت کہ اخذ زر کے لئے صاحب صوبہ پالیگار پر فوج کشی کرتا ہے ان سے تعرض نہیں کرتا۔

یہ حالت تمراجہ تک پہنچی۔یہ شخص کافی بوڑھا ہے اور دو تین بیٹوں کے ساتھ تعلقہ کملا پور میں جو کہ شہر بیجی نگر کے وسط میں آباد ہے سکونت اختیار کئے ہوئے ہے۔وہ اپنا سر اونچا کئے چند سال بھی آسودہ حال نہیں تھا کہ حیدر علی خان بہادر نے ترقی کی اور بالا گھاٹ کی تسخیر و تنظیم اور انگریزوں سے صلح کے بعد جس کا تذکرہ مفصل طور پر نشان حیدری میں درج ہے۔سن ۱۱۸۵ھ م 1771ء میں اس طرف لشکر کشی کی اور تمراجہ کو ملاقات کے خاطر طلب کیا۔اس نے مزاج کی ناسازی اور کسلمندی کا بہانہ کر کے اپنے بیٹے کو چند شخصوں کے ساتھ روانہ کیا بیٹے نے امن کی درخواست کی نواب بہادر نے اس کے جد و آباء کی خوش حالی اور اس کی افتادہ حالی پر نظر ڈالتے ہوئے اسے معاف کیا اور اس سے تحائف قبول کرتے ہوئے انھیں تین محلوں کی جاگیر بحال کی اور خلعت روانہ کی نواب وہاں سے روانہ ہوئے مذکورہ شخص اپنی جگہ پر آسودہ حال رہا۔

سن ۱۲۰۰ھ م 1785ء میں جبکہ ٹیپو سلطان جنگ مرہٹہ سے فراغت حاصل کر چکے تھے اس سمت اپنی توجہ مبذول کی کیونکہ تمراجہ نے اس دوران مرہٹوں سے ساز باز کر لی تھی۔سلطانی قہر و غضب سے ڈر کر وہ محال و اطفال اور لواحقین کے ساتھ کجند رگڑھ کی طرف فرار ہو گیا۔محالات مذکورہ داخل سرکار خداداد ہو گئے۔چنانچہ اللہ وردی کوچک خان ببر جنگ کو اس نواح کا صوبے دار مقرر کیا گیا اور اس نے کامرانی کی۔

حضرت ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد جو سن ایک ہزار دو سو تیرہ ۱۲۱۳ھ م 1799ء میں واقع ہوئی اس نے چند پیادوں کو جمع کر کے اپنے محلات پر دوبارہ قبضہ کیا اور فارغ البال بیٹھا ہوا ہے۔

اورنگ دوم (دوسرا باب)

سرا اور اس صوبہ کے حاکموں کا مفصل قصہ

زمانۂ سابق میں صوبۂ سرا کا علاقہ ہولناک جنگل اور بیابان تھا جس میں کوئی آبادی نہیں تھی۔ نرسمہ ایل حاکم بیجی نگر عرف آنے گنڈی جس کا تذکرہ اورنگ اول میں گزر چکا ہے سیر و شکار کے لئے پنوکنڈہ کی طرف جا کر واپس لوٹنے لگا تو اس کے دل میں اس علاقہ کو آباد کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اس جگہ اس نے اپنے اعیان دولت سے کہا کہ اگر میرا یہ تمام ملک جنوبی کوہستان اور مشرقی حصہ آباد ہو جائے تو کثیر منافع اور خزانہ معمور کرنے کا ذریعہ ہوگا۔ اس سے ریاست کا ضبط و نسق بڑھ جائے گا اور یہ علاقہ دشمنوں، حرامیوں اور لٹیروں سے محفوظ ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ ہر صاحب دولت پر لازمی ہے کہ وہ رعایا کی دلدہی کرے اور ان کے لئے آرام و زیبائش کا سامان مہیا کرے ملک کو آباد کرے، خلل و فساد کے خس و خاشاک کو عدل و انصاف کی جھاڑو سے دور کرے۔ جوانمردی اور جہاں پروری میں نام پیدا کرے۔

راجہ کو یہ بات پسند آئی اور اس نے اپنے عہدہ داروں کو جن میں بہادری کے آثار اور تجربہ کاری اور نمک حلالی نمایاں تھی ملک کی آبادی بڑھانے، پہاڑوں اور مسطح جگہوں پر قلعہ جات تعمیر کرنے اور رعایا کی حفاظت کرنے کے لئے مامور کیا۔ انہیں اس بات کی تاکید کرنے کے بعد وہ کرناٹک بالا گھاٹ اور پائین گھاٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔

ان میں سے ایک شخص جس کا نام کستوری کشنا تھا اور جو کہ بیڈر قوم سے تھا راجہ کی اجازت حاصل کر کے جنوب کی طرف پہنچا۔ یہاں اس نے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ منتخب کر کے اس پر آبادی بڑھانے کے ارادے سے ایک سنگی حصار تعمیر کروائی۔ اس نے ایک شخص کو جس کا نام رنگ نائک تھا اس قلعہ کا جس کا نام رتن گری تھا حاکم مقرر کیا۔ وہاں سے نکل کر وہ دوسرے مقامات پر

آبادی بڑھانے کے لئے روانہ ہو گیا۔ چنانچہ رتنگری سے چوبیس کروہ کے فاصلہ پر شمال کی جانب ایک اور حصار تعمیر کی گئی اور شہر آباد کیا۔ اس شہر کا نام کندر پی رکھا۔ اس کے بعد اس نے محل ہرتی جو کہ فی الوقت چیتل درگ کے علاقہ میں داخل ہے آباد کروایا اسی طرح تاور کرہ اور بوکا پٹن آباد کروائے گئے۔ انہیں اپنے علاقہ میں رکھا۔

اس طرح درست آئین کے ساتھ سترہ سال حکومت کرنے کے بعد اس نے رحلت کی۔ اس کی جگہ بقبش کستوری جو وہاں رہتا تھا اور جس کا پیشہ سپہ گری تھا کو اس جگہ کا حاکم بنایا گیا۔ وہ پٹہ بازی میں مشہور وقت تھا۔ اس کا ہنر ایسا تھا کہ صندل کا لیپ ایک برتن میں رکھ کر پٹہ سے سر سے پیر تک اس طرح ملتا تھا کہ پٹہ کی تیزی سے اس کے جسم پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ اس لئے اسے اس لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ اس کی موت کے بعد اس کا بھائی اسی کے آئین کے مطابق کام کرنے لگا۔ اس نے کشن رائل بن نرسمہ رایل کے دور حکومت میں بیس سال حکومت کی اور گزر گیا۔ چونکہ وہ لاولد تھا اسلئے اعیان حکومت نے کستوری کرشنا کے فرزند دل نائک کو اس ملک کی سرداری سونپی۔ مذکورہ شخص نے باپ اور چچا کے طرز پر ملک کا بندوبست کیا اور اکثر قلعوں کو خوب مضبوط کروایا اور خوب نام کمایا اس کے دور میں رعایا اس قدر خوش دل تھی کہ وقت ضرورت لشکر اعدا شکن بن جاتی تھی اور بے شمار زر دیا کرتی تھی اسنے شہر ہرتی کو اپنا دارالریاست قرار دیا تھا اور اس نے ہر ایک قلعہ پر ایک بیٹے کو مقرر کیا تھا۔ چنانچہ بڑے بیٹے کو تعلقہ انگلی کی حکومت دی۔ دوسرے کو کندر پی اور تیسرے کو رتن گری اور یرگل پر جو کہ پہاڑی قلعے ہیں حاکم قرار دیا۔ یرگل، رتن گری اور کندر پی کے درمیان ہے۔ آج کل یہ مقام ہیلگنڈھ کے نام سے مشہور ہے۔ چوتھے بیٹے کو اس نے بوکا پٹن سپرد کیا۔ نایک ان پر حکمرانی کرنے لگا چند دن بعد وہ سیر و شکار کی غرض سے اپنے دارالسلطنت سے نکلا۔ وہ پالن ہلی کو جو کہ صوبہ سرا سے تین کروہ کے فاصلہ پر موجود ہے جانا چاہتا تھا۔

اسی اثنا دو بھائی جو گلہ بان تھے اور جن کے نام دیوپا اور سیرپا تھا ویر بھدر راریل

ویرزسمبرایل حاکم بیجی نگر کے حکم سے اس علاقہ میں اپنے جانوروں کو چرانے کے لئے اقامت گزیں ہوگئے تھے۔انہوں نے یہاں مٹی کا ایک حصار بنا کر اس کا نام سیر پی رکھا تھا۔رفتہ رفتہ اس کا نام بودی سیر پی پڑ گیا۔

جب نایک مذکور اس سرحد میں داخل ہوا تو اسے ایک لومڑی نظر آئی ۔اس نے اس لومڑی کے پیچھے چند شکاری کتے لگا دیئے۔ کتے لومڑی کا پیچھا کرنے لگے۔وہ تیزی سے فاصلہ طے کرتے ہوئے برق کی طرح لومڑی کے سر پر پہنچ گئے لومڑی کچھ دیر چھلاوہ بھرتی رہی پھر اس نے شیر کی طرح کتوں پر حملہ کر دیا، کتے اس لومڑی سے ڈر کر بھاگ کھڑے ہوئے اور بلّی کی طرح اپنے مالک کے پاس لوٹ آئے مل نایک اس مقام کی مردانہ ہوا سے بے حد متاثر ہوا اس نے اس جگہ پر ایک قلعہ تعمیر کرنے کی ٹھان لی اور وہیں ڈیرہ ڈال دیا۔اس نے اس بات کی اطلاع کشن راج کے داماد رام راجہ کو دی جو اس علاقے کا حاکم تھا اور یہاں قلعہ تعمیر کرنے کی اجازت طلب کی ۔تاہم اجازت نامہ حسب مدعا پہنچنے تک معمار اجل نے اس کی دیوار ہستی کو بنیاد سے گرا دیا اور اس کی جگہ ایک نئی دولت کی بنیاد پڑی یعنی مذکورہ شخص کا بڑا بیٹا جسکا نام رنگانایک تھا باپ کی جگہ پر مسند نشیں ہوا۔وہ سارے ملک وخزانہ اور دیگر اسباب پر قبضہ جما کر اس علاقے کا بندوبست کرنے لگا۔اس نے چند دن تک قلعہ کی تعمیر کی طرف توجہ نہیں دی۔اسی اثنا نو مسند نشیں نایک نے اسے اپنے حضور طلب کر کے از سر نو خلعت اور موروثی ملک کو بحال کرنے کی سند عطا کی ان چیزوں کو حاصل کر کے وہ واپس لوٹنا چاہتا تھا کہ اراکین دولت نے اسے یاد دلایا کہ اس کے باپ نے قلعہ نو تعمیر کرنے کی کوشش کی تھی اور اسی حسرت میں جان دیدی تھی۔اس یاد دہانی پر اس نے نایک سے دوبارہ اجازت طلب کی۔نایک مذکور نے بہ خوشی اجازت دیدی تا کہ اس کے باپ کی روح کو خوشنودی حاصل ہو ۔اس اجازت کے حصول کے بعد وہ لوٹ آیا۔وہ دارلمقر ہرتی سے مع مال و اسباب اور اراکین دولت وخزانہ وزنانہ نکل پڑا اور اس مٹی کے بنے معمورہ کو اپنا دارالریاست قرار

دیگر نیک ساعت میں چابکدست مزدوروں، چست کام کرنے والے معماروں اور نادر ہنر سنگ تراشوں کو جمع کر کے مذکورہ لومڑی کے بھٹ کو مرکز قرار دے کر اپنے باپ کی خواہش کے مطابق اس کے اطراف حصار پختہ سنگ اور گچ سے تعمیر کروانے لگا۔

شمال کی طرف قلعہ کا دروازہ بنا کر اس کا نام دیون سیر پی رکھا اس کے آگے چند دکانات تعمیر کیے اور تاجروں کو متعین کیا۔ ابھی اس نے قلعہ مع برج و بارمٹی سے تعمیر ہی کروائے تھے کہ بیجانگر میں دولت چھتریاں ختم ہوگئی یعنی رام رایل، بادشاہان اسلام یعنی علی عادل شاہ بیجاپوری ابراہیم قطب شاہ حیدرآبادی اور مرتضی نظام شاہ جنیری کے ہاتھوں جنھوں نے آپس میں اتفاق کر لیا تھا ۹۷۲ھ میں نہال کوٹہ میں جو کہ دریائے کرشنا کی دوسری طرف ہے قتل ہوگیا۔ بادشاہ بیجاپور نے آنے گنڈی پر قبضہ کر لیا۔ نایک مذکور اپنے متعلقین کے ساتھ معہ اسباب ثروت رتن گری روانہ ہوگیا۔ وہ اس مقام پر مقیم ہوگیا۔ اس نے اپنے ایک قریبی رشتہ کے بھائی کو جس کا نام رنگ سوامی نایک تھا قلعہ تفویض کرتے ہوئے اس کی تکمیل کا حکم دیا لیکن ابھی قلعہ کی تعمیر مکمل نہیں ہوئی تھی کہ رن دولہ خان بہادر امیر کبیر اور شہ نواز خان بخشی بیجاپوری ملناڈ کی مہم یعنی بدنور جس کا نام فی الوقت نگر ہے، ختم کر کے ۱۰۳۹ھ م1628ء میں کرناٹک بالا گھاٹ کے بندوبست کی طرف متوجہ ہوئے۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ تری کیرہ اور بسواپٹن کے پالیگار جو کہ نایک مذکور کا برادر نسبتی تھا میر و تفریح اور شکار کی غرض سے دیون سیر پی کی طرف آنکلا اور یہاں چند دن قیام کیا، اس نے مزاح و خوش طبعی کی خاطر شستہ برنج پانی میں حل کر کے کھلا دی۔ وہ اس کی اطلاع پا کر طیش میں اس کے دل میں نفاق پیدا ہوگیا اور وہ وقت بد کا انتظار کرنے لگا۔ جیسے ہی عادل شاہ ملناڈ کی طرف تشریف لائے پالیگار مذکور ان کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ ان کی دولت خواہی ظاہر کرتے ہوئے اس نے امیر موصوف کو اس طرف آنے کی دعوت دی۔

امیر صاحب تدبیر ہزار سوار ایک لاکھ پیادوں اور تیس چالیس چھوٹی بڑی توپوں اور سامان جنگ کے ساتھ سنتے بدنور کی راہ سے بدنور پہنچے۔ وہاں کے قلعہ دار نے جنگ کا ارادہ ظاہر کرتے ہوئے چند گولے لشکر کی جانب برسائے۔ امیر کبیر نے اس کی اس شوخی سے برافروختہ ہوکر قلعہ پر حملہ کا حکم دیا۔ غازیان شیر صفت نے چاروں طرف سے حملہ کر کے قلعہ فتح کر لیا۔ قلعہ دار کو دار پر کھینچ دیا گیا۔

اس کام سے فراغت کے بعد اس آبادی سے ایک تیر کے فاصلہ پر موجود ایک قدیم مندر کو جو کہ لنگا ئتیوں کی عبادت گاہ تھی توڑ دیا گیا اور اس کی جگہ سات چشموں والی مسجد کی بنیاد رکھی گئی۔ اس مسجد کے آگے ایک حوض تعمیر کیا گیا جو کہ نادر روزگار ہے اس حوض کے وسط میں چھ دروازوں والا بنگلہ تیار کروایا گیا۔ اس حوض کے اطراف حجرے مکانات اور خانقاہ تعمیر کروائی گئی جس کا طول وعرض پچاس گز ہے۔ مسجد کی دیواریں اور طاق پتھر اور گچ سے اسطرح مضبوط بنوائی گئیں کہ کسی بھی جگہ پیوند نظر نہیں آتا۔

امیر موصوف اس علاقہ کے نظم ونسق کو مقدم سمجھتے ہوئے مسجد کی تکمیل سے قبل ہی یہاں سے روانہ ہو گئے تاہم اس کا کام کی تکمیل کے لئے بااعتماد اور کارگزار داروغہ متعین کئے گئے۔

یہاں سے امیر موصوف صوبہ ساونور کی طرف روانہ ہو گئے۔ ساونور کے حاکم بہلول خان ساونوری سے اتفاق کرتے ہوئے ہری ہر کی گھاٹ سے دریائے تنگ بھدرا عبور کر کے دوسری طرف پہنچے انھوں نے اس علاقہ کے تمام پالیگاروں کو اپنا مطیع بنالیا۔ یہاں سے آگے بڑھتے ہوئے وہ دیون سیر پی پہنچے ۔ یہاں کے حاکم نے ان کی ہرگز اطاعت قبول نہیں کی اور دل میں غلط خیالات رکھتے ہوئے جنگ پر مستعد ہو گیا امیر والاشکوہ نے غازیان شیر دل کو حکم دیا کہ وہ قلعہ کا محاصرہ کر لیں۔ وہ حصار توڑنے اور منجنیق پھینکنے میں مشغول ہو گئے ۔ پندرہ بیس دن کی کوشش کے بعد قلعہ فتح ہو گیا۔ وہاں کے شوخ طبع مالک کو قتل کر کے آسودہ ہوئے انھوں نے وہیں

خیمے ڈال کر چند دن آرام کیا۔ یہ قلعہ علاقہ بالا گھاٹ کے وسط میں دلکش فضا اور وسیع میدان کے درمیان واقع تھا۔ اس لئے اسے بیجاپور کا صوبہ نشیں مقرر کیا گیا اور یہاں پہ چار سو میواتی اور دو سو خیر اندیش برداروں کو اس علاقہ کی نگہداشت کے لئے مقرر کیا گیا۔ اس صوبہ پر عبدالحسین خان نامی منصبدار کو قلعدار مقرر کیا گیا۔ وہ وہاں سے دوسرے پالیگاروں کی تسخیر کے لئے آگے روانہ ہو گئے۔

یہ بات مخفی نہ رہے کہ میواتی خطہ پورب کے متوطن ہیں۔ یہ لوگ بے حد جری اور راست گو ہوتے ہیں ان کے درمیان کسی قسم کا قصور رونما نہیں ہوتا۔ سرکار کے کام اور رئیس کے حکم کی کبھی حکم عدولی نہیں کرتے اور نہ ہی اس میں سرمو تجاوز کرتے ہیں۔ جب تک تن میں جان ہے مردانہ کوشش بجالاتے ہیں۔ اکثر سلاطین ہندو دکن انہیں اردوے معلیٰ، گلال باڑہ اور زنانہ محل خاص کی چوکیداری کا کام سونپتے ہیں۔ انہیں جہاں کہیں بھی متعین کیا جاتا ہے کارہائے نمایاں انجام دیتے اور نمک حلالی کرتے ہیں۔

الغرض امیر والا تدبیر آگے روانہ ہوئے اور اپنے بازوئے جرأت و مردانگی سے اطراف و جوانب کے پالیگاروں سے بعض کو بجنگ بعض کو عبرت نمائی اور اکثر کو پند و نصائح اور چرب و شیریں باتوں سے فرمانبردار بناتے ہوئے اور ان کی گنجائش اور رضامندی سے مصلحت وقت اور حسب حال پیشکش مقرر کرتے ہوئے رفتہ رفتہ پنوکنڈہ پہنچے جہاں پر رنگ رایل برادر وینکٹ نرسمہ رایل کی حکومت تھی۔ انھوں نے پنوکنڈہ کا محاصرہ کر لیا اور اسے نرم و گرم باتوں سے سمجھانے کی کوشش کی لیکن اس برگشتہ بخت نے اطاعت قبول نہیں کی بلکہ پوشیدہ راہ سے کرناٹک پایانگھاٹ کی طرف روانہ ہو گیا اور کوہ چندر گیری میں پناہ گزیں ہوا کوہ محصور اس نے اپنے داماد کستوری وڈ نائر کے حوالے کر دیا۔ انشاءاللہ تعالیٰ اس کا مفصل حال پالیگاران رائے درگ کے تحت جن کا ذکر آئندہ آنے والا ہے کیا جائے گا۔

نائو مذکور کا اس محاصرہ کے دوران انتقال ہوگیا۔اس کا بیٹا مسلی کونٹی نائو سات سال تک محصورہ کرکوشش کرتا رہا۔ بالآخر امیر صاحب تدبیر نے برانگیختہ ہوکر پرگنہ کندرپی جسے پہلے ہی ضبط کرلیا گیا تھا قلعہ کوہ کے ساتھ نائر نامبردہ کے حوالے کردیا۔انھوں نے ۱۰۸۴ھ م 1673ء میں قلعہ پنوکنڈہ کو اپنے قبضہ میں لے کر اس علاقہ کے نظم ونسق کے لئے اسے صوبہ جو یٔی میں داخل کردیا۔اس علاقے کے جن پالیگاروں نے نوکروں کی طرح مطیع ہوکر خان مذکور کی فرمانبرداری قبول کرلی وہ درج ذیل ہیں۔

پالیگارراے درگ' چیتل درگ' ہرپن ہلی' جریملہ' کوری کوٹہ' دیوہٹی' مٹور' پاؤگڈھ، رتن گیری' مرکیسی' دوڈانا یک پالیہ، چکبالاپور، دیونہلی' بنگلور، انکس گری' اتی گل' ونکٹ گری' ہرن پلی' سیتگل' مدمڑک' ٹوری گڈھ' شنکرکل' کڑتی کڑہ' تری کرا اور باکل واڑی جونیل گڈھ کے متصل ہے' سری رنگپٹن اور بدنور۔ان تمام پالیگاروں کے علاوہ انہوں نے سونڈہ' کوڑگ' کلی کوٹ' ڈنڈیگل وغیرہ پر بھی پیشکش مقرر کرنے کے بعد اپنی طرف رجوع کرلیا۔دوسرا صوبہ کولار' تیسرا ہوسکوٹہ' چوتھا بڑا بالاپور' پانچواں بودی ہال۔ چھٹا پنوکنڈہ مقرر کیا۔

ان تمام علاقوں کا نظم ونسق پچیس ۲۵ سال کی مدت میں مکمل ہوا اور وہ بسواپٹن کے پالیگار کی تنبیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔اس کا سبب یہ ہے کہ امیر صاحب تدبیر کی غیر حاضری میں نامبردہ شخص کی دینی عداوت کے سبب اور ایک روایت کے مطابق امیر والا نے خود اپنی خواہش پر اس طرف توجہ دی کیونکہ اس سے سود و بہبود کی امید تھی اسلئے امیر والا نے اس کے ساتھ تعلقات بحال کئے تھے دوسرا کسی طرح کا سلوک روا نہیں رکھا تھا۔اس بات سے برگشتہ ہوکر اس برگشتہ طالع شخص نے ناگاہ مسجد پر شب خون مار کر نہ صرف وہاں کے اہل کاروں کو قتل کروادیا بلکہ مسجد ومنبر کی دیواروں پر مینڈکوں اور سوروں کا خون چھڑکادیا اور صحنوں کو توڑ کر لوٹ لیا۔

جب اس بات کی اطلاع امیر موصوف کو ہوئی تو ان کی حمیت دینی نے اس بات کو گوارا

نہ کیا۔ وہ غضب ناک ہوگئے۔ عمدہ کام جو کہ ضروری تھے ان کی تکمیل میں اپنا وقت صرف کرتے رہے۔ بد کردار شخص کو سزا دینے کے لئے مناسب وقت تلاش کرنے لگے۔ اسی وقت دار السلطنت کے [illegible] پڑ گیا اس لئے امیر موصوف کو اس صوبہ کی طرف جانا ضروری ہوگیا۔ انہوں نے ملک ریحان صاحب منصبدار کو جو کہ حضور کے حکم سے نواح واگنگرہ یعنی شولا پور کے بندوبست کے لئے مقرر کئے گئے تھے اور وہاں کے پالیگاروں کو رام کر چکے تھے طلب کیا اور انہیں صوبہ مذکور اور قلعہ داری تفویض کرتے ہوئے حکم دیا کہ دیگر علاقوں کے نظم و نسق کے ساتھ ساتھ پالیگار بسواپٹن کا استیصال کریں۔ انہوں نے عبدالحسین خان قلعہ دار کو صوبہ پنوکنڈہ کی قلعہ داری عطا کرتے ہوئے روانہ کیا۔ ملک ریحان صاحب نے گراں افواج کے ساتھ بسواپٹن پر حملہ کیا اور بازوئے مردانگی سے اس کا کام تمام کر دیا۔ یہاں تک کہ اس بد کردار کی اولاد خاندان سے کسی بھی شخص کو زندہ نہ چھوڑا۔ انہوں نے پٹن مذکور کو ساتواں پرگنہ قرار دینے کے بعد ظفر یابی کے ساتھ مراجعت کی۔ وہ درست آئین رعیت پروری، غربا نوازی اور عدل و انصاف کے لئے مشہور ہیں۔ انہوں نے صوبہ میں موجود قلعہ کی تکمیل کی جو پالیگار کے دور میں نیم مکمل تھا۔ اس کے دور میں دیوار چہ اور ریوتی خندق نہیں تھی۔ قلعہ کی تکمیل کے بعد چار ہزار سوار اور سات ہزار پیادے اس ملک کے بندوبست کے لئے نوکر رکھ کر فرمانروائی کی۔

چندون قلعہ کے اطراف ایک تیر کے فاصلہ پر مٹی کا حصار معہ برج و بارہ و خندق کی بنیاد ڈالی۔ اس میں تین دروازہ مقرر ہوئے اور اس کا نام سرراہ موسوم ہوا۔ آجکل یہ کثرت استعمال کے بعد دونوں الفاظ کی تخفیف کے سبب سرا کے نام سے مشہور ہو گیا ہے۔ قلعہ قدیم اس قلعہ کا حصہ بن گیا۔

اس صاحب صوبہ کی نیک نیتی شہرہ آفاق ہے چنانچہ نئے قلعہ کی تعمیر کے وقت ایسی مزدور خواتین کے لئے جو حاملہ ہوتیں انہیں دوہری مزدوری دیا کرتے تھے۔ کبھی پالیگار اور رعایا

کوشش کیا کرتے تھے۔

اس نے قلعہ کے وسطی حصہ کو اپنا دارالامارت قرار دے کر قلعہ کے بیرونی حصہ میں نیا شہر آباد کیا۔ اس میں چوک' بازار اور راستے ترتیب دیئے۔ ایک جانب ایک چھوٹا سا گاؤں بھی آباد کیا جو کہ قلعہ سے ایک کروجری کی دوری پر تھا۔ اس گاؤں کا نام ملکاپور رکھا۔ اس کے علاوہ کنکن پالہ بھی آباد کیا جہاں پر معماروں اور بیلداروں کے چند مکانات تھے۔ قلعہ کے مشرق کی طرف ایک بڑا تالاب تعمیر کروایا۔

اس طرح تیرہ سال صوبیداری کرنے کے بعد راہئی دار بقا ہوا اور وہیں یعنی قلعہ اور ملکاپور کے درمیان احاطہء شہر میں مدفون ہوا۔ اس کے مدفن کے اطراف ایک عالیشان گنبد اور مسجد موجود ہے۔ جسے اس نے اپنی زندگی میں خود تعمیر کروایا تھا۔ چنانچہ اس صاحب شکوہ کا مقبرہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے اور اکثر مخلوق اس صاحب کے کشف اور روح فتوحش کے سبب کامیاب دارین ہوتے ہیں کہا ہے کہ

کسے کہ عدل وسخاوت شعار خود سازد
ورا خدائے جہاں درد وکوں بنوازد

(جو کوئی بھی عدل وسخاوت کا شعار اختیار کرتا ہے خدائے تعالیٰ اسے دونوں جہانوں میں نوازتا ہے۔) وہ دادرسی اور غربا پروری سے اس بلند مرتبہ پر فائز ہوا۔

برسر مطلب آتے ہوئے یہ کہ جب صوبیدار جلیل الشیم عالم بقا کی طرف روانہ ہوا تو حضور نے عبدالحلیم خان برادر عبدالحسین قلعدار پنوکنڈہ کو جو کہ اہل دکن سے تھا کو صوبہ کی ریاست پر مقرر کر کے روانہ کیا۔ وہ نواب کے قاعدہ کے مطابق ملک کا بندوبست کرنے لگا۔ اس نے شہر کو خوب آباد کیا۔ ہر ایک فرقہ اور حرفہ کے لوگوں کو گروہ در گروہ یہاں لا کر آباد کیا گیا۔

صوبیدار مذکور کو صرف صوبہ کی ریاست پر نامزد کیا گیا تھا اور قلعہ کی دیکھ بھال اور

صوبیدار مذکور کو صرف صوبہ کی ریاست پر نامزد کیا گیا تھا اور قلعہ کی دیکھ بھال اور قلعہ داری پر امجد خان نامی دکنی کو نامزد کیا گیا تھا۔ اسنے آبادی شہر کے وسط میں شائستہ عمارتیں اپنی سکونت کے لئے تعمیر کروائیں۔ اپنے عدل ودانش سے جو کہ ارباب ریاست کے شایان شان ہے حکومت کی۔ اس نے پالیگاروں پر مناسب پیشکش مقرر کی اور بارہ سال تک اس صوبہ پر حکومت کی۔ اسنے قلعہ کے مغرب میں دو فرسنگ کے فاصلہ پر موضع تاورکرا کے برابر ایک تالاب بنوایا جو کہ فی الحال شکستہ ہے لیکن تاورکرا کی ندی اس تالاب سے نکلتی ہے۔

اس دوران سلطان اورنگ زیب اپنی شہزادگی کے ایام میں اپنے والد جلیل القدر یعنی شاہ جہاں بادشاہ دہلی کے حکم سے دکن کے بندوبست کے لیئے نامزد ہوکر نظام شاہ کے ملک کی طرف روانہ ہوئے۔ عالمگیر نے نظام شاہ کے ملک کو ملک عنبر حبشی مدار المہام کی سازش سے اپنے قبضہ میں کرلیا اور دہلی کو واپس لوٹ گئے۔ وہ چند دن بعد دارا شکوہ کو اپنے درمیان سے ہٹا کر خود بادشاہ بن بیٹھے۔ عالمگیر بیس سال بعد دکن کی تسخیر کی نیت سے آکر احمد نگر میں سکونت پذیر ہوئے۔ چونکہ عادل شاہ میں اس فوج سے ٹکرانے کی قوت نہیں تھی اسلئے اس نے قطب شاہ سے مدد طلب کی اور اس کی فوج کے خرچ کے لئے صوبہ سرا کے محاصل کا انتظام اور پالیگاروں کے پیش کشات بھی دیدئے۔ بعض تاریخ دانوں نے لکھا ہے کہ جب اورنگ نے زیب بیجاپور کا محاصرہ کرلیا تو اس وقت انہوں نے ابوالحسن قطب شاہ کو جو تانے شاہ کے نام سے مشہور تھا اپنے قابو میں کرلیا۔ انہوں نے ایک امیر کو بالاگھاٹ اپنے قبضہ میں کرنے کے لئے روانہ کیا تاکہ سرا کو حیدرآباد کا صوبہ نشیں قرار دیا جائے۔ الغرض یہ صوبہ حیدرآباد کی تفویض میں چلا گیا۔

اس صوبہ کی دیوانی پر سدی مفتاح کو مقرر کیا گیا جو کہ سدی عنبر کا رشتہ دار تھا۔ سدی عنبر نظام شاہ کا وزیر تھا۔ سدی مفتاح کے حوالے شاہی فوج بھی گئی۔ وہ اس صوبہ کا نظم ونسق چلانے لگا۔ اس نے بیجاپور کی مزاحمت کے لئے عبدالحلیم خان کو روانہ کیا اور خود تین ہزار سواروں اور پانچ

ہزار پیادوں کے ساتھ حملہ کر کے تمام پالیگاروں کو باجگذار بنا کر داخل صوبہ کیا۔اس نے حاکم بیجاپور سے مقررہ پیشکش کے علاوہ نذر حاکمانہ بھی بزور وتعدی وصول کی۔اس نے شہر بیجاپور میں لاڑپورہ آباد کیا۔

سدی مسطور سفاک اور تندخو تھا۔رعیت میں سے اگر کوئی کسی عامل کے جور وستم کی شکایت لے کر پہنچتا تو پہلے اس کی پشت اور پہلو پر ہنٹروں سے پٹائی کرتا اور بعد میں احوال دریافت کرتا لہٰذا دکنیوں میں یہ بات مشہور ہوگئی تھی کہ سدی مفتاح اوّل مارتا پھر پوچھتا۔غرض اپنی بیوقوفی کی بناء پر کبھی نرمی سے اور کبھی گرمی سے جو کہ ایک دوسرے کی مخالف عادات ہیں اسنے کامرانی کی۔آٹھ نو سال بعد یعنی ایک ہزار ستانوے ۱۰۹۷ھ 1685ء میں سلطان عالمگیر نے بیجاپور فتح کرلیا انہوں نے واگنگرہ سے صلح صفائی کرلی اور پیش کش مقرر کرکے فراغت پائی۔اس کے بعد انہوں نے گولکنڈہ کی طرف توجہ کی اور تانے شاہ کو اسیر کرنے کے بعد اورنگ آباد کی طرف روانہ ہوگئے۔

داؤد خان پنی بوڑی زائی ابن خضر خان پنی کو کی کو ذوالفقار خان امیر الامراء ابن اسد خان وزیر کی نیابت میں حضور کی جانب سے ناظم کرناٹکین مقرر کیا گیا سدی مسطور نے اپنی مصلحت اس میں جانی کہ ان کے ساتھ صلح کرلے لہٰذا اس نے ان کا استقبال کیا اور دولتخواہی ظاہر کرتے ہوئے سلسلۂ ملازمین عالمگیری میں شامل ہوگیا۔ناظم موصوف نے خلعت عطا کرتے ہوئے سرا کی صوبیداری اپنی ماتحتی میں اسی کو سونپ دی۔وہ کرناٹک پایانگھاٹ کی طرف روانہ ہوگیا۔

سلطان اورنگ زیب کے انتقال کے بعد جو کہ ۱۱۱۸ھ 1707ء میں واقع ہوا۔داؤد خان کو برہان پور میں قتل کردیا گیا اور اس کی جگہ خانجہاں خان کوکہ کو صوبۂ دکن کے چھ صوبوں کا ناظم مقرر کیا گیا۔سلطان محمد اعظم بہادر شاہ دارالخلافت دہلی کے تخت پر متمکن ہوا۔حضور کے حکم

سے ملک بالاگھاٹ کے بندوبست کے لئے قاسم خان، آتش خان اور چنتو چمناجی دیشموک کو مقرر کیا گیا اور وہ بیجاپور سے روانہ ہو کر اس نواح میں وارد ہوئے۔ سدی مفتاح اس واقعہ سے قبل عارضہ خفقان میں مبتلا ہو کر انتقال کر گیا تھا۔ چنانچہ اس کی نعش کو اسی کے باغیچہ میں جو کہ قلعہ صوبہ کے شمال میں نہر کے کنارے واقع ہے مدفون کیا گیا۔

خوانین مذکور نے دفاتر کے حساب سے خزانہ اور دیگر مال و اسباب ضبط کر لیا۔ ملک کا نظم و نسق بہتر کیا۔ چنانچہ قاسم خان کو صوبیداری پر اور آتش خان کو قلعہ داری پر مقرر کر کے آسودہ خاطر ہوئے۔ قاسم خان نے نئے طرز اور آئین کے ساتھ ساتھ ملک و لشکر کا بندوبست بھی کیا۔ باجگذار پالیگاروں کو جو بیجاپوری اور حیدرآبادی حکومتوں کے دوران فوج کشیوں اور کشمکش کے بعد جو پیشکش مقرر کیا جاتا تھا اسے کبھی رعایا کے فرار کا اور کبھی خشک سالی کا بہانہ بنا کر ادا نہیں کرتے تھے اور سابقہ صوبیدار اپنی سادہ لوحی سے ان کے ساتھ کوئی تعرض نہیں کرتے تھے۔ لہذا سب پالیگار بے خوف و خطر خداوندی کرنے لگے تھے۔ ان پر اپنے لشکر کے ساتھ حملہ کر کے انہیں زیر کیا اور پیشکشات از سر نو مقرر کئے۔ چنانچہ کم منصب پالیگاروں سے صاحب جاگیر نے لاکھ ہون اور بارہ ہزار روپے افزود سوائے چوتھ مرہٹہ کے جو کہ مقرر تھے حاصل کئے۔

پالیگار سری رنگپٹن، بدنور اور کلی کوٹ سے جن پر بھی اگرچہ اسی ضابطہ سے پیشکش کے علاوہ پیشکش سرکار، رسوم مرہٹہ اور ایک لاکھ روپئے نذر صاحب بھی حاصل کیا۔ پرگنات کے محاصل درج ذیل مقرر ہوئے۔ پرگنہ اوّل حویلی جمع کامل ایک لاکھ پچاس ہزار ایک سو اٹھائیس ہون محمد شاہی۔ پرگنہ دوم کولار، جمع کامل ایک لاکھ نود ہزار دو سو چھ ہون چھ فلم۔ پرگنہ سوم ہوسکوٹہ، جمع کامل پچاسی ۸۵ ہزار آٹھ سو بیس ہون نو فلم چھ آنہ۔ پرگنہ چہارم، بڑابالاپور جمع کامل چوپن ہزار اناسی ہون اور دو نیم فلم؛ پرگنہ پنجم، پنوکنڈہ جمع کامل ایک لاکھ چھیاسی ہزار اکیاسی ہون تین فلم۔ پرگنہ ششم، بسواپٹن؛ جمع کامل ایک لاکھ ستائیس ہزار آٹھ سو تین ہون ساڑھے چھ فلم اور بودی ہال جو

ملک ریحان صاحب مرحوم کے دور سے الگ پرگنہ مقرر تھا اسلئے اسے حویلی کے محلات میں شامل کیا گیا۔

قاسم خان اس طرح حکومت کر رہا تھا کہ دھناجی دباڑہ انبہ ءسہناجی ساہو مرہٹہ اور ہندو راؤ کھوڑ پڑیہ صاحب جاگیر گجند رگڑھ نے جوتھ وصول کرنے کے لئے لشکر کشی کی۔ اسی دوران بھر مانائک پالیگار چیتل درگ اور بسپانائک پالیگار ہرپن ہلی کے درمیان جنگ وجدال شروع ہوگیا دونوں بیباک ہوکر اپنی اپنی افواج کے ساتھ رزم آراء ہوگئے۔ قاسم خان نے جو سرکش غنیم یعنی مرہٹوں کو مار بھگانے کا عزم کئے ہوئے تھا فی الحال ان بیباکوں کو سزا دینے کی ٹھان لی اور چار ہزار سوار اور چھ ہزار پیادوں کے ساتھ تعلقہ وڈیری کی طرف روانہ ہوا۔ وکیل پالیگار چیتل درگ نے اپنے آقاؤں کو لکھا کہ قاسم خان بسپانائک کی کمک کے لئے روانہ ہوا ہے۔ لہٰذا پالیگار مذکور کے دل میں عداوت پیدا ہوگئی اور اس نے مرہٹوں کی خدمت میں دو لاکھ روپے روانہ کرکے مدد طلب کی۔ مرہٹے جو کہ ایسے ہی وقت کے متلاشی تھے اسی وقت قاسم خان پر حملہ آور ہوئے۔ قلعہ وڈیری کے قریب دونوں کے درمیان سخت جنگ ہوئی۔ آخرکار خان معزکو جس کا لشکر بہت کم تھا شکست ہوئی اور انہوں نے قلعچہ ءمذکور میں پناہ لی برگشتہ پالیگار نے مرہٹوں کی مدد سے قلعچہ کا محاصرہ کرلیا۔ اور محصورین کا حال تنگ کردیا۔ وہ قلعچہ کے آگے مورچے لگا کر توپوں کے ذریعہ حصار توڑنے کی کوشش کرنے لگے۔ خان محصور نے تین ماہ تک داد بہادری دی مگر اسباب جنگ کی عدم رسید اور بارود وسامانِ سرب کی کمی کی وجہ سے تنگ آ گیا۔ وہ مشورے کرنے لگا۔ لیکن کسی بھی طرح خودداری کے ساتھ محاصرہ سے خلاصی کی شکل نظر نہیں آئی۔ اسے اپنے محصور شدہ رفقاء کی فاقہ کشی شاق گزری اور وہ اسی نیم جان جماعت کے ساتھ جو اس کے ساتھ تھی پوری دلیری کیساتھ لڑتے ہوئے کئی زخم کھا کر شہید ہوگیا۔

بعضوں نے لکھا ہے کہ خان محصور نے عساکر کی محصوری، اپنے رفقاء کی سراسیمگی۔

از وقہ کی کمی اور جنگی سامان کی عدم موجودگی دیکھ کر اپنے ہی ہاتھ سے پیالہ زہر قاتل پی کر کشمکش و حادثات دنیاوی سے سبکدوشی حاصل کر لی۔ یعنی انتقال کر گئے۔ القصہ خان شہید کو اسی جگہ مدفون کر دیا گیا اور پالیگار مذکور خان مغفور کے تمام مال واسباب کے ساتھ اپنے دار المقر کو روانہ ہو گیا۔ مرہٹے بھی اپنی بدنامی اور بادشاہ کے اعتراض کے خوف سے چند پالیگاروں سے چوتھ وصول کرنے کے بعد لوٹ گئے۔

خان شہید نے اپنے حسن سلوک سے ملک آباد اور رعایا اور خلق اللہ کو خوش رکھا تھا تمام پالیگار آسودہ حال تھے۔ شہر سرا کے اردگرد پالیگاروں کی چوکیاں مقرر تھیں، چنانچہ چوکی میسور یہ ہزار سوار و دو ہزار پیادوں پر مشتمل تھی۔ پالن ہلی کی راہ یعنی شہر کے جنوبی سمت میں ڈیڑھ ہزار سوار اور دو ہزار پیادے متعین تھے۔ بدنور کی جانب ملکاپور میں جو کہ شہر کے وسط میں واقع ہے پانچ سو سوار اور ایک ہزار پیادے قوم بیدڑ چیتل درگی متعین تھے۔ عیدگاہ کے متصل یعنی مغرب کی جانب پالیگار ہرپن ہلی، رای درگ، رتن گری اور مڑ کیسی وغیرہ کی فوجیں حسب طاقت متعین تھیں۔ یہ لوگ شمالی نہر کی جانب چوکی رکھے ہوئے تھے۔ اس طرح صوبہ و ملک کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ درگاہ قلی خان اور طاہر خان تک یہی دستور معمول رہا۔

قاسم خان کے انتقال کے وقت اس نے اپنی حکومت کے بیس سال مکمل کر لئے تھے۔ آتش خان قلعدار نے فوج جمع کی اور سیر و شکار اور ملک کا حساب و کتاب اور ماہیت حاصل کرنے کے بہانے نکل پڑا۔ اس نے لطائف الحیل اور فکر دقیق سے پالیگاروں اور رعایا کا دل جیت کر اپنی اطاعت پر آمادہ کیا۔ پالیگار چیتل درگ بے حد مغرور ہو گیا تھا آتش خان نے چکنی چپڑی باتوں سے اسے اپنی طرف راغب کیا۔ اس نے عبرت کے لئے پالیگاروں، پرگنوں کے محلات اور مضافات صوبہ پر حملہ کیا اور جوی تنگ بھدرا سے کھت گمبیر پالہ سے ہوتے ہوئے دار الامارت کو لوٹ گیا۔ اس طرح دو سال اور چند ماہ حکومت کرنے کے بعد اسے معزول کر دیا گیا۔ کیونکہ اس

نے قاسم خان مرحوم کے قتل کے موقع پر اغماض سے کام لیا تھا۔اس کے بعد مامور خان کڑاڑہ کو حضور خانجہاں ناظم دکن کی طرف سے اس صوبہ کی ایالت پر مقرر کیا گیا۔اس نے رخش عزیمت سنبھالی اور صوبہ پر ضبط و ربط اور رعب وداب سے فرمانروائی کی۔

اسی دوران پالیگار چیتل درگ جو قاسم خان کا قاتل تھا انتقال کر گیا۔اس کے بیٹے مدکری نائک نے مسند نشینی کو خلاف تقاضائے وقت سمجھ کر خان موصوف سے التجا کی۔خان موصوف نے وقت کو غنیمت جان کر دو لاکھ روپے شیرینی کی تقسیم کے لئے اور قاسم خان کا لوٹا ہوا تمام سامان طلب کیا اتنی رقم حاصل کرنے کے بعد اس نے شمشیر و خلعت عطا کر کے اسے مسند نشیں کیا۔اس کے بعد سے یہ معمول ہو گیا کہ ہر پالیگار کی وفات کے بعد اس کا وارث صاحب صوبہ کی اجازت کے بعد ہی مسند پر بیٹھتا تھا۔صاحب صوبہ نے افلام (سکہ) ڈھال کر خود اپنے نام سے جاری کیا چنانچہ افلام مامور خانی رواج پا گئے۔اس سے قبل عالمگیری ہون۔شاہجہانی فلوس اور خرمہر مروج تھے۔

اگرچیکہ مامور خان کڑاڑہ نے صرف چار سال حکومت کی لیکن اسنے تملق اور شیریں زبانی سے دو سال کا پیشکش پیشگی حاصل کیا۔اسے معزول کر دیا گیا۔چین قلیج خان یعنی میر قمرالدین خان آصفجاہ کو اس دیوانی پر مقرر کیا گیا۔سعادت اللہ خان نائطہ کو جو کہ صوبہ ارکاٹ کا صوبیدار تھا کو اس صوبہ کا صوبیدار بنایا گیا۔

قاسم خان نے جس دستور کی بنیاد رکھی تھی اسپر عمل پیرا ہو کر صوبہ کا بندوبست کرتا رہا۔ تین سال بعد اسے حضور میں طلب کر لیا گیا۔ایک دیوان کو یہاں مقرر کر کے وہ روانہ ہو گیا۔اسے صوبہ دکن کے چھ صوبوں کا ناظم بنا کر روانہ کیا گیا۔اسنے وہاں سے اپنے ایک نائب خداوند خان کو صوبہ سرا کا صوبیدار مقرر کر کے روانہ کیا اور اپنے دیوان کو واپس بلا لیا۔اس نے عیدگاہ کے راستہ میں بڑی مسجد تعمیر کروائی۔

یہ بات مخفی نہ ہو کہ جب داؤد خان ناظم کرناٹکین ،حضور سلطان عالمگیر سے اجازت حاصل کر کے یہاں پہنچا تو اس نے اس صوبہ کی حفاظت کے لئے اٹھاون منصبدار مقرر کئے ۔اس زمانہ میں تمام منصبدار رستم چک کے دشمن ہو گئے ۔

اس سے پہلے عہد شاہ جہان و عالمگیر، محمد اعظم بہادر شاہ محمد فرخ سیر سلاطین دہلی اور ناظمین دکن کے دور میں ان منصبداروں کو جاگیر منصب ذاتی کے علاوہ جہاں کہیں بھی یہ متعین ہو کر جاتے تھے وہاں کی صوبیداری کے لئے ماہانہ تنخواہ بھی دی جاتی تھی ۔اس کی صاحب صوبہ کی جانب سے ہر ماہ توجہ ہوتی تھی اور وہ بلاعذر ماہوار انہیں روانہ کرتا تھا ۔جو کچھ بھی اسے وصول ہوتا تھا وہ اسے ناظم دکن کی خدمت میں روانہ کرتا تھا ۔

رستم چک نے آصف جاہ کی خدمت میں لکھا کہ منصبداروں کو سیر حاصل جاگیریں موجود ہیں جو ان کی اجرت کے لئے کافی ہیں اسلئے افزود ماہیانہ کی ادائیگی سرکار کے نقصان کا باعث ہے ۔اس کے علاوہ انہیں برگشتہ کرنے والا ہے ۔چونکہ صاحب سرمایہ ہو جاتے ہیں اسلئے اگر ان کے ارادہ میں فساد اور بغاوت کا خیال پیدا ہو جائے تو انہیں فتنہ برپا کرنے میں کوئی تامل نہ ہوگا ۔انہیں دفع کرنے کی قوت موجود نہ ہوگی ۔بہتر ہے کہ طغیانی سے پہلے تالاب پر باندھ مضبوط کر دیا جائے ۔

جب یہ بات نظام الملک آصفجاہ کے کانوں میں پڑی تو اسنے اس بات کو سچ سمجھا اور درماہہ موقوف کرنے اور جاگیرات کو کم کرنے کا حکم جاری کیا ۔رستم چک کو کفایت خان کا لقب مرحمت کر کے روانہ کیا ۔اس بات سے سبھی منصبدار رنجیدہ خاطر ہو کر وقت کا انتظار کرنے لگے کہ کب اسے درمیان سے نکال پھینکیں ۔

ایک دن جبکہ رستم چک حمام میں تھا چندلوگ سبقت کر کے اندر داخل ہوئے اور مالش کے بہانے اسکے ہاتھ پاؤں کھینچ کر اسے ہلاک کر دیا اور اس کی نعش کو شہر کے جنوب میں موجود

دروازہ جسے کفایت دروازہ کہتے ہیں کے باغیچہ میں دفن کردیا۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ آصف جاہ ان دنوں قریب ہی مرچ میں رونق افروز تھا۔ پردلہ خان نے یہاں پر سبندی فراہم کرنے کے لئے توقف کیا۔ وہاں سے اس نے اپنے فرزند محمود خان کو اس صوبہ کے بندوبست کے لئے معہ عنایت نامہ روانہ کیا۔ جس وقت رستم چک حمام میں تھا بے دل منصبداروں کے ایما اور اشارہ سے محمود خان وہاں حاضر ہوا اور اس نے پیش کش سے اس کا پیٹ چاک کردیا اور اسے اسی کے باغ میں دفن کردیا۔

غرض رستم چک نے چار سال حکومت کی تھی۔ پردلہ خان ساکن صوبہ مرچ یعنی وہاں کا جاگیردار چہل تنی کے نام سے مشہور تھا۔ کیونکہ وہ اپنے ساتھ چالیس افراد کو جو اسکے ہم وضع اور یکدل تھے اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ اسکی قوم دلازاک تھی۔ کفایت خان کی موت کے بعد اس صوبہ کی ریاست اس کے سپرد کی گئی اور وہ یہاں کا نظم ونسق چلانے لگا۔

اسکے دور حکومت میں اکثر پالیگاروں نے یہ دیکھ کر کہ آصف جاہ زر پرست ہے' پیسہ خرچ کر کے ہوس ملک گیری اور ایک دوسرے کی شکست وریخت شروع کردی۔ چنانچہ بدنور کے پالیگار رشوم شنکر نے سوںڈہ کے نواح کے پالیگاروں پر لشکر کشی کی۔ تاہم اس نے خفیہ طور پر ناظم دکن سے اجازت حاصل کرلی تھی لیکن پردلہ خان حاکم صوبۂ سرا کو اس بات کی اطلاع نہیں تھی۔ جب پردلہ کو اس بات کی خبر ملی تو اسنے لشکر آراستہ کر کے اپنے بیٹے محمود خان کو سردار لشکر مقرر کر کے پالیگار مذکور کی تنبیہ کے لئے روانہ کیا۔

جب خان مذکور بدنور کے نواح میں پہنچا تو اس نے عبرت نمائی کے لئے دوتین گاؤں کو آگ لگادی اور رعایا کو حیرت میں ڈال دیا۔ پالیگار نے ناظم دکن کے خط کی نقل موصوف کو روانہ کرتے ہوئے پیغام دیا کہ میں حضور کے حکم کے مطابق اپنا بندوبست کررہا ہوں کیونکہ اس نواح کے چند پالیگار وغیرہ غرور ونخوت سے خیرہ دماغ ہوگئے ہیں اس لئے انہیں تنبیہ کررہا ہوں اگر

تمہیں روپیوں کی ضرورت ہے تو مقررہ زر بلا عذر و بلا تخفیف بروقت پیش کردونگا۔ خان جہالت نشان نے اس کی بات نہ مانی اور جھوٹ کا الزام عاید کر کے آگے بڑھا تاکہ قلعہ بدنور کو جو کہ پالیگار مذکور کی سکونت گاہ تھی محاصرہ کرے اور اسے اس حرکت سے باز رکھے بلکہ اسے درمیان سے ہٹا کر اس کے دارالمقر کو اپنی اقامت گاہ بنالے۔ اس صورت حال سے واقف ہو کر پالیگار نے فوج جمع کی اور جنگل و کوہستان میں پناہ لے کر ناگاہ خان کے لشکر پر شب خون مار کر اس کی فوج کو منتشر و پریشان کر دیا۔ چنانچہ میر لشکر زخمی ہو کر بے نیل و مرام واپس لوٹ گیا۔

دوسرے سال پردلہ خان اپنے اسی بیٹے کو اپنی جگہ پر صوبہ کا حاکم بنا کر ضروری کام کے سلسلہ میں حضور کی خدمت میں روانہ ہوا۔ محمود خان دلازاک نے باپ کی نیابت میں کامرانی کی۔ اس کے دور حکومت میں دوسرے سال پالیگار بدنور و میسور نے پھر سے شورش برپا کرتے ہوئے پھر جدال و قتال کا بازار گرم کیا اور ایکدوسرے کے خلاف لشکر آراستہ کر لیا۔ محمود خان کو اس بات نے تشویش لاحق ہوئی اور ان کی تنبیہ کے لئے لشکر فراہم کیا۔ اسی وقت آصفجاہ کا خط اسے موصول ہوا کہ میسور، بدنور، کلی کوٹ اور ڈنڈیگل کے پیشکش حضور کو موصول ہو چکے ہیں تم اس امر میں کوئی معترض نہ ہونا۔ خان موصوف لاچار ہو کر بیٹھ رہا۔ اسی دوران پالیگار میسور نے جرا لشکر کے ساتھ نکل کر بنگلور اور ماگڑی درگ کی تسخیر کی اور وہاں کے پالیگاروں کو اسیر کر لیا۔

اسی دوران نذر بہادر صاحب شیخ بزرگ والد بزرگوار مجو میاں کلو کی ولایت سے اس نواح میں پہنچے۔ فقراء کے درمیان ان کا لقب میاں خیل یعنی ملائے گروہ ہے۔ خان مذکور نے ان کا پورے عزت و احترام کے ساتھ استقبال کیا اور انہیں صوبہ میں جگہ اور موضع چکن کوٹہ ان کے صرف کے لئے بطور جاگیر عطا کی۔

القصہ محمود خان نے دو سال حکومت کی تھی کہ فتح سنگھ سپہ سالار مرہٹہ نے لشکر کشی کی اور چیتل درگ کے نواح میں آتش قتل و غارت گری برپا کر دی۔ اس مقام کے پالیگار نے پریشان

ہو کر خان موصوف کو لکھا کہ مرہٹوں کا ظلم وتعدی حد سے بڑھ گیا ہے اور چونکہ میں آپ کا باجگذار ہوں اسلئے میری اعانت ضروری ہے۔ خان موصوف نے تین ہزار سوار اور چار ہزار پیادے غنیم کو دفع کرنے کے لئے جمع کئے اور تاور کرا تک پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔ مرہٹوں نے سبقت کی اور حملہ آور ہوئے دونوں کے درمیان سخت معرکہ ہوا۔ محمود خان نے صبح سے دو پہر تک خوب داد شجاعت دی اور غنیم کے ہزارہا سپاہیوں کو شربت مرگ چٹایا اور آخر شہید ہو گیا۔ غنیم ظفریاب ہو کر شہر سرا کو جلا کر خاک کرتے ہوئے لوٹ گیا۔ اس کے بعد حضور نظام الملک آصفجاہ کی جانب سے داؤد خان کو محمود خان کی جگہ نامزد کیا گیا۔ اسے یہ حکم دیا گیا کہ باجگذار پالیگاروں میں سے کوئی بایکدیگر جنگ کریں تو اس کی تنبیہ کی جائے اور اگر قدرت نہ ہو تو حضور کی خدمت میں لکھا جائے۔

جب داؤد خاں صوبہ میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ پالیگار بے حد مغرور ہو چکے ہیں اور بغیر فوج کشی پیشکش ادا نہیں کرتے۔ اس دوران میسور کے پالیگار زرکلٹی ارس راج نے ایک گراں فوج کے ساتھ تر یکرا کے پالیگار پر جو کہ بسوا پٹن کے پالیگار کا رشتہ دار تھا جو ملک ریحان صاحب صوبہ کے قہر سے نجات حاصل کرنے کے بعد رنجگی پر مسلط ہوا تھا' پر حملہ آور ہوا اور اسے مغلوب کر کے قید کر لیا اور تعلق بیلورا اپنے تصرف میں کر لیا۔

خان مذکور نے یہ تفصیل حضور کی خدمت میں تحریر کی اور لشکر کی التماس کی۔ شاہنواز خان بخشی الملک اور ناصر جنگ خلف آصفجاہ نے جو کہ ان دولت لٹانے والے پالیگاروں کے حامی تھے نے صوبہ دار مذکور کو ناکارہ قرار دیتے ہوئے اسے ایک سال کے اندر معزول کر دیا۔ اس کی جگہ عبداللہ بخاری خان نامی شخص کو مقرر کر کے حضور کے حکم سے روانہ کیا گیا۔ جب عبداللہ خان اس صوبہ کا حاکم بن گیا تو وہ حضور سے جو سوال و جواب ہوئے تھے ان کے مطابق کام کرنے اور صوبہ کا انتظام چلانے لگا۔ اسنے کسی بھی پالیگار کے کام میں داخل اندازی نہیں کی۔

شہر سرا کا عیدگاہ قدیم زمانہ سے صرف مٹی کی دیوار پر مشتمل تھا۔ اس کا چبوترہ درست

نہیں تھے۔ مصلیوں کیلئے اس میں جگہ کی کمی واقع ہوگئی تھی۔ اس نے اسے توڑ کر سنگ اور گچ سے دوبارہ تعمیر کروایا تا کہ یادگار رہے۔ اسے پالیگاروں سے جو بھی مبلغ پیشکش وصول ہوتی تھی وہ اسے انتظام کے لئے حضور کی خدمت میں روانہ کر دیتا۔ اسنے سپندی میں تخفیف کی یعنی دو ہزار سواروں کو کام سے خارج کر دیا۔ اس کفایت شعاری کے باوجود اسے دو سال کے اندر معزول کر دیا گیا۔ روانگی کے وقت اسنے پالیگار میسور سے سازش کر کے بطور قرض دس لاکھ روپئے حاصل کئے اور ٹمکور کی جانب پرگنہ حویلی کو قرض کی ادائیگی کے لئے حوالے کر دیا۔

اس کے بعد امین خان حیدرآبادی کو صوبہ سرا کی ریاست پر مقرر کیا گیا۔ اسنے آتے ہی بد دماغ باجگذار پالیگاروں کو حکمت عملی اور چرب زبانی سے ان کی جمع خاطر کر کے اپنی طرف متوجہ کیا۔ جو کہ کچھ پیشکش مقرر تھا اسکے علاوہ کچھ رقم نذر کے طور پر حاصل کی۔

اس دوران پالیگار میسور نے لشکر جمع کر کے اسے اپنے دلوائی کانتیا کی سرکردگی میں چک بالا پور کی تسخیر کے لئے روانہ کیا۔ چکبالا پور کا حاکم دڈ بھیڑی گوڑہ تھا۔ چک بالا پور یہ نے اس حالت سے امین خان کو مطلع کیا۔ خان موصوف نے دلوائی کی خدمت میں اپنے وکیل کو اپنے عنایت نامہ کے ساتھ روانہ کیا اور اس عزم سے باز رہنے کی تاکید کی۔ مگر دلوائی مذکور نے جسے اپنی دولت اور لشکر کا غرور تھا اور ناظم زبردست کی حمایت حاصل تھی اس بات کی طرف توجہ نہیں دی۔ اسنے امین خان کے خط پر کوئی عمل نہیں کیا اور نہ ہی اس کا کوئی جواب دیا بلکہ وکیل کو سرسری ملاقات کے بعد روانہ کر دیا۔ اسنے چک بالا پور کی تسخیر کی مہم تیز کر دی۔ کانتیا نے اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ چاروں طرف سے حصار بندی کریں اور حصار توڑنے اور مور چال بندی کے لئے توپوں کی ضربیں لگائیں۔ انہوں نے خندق پُر کرنے کے لئے گھاس پھوس اور جنگلی درخت جمع کئے۔ اس نے اسی طرح نندی درگ پر جہاں پالیگار مذکور کا ایک رشتہ دار حکمران تھا مور چال قائم کیا اور جنگ شروع کر دی۔ پالیگار مذکور نے پھر امین خان کو اس حالت سے آگاہ کیا اور لکھا کہ خرابی کا پانی گلے تک

پہونچ گیا ہے۔میری اعانت آپ پر فرض ہے کیونکہ میں آپ کی سرکار کا فدوی اور دولت خواہ ہوں اور میری شکست صاحب صوبہ کی بدنامی کا باعث ہوگی۔امین خان کو جب اس بات کی اطلاع ملی تو وہ غضبناک ہوگیا اسنے ایک قاصد روانہ کرتے ہوئے دلوائی کو کہلا بھیجا کہ اے دلوائی تیرے لئے یہ بات بالکل نامناسب ہے کہ تو میرے حکم کی سرتابی کرے۔تجھے اس سے کوئی فائدہ پہونچنے والا نہیں ہے بلکہ پریشانی ہوگی۔کانتیا نادان نے جواب میں کہلا بھیجا کہ شراب خور اور سیندی نوش کی بات کی میرے پاس کوئی قدر نہیں ہے۔تجھ سے کیا ہوسکتا ہے۔قاصد نے پلٹ کر یہی جواب اپنے آقا کو پہونچایا۔

پس امین خان نے پوری شان وشوکت کے ساتھ نقارہ بجاتے ہوئے دو ہزار سواروں کے ساتھ اسی وقت کوچ کیا اور چند پالیگا۔ کو مدد کے لئے طلب کیا مگر پالیگاروں کی افواج پہنچنے کا انتظار کئے بغیر سیدھا راونہ ہوگیا۔تنکری اور مڑکسی کے پالیگار جو کہ صوبہ کے قریب تھے اپنی اپنی افواج کے ساتھ صاحب صوبہ کے ساتھ شامل ہوگئے۔

القصہ خان شجاعت کیشاں اپنی ہمت کے بل بوتے پر جسارت کرتے ہوئے گوڑی بنڈہ جوکہ پالیگار مذکور کا ایک تعلقہ تھا پہنچا اس جگہ کا قلعدار خوش وخرم ہوگیا اور اسنے خان موصوف کی آمد کا حال اور مژدہ اپنے سردار کو پہونچایا۔اسنے بڑی خوشنودی سے اس بات کی اطلاع اپنے برادر کو جوکہ نندی درگ کا حاکم تھا کو امین خان کے یلغار کی اطلاع دی۔ہر ایک نے اپنی اپنی جگہ خوشی کے نقارے بجائے اسی دن نندی گڑھ کے حاکم نے اپنی جمیعت کے ساتھ پہاڑی خندقوں کی مدد لیتے ہوئے دشمن کی فوج پر شب خون مارا۔انہیں تہہ تیغ کرتے ہوئے تو دہ تو دہ سر جمع کئے۔جو لوگ تہ تیغ ہونے سے بچ گئے وہ خندقیں چھوڑ کر لشکر کی طرف دوڑ پڑے۔بعض بندوقچی گاؤں میں پناہ گزین ہوکر گولیاں برسانے لگے۔

دوسرے دن جب دلوائی کو اپنے لشکر کی خرابی اور شکست کی خبر ملی تو اس نے شکست

خوردہ فوج کی مدد کے لئے اپنے پاس موجود فوج روانہ کی۔ باقی چھوٹی سی جمیعت کے ساتھ جو کہ صرف ہزار پانسو سواروں اور دو تین ہزار پیادوں پر مشتمل تھی لے کر میدان جنگ میں ایک ہاتھی پر سوار ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اسی اثناء خان شجاعت کیش راتوں رات گوڑی بنڈہ سے یلغار کرتے ہوئے میدان جنگ میں پہنچ گیا۔ اگر چہ کہ دلوائی کو اس بات کی اطلاع مل گئی کہ امین خان حاکم سرا اپنے لشکر کے ساتھ پہنچ گیا ہے مگر اس کے دل میں ذرہ برابر بھی اندیشہ پیدا نہیں ہوا۔

خان جلادت نشان نے جو خود بھی ہاتھی پر سوار تھا اپنے سپاہیوں کو حملہ کرنے کا حکم دیا اس کے لشکریوں نے دین دین کی صدا بلند کرتے ہوئے حملہ کر دیا اور قتل و غارت گری شروع کر دی۔ انہوں نے فیل سوار کو اپنے نرغہ میں لے کر شمشیر سے دست آزمائی کرتے ہوئے اسے زمین پر لے آئے اس موقع پر کانتیا نادان نے ہر چند گڑگڑا کر التجا کی کہ میں اس ہاتھی کے برابر زرو گوہر دینے کے لئے تیار ہوں میری جان بخشی کرو مگر انہوں نے اس کی بات نہ مانی اور اسے عماری سے باہر کھینچ لیا۔ اس کی زبان باہر کھینچ کر اسے جوتوں سے مارتے ہوئے کہا کہ تو نے اسی زبان سے حروف ناشائستہ کہے تھے۔ پس اس کا سرتن سے جدا کر دیا اس طرح کانتیا کی جمیعت منتشر ہو گئی اور کچھ سپاہ اور سرداروں نے میسور کی راہ پکڑی۔ خان ظفر نشان نے تمام سامان حرب و ضرب، ہاتھی اور گھوڑے جو کچھ بھی حاصل ہوا اسے حضور کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ جب سرداران کنڑا سری رنگپٹن پہنچے تو راجہ نے مسند آراء ہو کر ان سے احوال دریافت کیا انہوں نے اپنی زبان میں جواب دیا" منتے اینُ للّا سامی دین دین وندے آنتو نو ما کانتیا تلہ ہوئیدو" یعنی دیگر کچھ نہیں حضرت آخر دین دین ایک ہوا اور مفت میں کانتیا کا سر کٹ گیا۔

غرض امین خان تین سال تک ضبط و ربط حکومت کرنے کے بعد معزول ہو گیا۔ کانتیا دلوائی کے قتل کے بعد دیگر پالیگاروں کے دل میں اس کا خوف و ہراس پیدا ہو گیا تھا اسلئے کسی نے بھی اپنے حدود سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ طلب سے پہلے پیشکش روانہ کر دیتے تھے۔

اس کی معزولی کے بعد غالب خان اس صوبہ کی ایالت پر مقرر ہوا اور صوبہ کے بندوبست میں مشغول ہو گیا اس کے عہد حکومت میں پالیگار پہلے سے کہیں زیادہ سرکش ہو گئے۔ جب پالیگاروں نے دیکھا کہ ناظم زر پرست اور صاحب صوبہ نرم تر ہے تو انہوں نے لوٹ گھسوٹ اور رعایا کو آزار دینا شرع کر دیا۔ وہ اپنے سے چھوٹے اور قلیل جماعت پالیگاروں کو درمیان سے ہٹا کر ان کے ملک و مال پر تصرف کرنے لگے۔ اگر حاکم صوبہ کسی کی مدد کیلئے پہنچتا تو اسے روپیہ پیسہ دیکر اس بات سے باز رکھتے۔ اس طرح دو سال حکومت کرنے کے بعد وہ معزول ہو گیا۔

اس کے بعد نجیب خان احراری صوبہ سرا کی ایالت پر مامور ہوا۔ جب وہ اس صوبہ میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ پالیگاروں کے آپسی مناقشہ سے بندوبست ناممکن ہے اس لئے اسنے اپنے دور میں پند و نصائح کے ذریعے انہیں اس بات سے روکنے کی کوشش کی۔

ایک راوی نے روایت کی ہے کہ سدھوجی بن سندھوراؤ گھوڑ پڑیہ نے صوبہ سرا کے تمام کارخانجات میں بے نظام حاکموں کی سستی کی وجہ سے بدنظمی پائی تو ایک گراں لشکر کی مدد سے اس علاقہ پر حملہ آور ہوا۔ اس جگہ کے قلعہ دار احمد خان نے مردانہ وار مقابلہ کر کے اسے مار بھگایا۔ اس نے اس بات کی اطلاع صاحب صوبہ کو دی۔ اس اطلاع کے ملنے پر احراری نے دو ہزار سوار اور چار ہزار پیادوں سے ہندو پور پر حملہ کر دیا اور اسے غارت کر دیا۔ وہ شب خون مارنے کے ارادہ سے آگے بڑھا۔ مرہٹہ کو جب اس بات کی اطلاع ملی تو اسنے مقابلہ و مقاتلہ کو مناسب نہ جانتے ہوئے سونڈور کو راہ فرار اختیار کی۔ صاحب صوبہ چند دن پنوکنڈہ میں اقامت کرنے کے بعد سرا کو واپس لوٹ آیا۔ اس نے چوک شہر میں مسجد تعمیر کروائی جو آج تک باقی اور مصلیوں سے آباد ہے۔ تین سال بعد اسے معزول کر دیا گیا۔ اس کی جگہ درگاہ قلی خان حاکم صوبہ بنا۔

درگاہ قلی خان جب حضور آصفجاہ کے حکم سے صوبہ سرا کو پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ناظم دکن کے اغماض سے پالیگاروں کے طور بگڑے ہوئے ہیں اس نے یہ بات طے کر لی کہ وہ

پالیگاروں کے درمیان جنگ کے وقت اسی پالیگار کی مدد کرے گا جو سب سے زیادہ دولت ادا کرے۔ اس طرح جو بھی مال و دولت ہاتھ لگتا اسے وہ غنیمت سمجھتا تھا۔ اس دوران حیدر علی خان کے والد فتح محمد نے کولاز سے آ کر خان موصوف کی ملازمت اختیار کی اور عمدہ نوکری پر مامور ہوئے۔ انہیں بالا پور کلاں کا تھانہ دار مقرر کیا گیا۔

خان معز الیہ کو ایک ہی سال میں معزول کر کے صوبہ ارکاٹ کا بخشی الملک مقرر کیا گیا۔ اس کی جگہ عابد خان کو صوبہ سرا کا حاکم مقرر کیا گیا وہ حیدر آباد سے صوبہ سرا پہنچ کر انتظام میں مشغول ہوا ہی تھا کہ میسور کے پالیگاروں نے حاکم بدنور اور میسور کے جنوب اور مشرق کے حاکموں سے مل کر بالا پور کلاں کے قلعہ پر شبخون مار کر اسے تسخیر کرنے کی کوشش کی اس معرکہ میں فتح محمد نے ایک قلیل جمعیت کے ساتھ جو صرف پانچ چھ سو پیادوں پر مشتمل تھی کارہائے نمایاں انجام دیتے ہوئے سرکش غنیم کو شکست دی چنانچہ راقم سطور نے نشان حیدری میں اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔

عابد خان نے ان کی بہادری پر نظر کرتے ہوئے انھیں طلب کیا اور صوبہ کی حفاظت پر متعین کیا۔ نامبردہ صاحب صوبہ کے الطاف و عنایت سے صاحب فیل و نشان نقارہ بن گئے۔ انھوں نے حاکم کی اجازت سے دو ہزار پیادے اور پانچ سو سوار جمع کئے اور صوبہ دار موصوف نے شیخ مذکور اور سید پیراں جمعدار کی مدد سے اگرچہ صرف ایک سال حکومت کی مگر پالیگاروں کی پیشکش بے باق وصول کی۔ وہ معزول ہو کر حیدر آباد لوٹ گیا اس کی جگہ پر مشہور خان کو صوبہ کی ایالت پر اور حیدر آباد کے امیر آدم قلی خان کو قلعدار مقرر کیا گیا دونوں باتفاق رخصت پا کر ان حدود میں پہنچے۔

قلعدار کی جاگیر کے مواضعات درج ذیل ہیں۔ پرگنہ حویلی کے تعلقہ میں موضع ایلور، ہلکور، کرناٹہ، ہیلی، وماکوڑ، مدلور، کوٹہ، میل کوٹہ، کندکن ہلی، گن ہلی اور گولی جمع کامل بیالیس ہزار سات سو ہون محمد شاہی مع خرچ سبندی بسالانہ قلعدار و تین سو میواتی و دو سو جزال بردار، متصدی،

چوکی نویس وغیرہ مقرر تھے۔ قلعدار داخل قلعہ ہوا۔ صاحب صوبہ نے اپنے دیوان کو حساب وکتاب اور جمع خرچ کی تیاری کے لئے صوبہ کی طرف روانہ کیا۔ اسنے عبرت نمائی کے لئے ان تمام سے زر پیشکش وصول کیا۔ اسے علم پیمائش میں کافی دسترس حاصل تھی۔ اس نے ملک وصوبہ کے تمام پالیگاروں کو اپنی طرف راغب کیا۔ اس کوشش کے دوسال بعد اسے معزول کر دیا گیا۔

اس کی جگہ پر درگاہ قلی خان کو دوبارہ اس صوبہ کی ایالت پر مقرر کیا گیا۔ وہ قدیم آئین کے مطابق صوبہ کا بندوبست کرنے لگا۔ اس دوران بادشاہ کی جانب سے مقرر کردہ قلعدار کا انتقال ہوگیا اور جگہ خالی تھی اسلئے اس نے حضور میں لکھ کر اپنے خاص معتمد کو جو قوم پنی سے تعلق رکھتا تھا قلعدار مقرر کروایا، پرگنہ بالا پورکلاں جو کہ خان صاحب کی جاگیر تھی کا بندوبست، سابقہ صوبہ دار کے برخلاف اپنے ذمہ لے لیا۔ درگاہ قلی خان کے دور میں پالیگار ایک دوسرے کو تکلیف پہنچانے میں مشغول تھے اور خان موصوف جو کوئی بھی پالیگار زیادہ رقم ادا کرتا اسی کی کمک کرنے کی کوشش کرتا اور عام پیشکش کے علاوہ بطور نذرانہ بھی کافی رقم وصول کرلیا کرتا تھا اور اسباب جنگ ہمیشہ مہیا رکھتا تھا۔ چونکہ آصفجاہ کو حاکم سرا کی قوت کا علم تھا اس لئے اس نے صاحب صوبہ نے جس شخص کو قلعدار مقرر کیا تھا اسی کا تقرر بحال کر دیا۔ پالیگاران چیتل درگ و بدنور۔ میسور اور رائی درگ نے اپنی اپنی چوکیوں کو جو کہ شہر کے اردگرد موجود تھیں دوبارہ مقرر کر دیا۔

اسی دوران درگاہ قلی خان کا دوسال بعد قتل وقوع پذیر ہوا۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ افغانوں کی قوم سے تعلق رکھنے والا ایک شخص جس کا نام دلیل خان تھا مرج کی جانب سے اس علاقہ میں آیا ہوا تھا۔ اس دوران سرا کے حاکم محمود خان نے جس کا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے دلیل خان کی خاطر خواہ ناز برداری نہیں کی اس لئے اس نے خفا ہوکر نوکری چھوڑ دی اور گھر ہی میں رہنے لگا۔ تاہم اس نے اپنے دس بارہ گھوڑے پالیگار رتن گیری کے نوکروں کو کرایہ پر دے رکھے تھے۔ بدقسمتی سے اس دوران پالیگار رتن گیری سرا کے حاکم سے منحرف ہوگیا اور غرور ونخوت سے اپنا سر

اٹھانے لگا۔ صاحب صوبہ نے مٹر کسی کے پالیگار کو اس بات پر اکسایا کہ وہ رتن گیری پر حملہ کردے ۔ پالیگار مٹر کسی نے رتن گیری کو تاخت و تاراج کر دیا اور اس کے سارے اسباب پر قبضہ کر لیا۔ اس مال غنیمت میں دلیل خان افغان کے گھوڑے بھی شامل تھے۔ اس نے حاکم سرا سے درخواست کی کہ وہ ان گھوڑوں کو جو اس کی ملکیت ہیں لوٹا دیں۔ حاکم نے جواب دیا کہ یہ سارے گھوڑے مال غنیمت میں آئے ہیں تمہیں نہیں دئے جاسکتے۔ بہتر ہے کہ تم ان کا مطالبہ منحرف پالیگار سے کرو، اس طرح فہمائش کرنے کے بعد انہوں نے اسے اپنی ڈیوڑھی سے نکال دیا۔

درگاہ قلی خان کے دور میں پالیگار ایک دوسرے کو ایذا پہنچانے لگے تھے اسی لیے انہوں نے ان کی فہمائش کے لئے صاحب صوبہ ملک کی گشت کے لئے روانہ ہوے۔ پہلے دن انہوں نے پالن ہلی کے قریب خیمے لگائے۔ دوسرے دن صبح سویرے چند خواص کے ساتھ روانہ ہوے۔ اثنائے راہ میں دلیل خان نے ایک اور شخص کے ذریعے یہی سوال پیش کیا کہ میرے گھوڑے لوٹا دیں۔ خان مذکور نے غضبناک ہو کر کہا کہ اگر دوبارہ گھوڑے طلب کئے تو میخ کوب سے سر پھوڑ دونگا۔ مذکورہ شخص نے لوٹ کر صاحب صوبہ کا یہی دندان شکن جواب سنادیا۔

دلیل خان غضبناک ہو کر گھوڑے پر سوار ہوا اور دوسرے ایک شخص کے ساتھ عطار کی دوکان سے خوشبو خریدی اور بدن اور ملبوسات پر انھیں مل کر پالن ہلی کی طرف روانہ ہوا۔

جس وقت وہ وہاں پہنچا خان معزالیہ (درگاہ قلی خان) شامیانہ میں تنہا بیٹھا ہوا تھا کیونکہ ابھی تک خیمہ خاص تیار نہیں ہوا تھا اور نہ ہی سراچہا (پردے) کھینچے گئے تھے۔ افغان مذکور بلا جھجک شامیانہ میں داخل ہو گیا۔ جب افغان مقابل پہنچا تو خان موصوف اس کے استقبال کیلئے کھڑا ہو گیا۔ افغان نے معانقہ کے بہانے اس کے قریب پہنچ کر اس کے پہلو میں اس تیزی سے خنجر گھونپا کہ وہ اس ضرب سے زمین پر گر کر جان بحق ہو گیا۔ افغان اس کی نعش پر بیٹھ کر اس کے منہ پر تھوکنے لگا۔ اس وقت ایک نوکر جس کے ہاتھ میں میخ کوب (ہتھوڑا) تھا آپہنچا اس نے ایک ہی ضرب

سے دلیل خان کا سر پاش پاش کر دیا۔ اس کے ساتھی کو پیادوں نے تفنگ سے ہلاک کر دیا۔

صاحب صوبہ کے وارثوں نے مرحوم کی نعش صوبہ سرا پہنچائی اور قلعہ کے مغربی دروازہ کے آگے ایک باغ میں انہیں دفن کیا۔ اس کے اطراف سنگین مزار اور اس کے اطراف گچ کا چبوترہ تیار کروایا۔

اس کے بعد خان مرحوم کا بڑا بیٹا عبدالرسول خان مسند آرا ہوا۔ اسنے قلعدار کے مشورہ سے لشکر فراہم کیا اپنے والد کی نیابت کی بجاآوری کی۔ اس نے ان حالات سے آصفجاہ کو مطلع کیا۔ اگر چہ کہ حضور نے اس دوران نواب طاہر خان کو اس صوبہ کی ایالت پر مامور کیا لیکن وہ نو ماہ کی مدت تک سپاہیوں کی فراہمی وغیرہ کے لئے وہیں مقیم رہا۔ اس کے بعد ایک شائستہ جمیعت فراہم کر کے عازم صوبہ ہوا۔ عبدالرسول خان اپنی فراہم کردہ جمیعت کے ساتھ بڑا بالا پور روانہ ہو گیا۔ اسنے قلعدار کو جنگ کرنے کی سخت تاکید کی۔

جب نواب طاہر خان لشکر کے ساتھ عیدگاہ کے میدان میں خیمہ زن ہوا تو اس نے قلعدار اور دیوان صوبہ سے قلعہ کے دروازہ کی کنجیاں پہنچانے کے لئے کہلا بھیجا۔ قلعدار اور ہزاریان قلعہ وصوبہ نے اس بات پر تکرار شروع کی کہ جب تک سالانہ واجبات' جمیعت کی فراہمی اور سبندی کا روپیہ انھیں ادا نہیں کیا جاتا اس وقت تک بیرون شہر اور قلعہ حوالے نہیں کیا جائے گا۔ نواب نے یہ جان کر کہا کہ جن دنوں سے میں نے صوبہ میں مداخلت کی ہے اس وقت سے ماہیانہ حضور سے حاصل کر کے ادا کیا جائے گا۔ مگر قلعہ والوں نے یہ بات نہ مانی اور جنگ پر مستعد ہو گئے۔

قلعدار نے قلعہ میں موجود فوج کو شہر کے برج اور بارہ پر متعین کر دیا۔ نواب نے حملہ کر کے حصار شہر کو توڑ کر شہر کو غارت کرنے کا تہیہ کیا۔ اس وقت فتح محمد شجیع نے اپنی جمیعت کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا اور دروازوں کے آگے دو تین جنگیں واقع ہوئیں اور ہر بار قلعہ والے فتحیاب

ہوئے۔

نواب نے لاچار ہو کر اپنے لشکر کو گمن بلی کے میدان میں اتار دیا اور شہر کا محاصرہ کرتے ہوئے مورچال کی فکر کرنے لگا۔ اسی دوران ایک دن صبح کو قلعدار یعنی محمد خان اپنے ہاتھی پر سوار ہو کر لشکر نواب کو تاخت وتاراج کرنے کے ارادہ سے سبقت کرتے ہوئے باہر نکلا اور جنگ شروع کر دی۔ اس کے ساتھ فتح محمد نجیع اور سید پیر جمعدار جو کہ معتبر سردار تھے، اس کے ہاتھی کے ساتھ موجود تھے۔ صبح سے ایک پہر تک دونوں فریقین کے درمیان سخت جنگ ہوئی۔ نواب نے اپنے سواروں کے ساتھ لشکر کے عقب سے قلعدار کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ اس وقت مذکورہ نجیع اور قلعدار نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دو ساعت تک دشمنوں کو دفع کرنے کی پوری کوشش کی بالآخر دونوں قتل ہو گئے۔ دوسری طرف نواب کے داماد، ہمشیرہ زادہ اور پچاس ساتھ رفیق جنھیں نواب اپنے فرزندوں اور دوستوں سے زیادہ عزیز رکھتا تھا کام آئے۔

اس واقعہ کے بعد نواب طاہر خان بے اندیشہ شہر میں داخل ہو کر قلعہ کی طرف جانا چاہتا تھا لیکن میواتیوں اور ہزاریوں نے قلعہ کی دیواروں سے گولے برسانے شروع کر دیئے۔ اور ماہیانہ وصول کر کے ہی ہٹے۔ نواب نے لاچار ہو کر حساب کے مطابق ماہیانہ ادا کر کے انھیں اپنی طرف متفق کیا۔ اس طرح وہ ملک کے بندوبست میں منہمک ہوا۔ نواب نے یہ تمام حالات حضور کو لکھے اور ایک شخص کو اپنی جانب سے قلعدار مقرر کیا۔ اپنے لشکر فراہم کرنا شروع کیا جب اس کی قیادت میں دو تین ہزار سوار اور چار پانچ ہزار پیادے جمع ہو گئے تو اس نے باجگزار پالیگاروں پر حملہ کر دیا اور شمشیر کی زور سے ہر ایک سے زر پیشکش کے علاوہ ہزاروں رقوم بطور نذر روصول کئے۔ اور یہ رقم خود اپنے صرفہ کیلئے رکھ لی۔

اس نے ابتدائے سال سے ایک ہزار سواروں کو نوکر رکھ لیا۔ یہ ایک بے جا اسراف تھا۔ اس نے ہر سوار کیلئے دوسو، تین سو، بلکہ چار سو روپے تک ماہانہ مقرر کیا۔ لیکن ماہانہ واجبات انہیں

پوری طرح نہیں ملتے تھے۔اس طرح اس کے اخراجات آمد سے کہیں زیادہ بڑھ گئے۔اہل سپاہ ہر روز نواب کی دیوڑھی پر ماہیانہ وصول کرنے کے لئے دھرنا مارنے لگے۔اس نے لاعلاج ہوکر بار بار پالیگاروں پر حملہ کرنے اوران سے نرمی وگرمی کے ساتھ خطیر رقم حاصل کرنا شروع کیا،اس طریقہ سے لشکر کے واجبات ادا کرتا رہا۔چند دنوں بعد اس نے تعلقہ وڈیری کو جوکہ حویلی تعلق کا تھا چیتل درگ کے پالیگار کو دولاکھ روپیوں کے عوض فروخت کردیا۔

الغرض اپنی زندگی تک اس نے ایک بھی ایسا پالیگار نہ چھوڑا جس سے اس نے کچھ نہ کچھ وصول نہ کیا ہو۔پالیگار میسور و بدنور اور کالی کوٹ کے پالیگاروں کے زر پیشکش حضور کی خدمت میں پہنچنے سے قبل اس نے اپنی نذر بھی زبردستی وصول کی۔اگر کوئی شخص اسے رقم دینے میں عذر کرتا تو وہ اس کا ملک تاراج اور رعایا کو خراب کردیا کرتا تھا۔اسی خوف سے سبھی لوگ حسب مقدور زر دیدیا کرتے تھے۔

نو سال بعد نظام الملک آصفجاہ نے دلاور خان بن دلیر خان بن داراب خان اکبرآبادی کو جسے وہ بے حد دوست رکھتا تھا،طلب کر کے صوبہ سرا کی قلعہ داری اور دیوانی بادشاہی بہت ہی ردوقدح کے بعد تفویض کی اور یہاں روانہ کیا خان مذکور کو پرگنہ پا کنٹور بطور جاگیر عطا کی۔

جب دلاور خاں قلعہ میں داخل ہوا تو نواب طاہر خان نے آہ وحسرت کے ساتھ قلعہ اس کے حوالے کیا اور شہر میں سکونت اختیار کرلی۔لیکن وہ قلعہ دار سے متفق تھا اور گڑبڑ کے موقع پر اپنی سپاہ سے اس کی مدد کیا کرتا تھا۔

اسی دوران راگھو اور فتح سنگھ مرہٹہ نے کثیر لشکر کے ساتھ پسر علی دوست خان کی درخواست پر صوبہ آرکاٹ یعنی صفدر علی خان کی مدد کو جاتے جائے ہوئے صوبہ سرا کی سرحد پر حملہ کیا اور بعض پالیگاروں سے نعل بہا وصول کرنے کے بعد آرکاٹ کی طرف توجہ کی۔جس کا مفصل تذکرہ مرارراؤ گھوڑ پڑیہ کے سلسلہ میں کیا گیا ہے۔

نواب نے مرہٹوں کو دفع کرنے کے لیے لشکر فراہم کرنا شروع کیا۔ مگر مرہٹے گھاٹ عبور کر کے ترچناپلی کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس لئے وہ اطمینان سے بیٹھ گیا۔

غرض اس نے اکیس سال اسی آئین سے حکومت کی۔ آخر الامر چونکہ سپاہیوں کا ماہیانہ باقی رہ گیا تھا اور اس کی ادائیگی کی کوئی شکل نظر نہیں آ رہی تھی اس لئے تمام سپاہیوں نے متفق ہو کر دنگا کر دیا اور نواب کا کھانا پینا مشکل کر دیا۔ نواب مجبور ہو کر فوج کے ساتھ رقومات کی وصولی کے لئے بدنور کی طرف روانہ ہوا۔ وہ موضع لکوری میں خیمہ زن تھا کہ چند افغانوں نے جو صبح سے فاقہ سے تھے دیوڑی پر جمع ہو کر شور غل مچانا شروع کیا۔ نواب نے غضب میں آ کر چوکیداروں (پہرداروں) سے کہا کہ ان کتوں کو یہاں سے ہٹاؤ۔ جب یہ بات افغانوں تک پہنچی تو وہ جان ہتھیلی پر رکھ کر خیمہ کے اندر گھس گئے اور نواب کو تیغ اور خنجر سے ہلاک کر دیا۔ اس طرح پورا لشکر منتشر ہو گیا۔

نواب کی میت خیمہ ہی میں پڑی رہی۔ چند خیر خواہ موالیوں نے اس کی نعش سرا پہنچائی ۔دلاور خان نے اس کی تکفین کے بعد نعش ایک صندوق میں رکھ کر اس کے فرزند افضل خان کے پاس جو کولار کا قلعدار تھا روانہ کی۔ اس نے اسے تروالور میں موجود اپنی جاگیر کو لیجا کر دفن کیا دلاور خان نے صوبہ کا خود بندوبست کیا اور اس بات کی مفصل روداد حضور کی خدمت میں روانہ کی۔ اس کے بعد اسے حضور آصفجاہ کی جانب سے صوبیداری پر تقرر کا عنایت نامہ، خلعت اور نواب کا خطاب موصول ہوا۔ یہ واقعہ ۱۱۵۵ھ م 1742ء میں وقوع پزیر ہوا۔ دلاور خان نے ابتک بارہ سال قلعدار کی حیثیت سے گزارے تھے۔ اب اسے قلعداری اور صوبیداری دونوں پر مقرر کیا گیا۔

جب نواب دلاور خان حاکم صوبہ سرا ہو گئے تو انھوں نے نیک نیتی اور غربا پروری اور رحم دلی سے حکومت کی اور نام آوری حاصل کی۔ اپنی فوج میں تخفیف کر کے ضرورت کے مطابق

صرف چھ سات سو سوار اپنے پاس رکھ کر دوسروں کو رخصت کر دیا۔ اسی طرح پیادوں کو بھی خارج کر دیا گیا۔ اپنے دور حکومت میں انھوں نے کسی پالیگار کی طرف کوچ نہیں کیا اور نہ ہی کسی کو تکلیف دی۔

نواب اور غلام مصطفیٰ خان، بخشی بادشاہ کے درمیان بے حد محبت اور اخلاص تھا یہاں تک کہ دونوں آپس میں پتنگ بازی کیا کرتے تھے۔ کچھ مدت کے بعد مذکورہ بخشی عارضہ تپ میں مبتلا ہو کر انتقال کر گئے۔ جب ان کے انتقال کی خبر نظام الملک کو پہنچی تو انھوں نے مکرم علی خان نامی ایک شخص کو بخشی گری کے منصب پر مقرر کر کے روانہ کیا۔

حاصل کلام یہ کہ نواب کی رحمدلی اور نرم مزاجی سے بھی پالیگار گرم خو ہو گئے اور فتنہ وفساد کا بازار گرم کرنے لگے ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے جھگڑنے لگے یہاں تک کہ چیتل درگ کے پالیگار نے موقع پا کر قلعہ حویلی کے محلوں یعنی بودی ہال پر مورچال کر کے مردانہ وار جنگ کرتے ہوئے اسے تسخیر کر لیا۔ صاحب صوبہ نے اسے کوئی تنبیہ نہیں کی۔ اس طرح دوسرے پالیگاروں نے بھی جو کہ کافی سرکش تھے صاحب صوبہ کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ تاہم ناظم دکن کے سپاہیوں کے گھوڑوں کی سموں سے ملک کی تاراجی اور بربادی کا خوف ان پر طاری تھا اسی لئے وہ بلاعذر پیشکش کی رقم روانہ کر دیا کرتے تھے۔

سن ۱۱۵۷ھ 1744ء میں نظام الملک آصفجاہ کرناٹک پائین گھاٹ کے بندوبست کے لئے نکلا۔ نواب دلاور خان بھی حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے ہمراہ ایک ہزار سوار، چار ہزار پیادے اور پالیگاروں کے پانچ چھ ہزار افراد موجود تھے۔ اس مہم سے فراغت کے بعد وہ اپنے صوبہ کو لوٹ گیا۔

نظام الملک آصفجاہ کے انتقال کے بعد اس صوبہ کی حالت بے حد بگڑ گئی۔ انہیں دنوں حسین دوست خان عرف چندا صاحب نائطہ داماد علی دوست خان ناظم آرکاٹ مرہٹوں کی قید سے

رہائی پاکر دوسو سواروں اور چند پیادوں کے ساتھ ہری ہر سے ہوتے ہوئے چیتل درگ پہنچا۔ اس وقت اتفاقاً ہرپن ہلی کا راجہ بسپا نائیک کوہ مائی کنڈہ کا محاصرہ کر کے اس کی کشایش میں مشغول تھا یہ کوہ چیتل درگ کے پالیگار کے تصرف میں تھا۔ درگ مذکور کے پالیگار نے چندا صاحب سے التماس کی فی الحال زمیندار ہرپن ہلی ان تعلقات پر حملہ کر کے انہیں تاخت و تاراج کر رہا ہے۔ اگر آپ کی جماعت کوشش کر کے دشمن کو زیر کر لے تو ایک ہزار روپے نقد روانہ کرونگا۔ خانِ مذکور نے اس کی بات مان لی اور اس کے ہمراہ ہوگیا۔

دونوں کے درمیان جنگ شروع ہوئی اور سخت معرکہ کے بعد ہرپن ہلی کے سپاہ ظفریاب ہوئے۔ ان تمام کو شکست فاش ہوئی۔ چیتل درگ کے سپاہیوں کو کاٹ کر رکھ دیا گیا۔ اس مارکاٹ میں چندا صاحب کا بیٹا عابد خان اور داماد اشرف علی مارے گئے۔ خان موصوف اس جگہ سے خجل ہوکر ادھونی کی طرف روانہ ہوگیا۔

چندا صاحب نے ہدایت محی الدین خان مظفر الدولہ ہمشیرہ زادہ نواب ناصر جنگ کو یہ[۱۰] حرص دلائی کہ اسے صوبہ ارکاٹ بلکہ صوبہ دکن کے چھ صوبوں کا حاکم بنا دے گا اور اس طرح اسے اپنے ساتھ ملا لیا۔ اگرچہ مظفر الدولہ نے نواب دلاور خان کو بھی اپنی اعانت کے لئے طلب کیا لیکن نواب دانا نے اس اقدام میں اس کا ساتھ نہیں دیا اور اس کی بات نہ مانتے ہوئے گنج سلامتی میں بیٹھا رہا۔

آرکاٹ کی مہم میں جسے نواب ناصر جنگ نے انوار الدین خان ناظم ارکاٹ سے انتقام لینے کے لئے شروع کی تھی، خود ناصر جنگ کا ہدایت محی الدین خان مظفر الدولہ اور چندا صاحب کے ہاتھوں آنبور گڈھ کے قریب ۱۱۶۲ھ م 1748ء میں قتل ہوگیا۔ اس وقت دلاور خان کو بھی پالیگاروں کی چند افواج کے ساتھ حضور کی خدمت میں طلب کر لیا گیا تھا۔ ناصر جنگ کے قتل میں اگرچہ صاحب سرار رضامند نہیں تھا لیکن افاغنہ نے زبردستی تجویز نامہ پر اس کی مہر لگوا دی۔ ناصر

جنگ کی شہادت کے بعد وہ لطایف الحیل یعنی تپ کی بیماری کا بہانہ بنا کر صوبہ کو لوٹ گیا۔

اس مقدمہ کے بعد سے پالیگار صاحب صوبہ کے احکامات ماننے سے منحرف ہو گئے۔ اور پیر چادر سے باہر پھیلانے لگے۔ چنانچہ پالیگار میسور نے فوج کشی کر کے کوہ مدکری کو جو کہ مڑکسی کے تصرف میں تھا اپنے زور وبازو سے تسخیر کر لیا۔ اسی طرح اس نے دیونہلی اور سلکلہ کو جو کہ حاکم چک بالا پور کے تصرف میں تھے فتح کیا۔ اس دوران مرار راؤ ابن سدھوجی گھوڑ پڑیہ نے اس موقع کو غنیمت جان کر بڑی فوج کے ساتھ حملہ کیا اور تعلقہ مڑک سرا مع قلعہ کوہ رتن گری کے پالیگار سے چھین لیا۔ اس طرح امراپور محل حویلی بھی راؤ مذکور کے ہاتھ میں چلا گیا۔

غرض صاحب صوبہ کی حکومت دولت ومنصب روز بروز تنزل کرتے گئے۔ یہاں تک کہ نواب کا حکم اس منزل کو پہنچ گیا کہ اگر کوئی پالیگار حق سرکار اپنے آپ پر لازم جانتے ہوئے روانہ کرتا تو اسے حاصل کر لیتا ورنہ کسی کے حال سے معترض نہ ہوتا۔ اس نے اپنے بھائی دلیر دل خان کو بسوا پٹن میں متعین کر کے وہاں کے محاصل اور پالیگاروں کے پیشکش اسے سونپ دیئے تھے۔

ناصر جنگ کی نظامت کے دوران راجہ پٹیل داس دیوان نے حیدر قلی خان نامی شخص سے دو لاکھ روپے اینٹھ کر صوبہ سرا کی سند صلابت جنگ کی مہر کے ساتھ دلوانے اور اسطرح نواب کو گرانے کی کوشش کی۔ نامبردہ شخص نے سوار اور پیادوں کی فراہمی کے لئے وہیں قیام کیا۔ بدقسمتی سے اسی دوران صلابت جنگ کو روپیوں کی ضرورت لاحق ہوئی اور انہوں نے پالیگاروں سے پیشکش وصول کرنے کے لئے صوبہ سرا پر فوج کشی کی۔ نواب بھی اس کے ہمراہ تھا۔ جب یہ لوگ رفتہ رفتہ سری رنگپٹن پہنچے اس وقت حیدر قلی خان نے ریاست کی ہوس میں فراہم کردہ فوج کے ساتھ صوبہ سرا کے عیدگاہ کے قریب خیمہ گاڑ دیئے۔ اپنے نائب نواب موصوف سے قلعہ کی کنجیاں طلب کیں۔ نائب نے اپنے آقا کے حکم کے بغیر کنجیاں روانہ کرنے سے انکار کر دیا۔ نو وارد خان

نے اضطراب کی حالت میں قلعہ پرحملہ کر کے قلعہ والوں اور شہریوں کوقتل کر دینے کا خیال کیا۔مگر اس مقام کے قلعہ دار نے توپوں اور بندوقوں سے اسے اس عزم سے باز رکھا۔

اس قلعہ کے دیوان نے اپنے آقا کی خدمت میں پوری تفصیل لکھ کر روانہ کی۔نواب نے ناظم دکن کی خدمت میں عرض حال کیا کہ اس ناچیز نے ایسا کون ساقصور کیا تھا کہ اس قدر برہمی دکھائی جارہی ہے۔یہ سن کر صلابت جنگ نے شرمندگی محسوس کرتے ہوئے۔دلاور خان کو بارہ ہزار سواروں کے ہمراہ روانہ کرتے ہوئے اجازت دی کہ صوبہ سرا میں فوراً فائز ہوکر اس بےادب کوجس نے قلعہ شاہی پرحملہ کرنے کی جرأت کی ہے طوق وسلاسل پہنا کرحضور کی خدمت میں روانہ کرے۔

پس دلاور خان نے راتوں رات تاخت کر کے نووارد شخص کو جو اس حملہ سے لاعلم تھا یکا یک پکڑ کرحضور کی خدمت میں روانہ کردیا۔

غرض نواب عیاش تھا اور اکثر اوقات رنگین عمارات کی تعمیر گلزاروں اور آبشاروں کی سیر میں اپنا وقت بتایا کرتا تھا۔

سنہ ۱۱۶۶ھ م 1752ء میں بالاجی راؤ نانا سرکردہ پونا نے اس ملک کی سند ستر لاکھ روپئے کے عوض صلابت جنگ سے حاصل کر کے اس علاقہ کے پالیگاروں اور صوبہ سرا کے بندوبست کے لئے اس علاقہ میں داخل ہوا۔اسنے اس علاقہ پرفوج کشی کی۔چنانچہ راقم السطور نے یہ تمام حقیقت مفصل طور پر نشان حیدری میں تحریر کی ہے۔

قصہ کوتاہ بالاجی نے سند کی نقل نواب کوروانہ کی۔نواب نے ناظم حیدرآباد کی مہر بغور دیکھنے کے بعد بلاعذر وحرکت قلعہ صوبہ معہ پرگنات اسکے سپرد کردئے اور رسید حاصل کر کے فارغ ہوا۔بالاجی راؤ نانا نے نواب کی دیانت داری' بڑھاپے اور کثیر العیالی پر نظر ڈالتے ہوئے پرگنہ کولار کا انتظام اسے بطور جاگیر عطا کیا اور روانہ کیا۔

بالا جی اپنے ایک امیر بلونت راؤ کو اس صوبہ کی ایالت اور شرارت کیش پالیگاروں کی تنبیہ کے لئے بیس ہزار سواروں کی جمیعت کے ساتھ مقرر کر کے آگے بڑھ گیا۔ اسنے سری رنگپٹن تک ہر مقام کو اپنے قبضہ میں لے کر ہر قلعہ و پرگنہ پر تھانہ مقرر کیا۔

کچھ مدت بعد راؤ نذکور اور میسور یہ کے درمیان جنگ ٹھن گئی اور ایک کروڑ پر فیصلہ ٹہرا۔ راؤ نذکور پونا کو مراجعت کر گیا۔ لیکن ان قلعوں پر اس نے مکمل ٹھانے مقرر نہیں کئے تھے۔ تین سال بعد اس نے بلونت راؤ کو معزول کر دیا۔ ایک بڑا لشکر لے کر وہ کڑپہ کی طرف روانہ ہوا اور وہاں کے حاکم عبدالمجید خان سے مل کر آگے بڑھا۔ اس صوبہ کی ایالت پر صوبہ مرج کے ناظم گوپال راؤ کو مقرر کیا۔ اس صوبہ کے بندوبست کے لئے تین ہزار سوار و پیادے مقرر کئے گئے۔ اس پر بس نہ کرتے ہوئے اس نے بنگلور کے قلعہ پر جو کہ پالیگار میسور کے تصرف میں تھا فوج کشی کر کے محاصرہ کر لیا۔ اسنے محصورین پر زندگی تنگ کر دی بالآخر حیدر علی خان بہادر کے تدبر اور عمل سے جس کی تفصیل کتاب نشان حیدری کے مطالعہ سے حاصل کر سکتے ہیں اسے بے نیل و مرام اپنا مقصد پورا کئے بغیر واپس لوٹنا پڑا۔ مرہٹہ کے قلعہ جات جو سری رنگپٹن سے متعلق تھے اس کے قبضہ سے حاصل ہو گئے۔

سنہ ۱۱۷۰ھ م 1756ء میں بسالت جنگ بن نظام الملک آصفجاہ نے نواب حیدر علی خان بہادر سے اتفاق کرتے ہوئے پہلے ہسکوٹہ پر قبضہ کیا اور پھر صوبہ سرا کی طرف بڑھے اور مورچال کر کے دو تین ماہ کی سعی سے چمناجی پنت نام کے قلعہ دار سے قلعہ تسخیر کر لیا۔ نواب بسالت جنگ نے اس صوبہ اور اس کے پالیگاروں کا بندوبست حیدر علی خان بہادر کی نظامت میں دیگر خود ادھونی کی طرف روانہ ہو گیا۔

خان موصوف نے قلعہ توڑ دیا اور صرف ایک قلعہ مع حصار چہ باقی رکھتے ہوئے اسے مضبوط کیا۔ میر علی رضا خان کو اس صوبہ کے بندوبست کے لئے مقرر کر کے خود چک بالا پور وغیرہ

ضبط کرنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ پانچ سال بعد مادھوراؤ بن بالا جی راؤ نانا نے لشکر کشی کر کے میر موصوف کے ہاتھ سے قلعہ چھین لیا اور انہیں اپنے ملازمین میں داخل کر کے تعلقہ گرم کنڈ و بطور جاگیر عطا کر کے اس علاقہ کا بندوبست کرنے کے لئے نامزد کیا۔

آٹھ سال تک یہ صوبہ (سرا) مرہٹوں کے قبضہ میں رہا۔

اسی دوران نارائن راؤ بن بالا جی راؤ قتل کر دیا گیا اور بالا جی راؤ کے بھائی راگھو نے سلطنت پر قبضہ کر لیا جس سے مرہٹوں کے کارخانجات میں خلل پیدا ہو گیا۔ چرکولی کے واقعہ کے بعد امن قائم ہو گیا تھا اس لئے حیدر علی خان بہادر نے میسور کے بندوبست کا انتظام کیا اور موقعہ کو غنیمت جان کر ٹیپو سلطان کو ایک گراں فوج کے ساتھ سرا کی طرف روانہ کیا۔ سلطان نے گھوڑے دوڑاتے ہوئے حصار توڑ دی اور بابو جی سندھیا کے ہاتھ سے قلعہ تسخیر کر کے اسے اپنے قبضہ میں کر لیا۔

ان دنوں خان بہادر نے زمین دوز قلعہ پر اعتبار نہ کرتے ہوئے مشرق کی جانب موجود ایک کوہ کے درمیان موجود گاؤں نسما نگی ورگ کو مضبوط کیا۔ انہوں نے وہاں پر شہر آباد کرنے کا ارادہ کیا لیکن اعیان دولت کی تجویز پر اس ارادہ کو ترک کر دیا۔ اس کے بعد تیئیس ۲۳ سال تک صوبہ سرا حیدر علی خان بہادر اور ٹیپو سلطان کے قبضہ میں رہا۔

بالآخر گورنر جنرل لارڈ ارل کارنوالس بہادر سپہ سالار فوج انگریزی نے نظام الملک حیدر آباد و ناظم پونہ سے اتفاق کر کے ٹیپو سلطان پر فوج کشی کی۔ ہری پنت پھڑ کیہ نے اپنی فوج کے ساتھ سنہ ۱۲۰۶ھ م 1791ء میں قلعہ سرا پر حملہ کر کے غلام محی الدین قلعہ دار سے قلعہ حاصل کر لیا۔

کیونکہ قلعہ دار مذکور کے پاس زیادہ فوج نہیں تھی اسلئے انہوں نے سرکار کے حکم سے قلعہ خالی کر دیا اور اہم اسباب جنگی و ذخائر و توپ خانہ وغیرہ کوہ مدگیری کو روانہ کر دیا اور دیوار گرانے میں مشغول ہو گئے۔ ہری پنت نے سرا پر ایک سال حکومت کی اور تینوں سرکاروں کے درمیان صلح

ہو جانے پر سنہ ۱۲۰۷ھ 1792ء میں قلعہ پھر ٹیپو سلطان کو منتقل ہو گیا اس دوران بہادر خان آصف کو اس صوبہ کا حاکم مقرر کیا گیا اور اس کے بعد حسن رضا نائطہ کو اس صوبہ کا ناظم مقرر کیا گیا۔

سنہ ۱۲۱۳ھ م 1799ء میں جنرل ہارس سپہ سالار انگریز نے سری رنگپٹن پر حملہ کیا اور اکیس روز کی سعی کے بعد اسے فتح کر لیا۔ سلطان شہید ہو گئے اس لئے یہ قلعہ (سرا) داخل کمپنی انگریز ہو گیا ہے۔

****

اورنگ سوم (تیسرا باب)

صوبہ ادھونی اور اس صوبہ کے حکام کا ذکر

ادھونی قدیم کوہستانی علاقہ ہے۔ چنانچہ تین ہزار و چند سال قبل بھیم سین حاکم شہر بیدر بن چندر سین جادو یہاں کا حاکم تھا۔ اس کے دور میں حاکم صوبہ مالوہ نل بل، چندر سین جادو کی دختر دمیتی پر عاشق ہو گیا۔ چنانچہ اس قصہ کو اکبر بادشاہ دہلی کے عہد خلافت میں اس کے حکم سے شیخ فیضی نے نظم کیا اور اس کا نام نل دمن رکھا۔ جسے کافی شہرت حاصل ہوی۔ یہ بات مخفی نہ ہو کہ چندر سین خود سیوتی کا عاشق تھا جسے اہل اسلام چپاوتی کہتے ہیں۔ وہ راجہ سور بل حاکم شہر کنچن نگر عرف کنجی کی دختر تھی۔ ملک الشعراء بیجاپور نصرتی نے اس کا اجمالاً تذکرہ دکنی زبان میں گلشن عشق کے نام سے کیا ہے۔

یہ شہر پنج کوہ پر تعمیر کردہ ہے جس کے صحن کو پختہ کیا گیا ہے۔ ایک کا نام طاس گڈھ، دوسرا ہزار زینہ، تیسرا تیلی بنڈہ اور ابراہیم بتیری وغیرہ ہیں، چونکہ بیجاپور و گولکنڈہ کی تسخیر کے بعد اس صوبہ کا خطبہ عالمگیر غازی کے نام پڑھا جانے لگا اس لئے اس کا نام محمد اپورہ رکھا گیا۔

صوبہ نشین بیدر کے بیشتر حصہ کی آب و ہوا گرم و خشک ہے شمال میں آٹھ فرسنگ کی دوری پر دریائے تنگ بھدرا اور مغرب کی جانب نو فرسنگ پر شہر بگری ہے۔ اسی طرف سرحد بلاری اور رائی درگ واقع ہے۔ جنوب میں پنج کروہ کے فاصلہ پر سلسلہ کوہ سیاہ ڈونگر اور کیتال ہے۔ مشرق کی جانب اسی فاصلہ پر پتوکنڈہ و بندہ کنڈہ کے جنگلستان اور سرکار کنول کے دیہات ہیں۔

چونکہ صوبہ مذکور رفتہ رفتہ آنے گنڈی کے راجاؤں کے تصرف میں آگیا اسلئے راج کنور عم کشن راجا کی جاگیر ٹھہری۔ چنانچہ اس کی بیوی کی جانب سے یہ قلعہ اور ملک بہر ماسنگھ نامی ایک شخص کے سپرد کیا گیا۔

غرض چھتیس سال یہ علاقہ زن مذکور کے قبضہ میں رہا۔اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا دھرم راجہ یہاں کا حاکم ہوا۔اسنے کوہ کے دامن میں تیلی بنڈہ نام سے ایک گاؤں کی بنیاد رکھی۔ وہاں چند مکانات تعمیر کئے جو پہلے سے موجود نہیں تھے۔اکیالیس سال حکومت کرنے کے بعد وہ بیماری کے سبب چل بسا۔اس کے بعد سیام کنواری دختر کشن رائی جو صوبہ کی مالکہ ٹہری تھی نے رام راج کو اس کا حاکم مقرر کیا۔کچھ مدت بعد رام راج کو یہ صوبہ اس کی زوجہ کے جہیز میں حاصل ہوا۔ رام راج نے اپنے بھائی کنم راج کو اس صوبہ کی ایالت پر مقرر کیا۔

تمام راؤ اور رایان' ہزار زینہ اور ابراہیم بیتری کے درمیان موجود پہاڑ کے اوپر سکونت رکھتے تھے۔چند دن بعد کسب مال و جاہ کی خاطر دونوں بھائیوں کے درمیان اختلاف رونما ہو گیا۔ چنانچہ حاکم ادھونی (کنم راج) اپنے بھائی سے سرکش ہو کر نافرمانی کرنے لگا۔آخر کار دونوں کے درمیان جنگ وجدال ہونے لگا۔

رام راج نے لشکر اور سامان جنگ فراہم کیا اور کوہ ہرتال پر جو کہ مغرب کی جانب پانچ کروہ کے فاصلہ پر ہے قلعہ تعمیر کیا۔چنانچہ اس نے مشرقی و مغربی دیوار کی بنیاد رکھی جس کا نشان آج بھی موجود ہے کوہ دیوکٹہ کے وسط میں جہاں پر درخت مصطکی ہے جو ادھونی سے چھ کروہ کے فاصلہ پر ہے اسے مسلمان سیاہ ڈونگر کے نام سے پکارتے ہیں اس پر حصار کھینچ کر معقول ٹھانہ بنایا۔

رام راج کے دوسرے بھائی نے جس کا نام گوبندراج تھا کنم راج کے ساتھ موافقت کی۔ رام راج نے ان دونوں کی گوشمالی اور تنبیہ کے لئے فوج کشی کی۔مگر بعض سرداروں کے قصور اور فتور سے اس کی فوج کو شکست کھانی پڑی اور وہ شکست کھا کر بیجی نگر عرف آنے گنڈی کی طرف روانہ ہو گیا۔علی عادلشاہ بیجاپوری اور قطب شاہ حیدرآبادی کی مدد سے دوبارہ لشکر جمع کر کے ادھونی کی طرف روانہ ہوا۔اس نے پہلے سیاہ ڈونگر کو تسخیر کیا اور علی عادل شاہ کی سعی اور کوشش سے نو ماہ کی مدت میں قلعہ ادھونی فتح ہو گیا دونوں جنگ جو برادر ملازمان شاہی کے ہاتھوں اسیر ہو گئے۔

رام راجہ کی حکومت رفتہ رفتہ زوال پذیر ہوگئی اور وہ بادشاہان دکن کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔ سنہ ۹۷۲ھ م 1564ء میں صوبہ مذکور اور اس کا تابع ملک امرائے عادل شاہی کے تفویض میں آ گیا۔ ملک ریحان خان معتمد خاص علی عادل شاہ کو ادھونی کا صوبہ دار مقرر کیا گیا۔ اس نے اس علاقہ کے بندوبست کے لئے یہیں قیام کیا اور اطراف و جوانب کے پالیگاروں سے بار با جنگ کر کے سکھوں کو اپنے زیر حکومت کیا۔ انچالیس سال صوبیداری پر متمکن رہنے کے بعد وہ اجل طبعی سے انتقال کر گیا۔ اسے وہیں بالائے کوہ دفن کیا گیا۔

اس کے دور حکومت میں کنیال کے پالیگار نے رسوم انعام و کاولی حاصل کر کے ترقی کی۔

ملک ریحان خان کے بعد علی عادل شاہ کی جانب سے سدی مسعود خان متبنیٰ ملک ریحان خان مرحوم و تربیت یافتہ علی عادل شاہ کو جو کہ قوم حبش سے تھا اس صوبہ کی ایالت بخشی گئی۔ سدی مسعود نے دیکھا کہ قلعہ میں پائین نہیں ہے اور نہ ہی پہاڑ کے نیچے کوئی آبادی ہے اسلئے اس نے پہلے اپنی سکونت کے لئے پائین کوہ حصار تعمیر کروائی۔ اس نے ایک گاؤں میں جو پہلے سے موجود تھا پختہ مکانات تعمیر کروائے۔ اس گاؤں کا نام جمعہ پیٹھ رکھا گیا۔ اسی طرح قلعہ کے پائیں میں جو ایک تیر کے فاصلہ پر ہے امتیاز گڈھ نامی گاؤں بسایا گیا اسے ہنود شکر وار پیٹھ کہتے ہیں۔

خان مسعود پاک دل، نیک نیت، رعیت پرور، غربا نواز اور ہر دل عزیز تھا۔ اس کے علاوہ وہ خلیق اوصاف اور صاحب تمیز تھا۔ اس کے عہد میں رعایا خوش دل اور خرم تھی۔ اس نے اپنے کام اس طرح سرانجام دئے کہ ملک خوب آباد ہوا اور کسی جگہ بنجر زمین باقی نہ رہی بلکہ جنگل اور صحرا بھی کھیتوں میں تبدیل ہو گئے۔ چنانچہ اکثر لوگوں کی زبان پر یہ بات مشہور تھی کہ مسعود خان کے زمانہ میں اس قدر کثرت سے زراعت ہوئی کہ مسافروں کو سواری اور گائے باندھنے کے لئے لکڑی سوائے جنگل کے کہیں اور دستیاب ہونا مشکل ہے۔

محلوں کے جو محصولات اور زرِ پیشکش پالیگاروں وغیرہ سے حاصل ہوتے تھے جن کی مقدار چھ لاکھ پچھتر ہزار نو سو ہون رائج ہوتی تھی کا آدھا حصہ وہ سرکار کو روانہ کر دیتا تھا۔ اس نے صوبہ کے انتظام کے لئے تین ہزار اسوار اور آٹھ ہزار پیادے ملازم رکھے۔

اس نے ۱۰۷۶ھ م1665ء میں مسجد تعمیر کرنے کا عزم کیا اس کے لئے مناسب جگہ کی تلاش شروع کی۔ اس وقت جہاں مسجد موجود ہے وہاں پر پہلے ہی سے ایک چھوٹی مسجد سہ صحنی مٹی سے بنی ہوئی موجود تھی۔ جسے راجوں کے زمانہ میں محمد شہباز نامی ایک شخص نے تعمیر کروائی تھی۔ مگر وہ اس وقت خراب حالت میں تھی۔ اسی جگہ کو مناسب سمجھ کر اس زمین کے مالک رعیت کو زمین فروخت کرنے پر رضامند کیا اور اسے ستھتر ۷۷ ہزار روپے اپنے خزانہ سے دے کر زمین خرید لی۔

دوسرے سال نیک ساعت میں مسجد کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ ایک شاعر نے اس کی تاریخ درج ذیل آیت کریمہ سے نکالی۔ **فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامْ**۔ بس بے حد کوشش اور تازہ نقشوں سے، سنگ اور گچ سے دو لاکھ روپیوں کے صرفہ سے ایک سال نو ماہ کی مدت میں اس مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی۔ کسی شخص نے اس مسجد کی تکمیل کی تاریخ یوں نکالی "مسعود خان بانیٔ ایں مسجد بودہ"۔ (مسعود خان اس مسجد کا بانی ہے)

اس مسجد کے اطراف راستہ بازار اور گلیاں ترتیب دے کر ایک شہر آباد کیا۔ اس شہر کا نام اپنے بیٹے کے نام پر بابا نگر رکھا۔ اگرچہ کہ مسجد کا کام حسب دلخواہ ہوا لیکن صرف ایک ہی صحن میں نقش و نگار لاجورد مکمل ہو سکا۔ بقیہ حصہ نامکمل رہا۔ مسجد قدیم کے حوض کی از سر نو ترتیب دی گئی۔ اس دوران سلطان عالمگیر نے دکن پر لشکر کشی کی اور دولت عادل شاہی تاخت و تاراج ہو گئی۔ یہ صوبہ غازی الدین خان فیروز جنگ کی ایالت میں آ گیا۔ اس نے جہانخاں منصور جنگ کو کثیر لشکر کے ساتھ اس صوبہ کی ضبطی کے لئے روانہ کیا۔

چنانچہ خان مسطور مسجد تک حملہ کرتے ہوئے پہنچا۔ مسعود خانیوں نے خبر پا کر تیغ و تفنگ

اور نیزے قلعہ سے پھینکے اور دادِ شجاعت دیتے ہوئے غنیم کے لشکریوں کو شکست دی۔ دشمنوں کے بہت سے سپاہی مارے گئے۔ اس طرح یہ لوگ فتح مند ہو کر مسعود خان کے حکم سے واپس لوٹے۔ انہوں نے قلعہ کے برجوں اور باروں کو آلات حرب وضرب سے آراستہ کیا اور جنگ پر کمر بستہ ہو گئے۔

چونکہ جنگ اور تیر و تفنگ کے ذریعہ قلعہ کی فتح ناممکن تھی اسلئے دشمنوں کے سردار نے تشویش اور تدبیر کو اپناتے ہوئے کافی فکر و تردد کے بعد اس جگہ کے غداروں (مستفنان) کو طلب کر کے انہیں وافر انعام دینے کا لالچ دیکر قلعہ کا احوال اور مسعود خان کا عزم دریافت کیا اور تسخیر قلعہ کی ترکیب دریافت کی۔ ان دولت کو برہم کرنے والوں نے کہا کہ مسعود خانیاں شجاعت دلیری اور عدو مال میں بے بدیل و بے نظیر ہیں۔ اسلئے ہزار ہا مردوں کی جانوں کی قربانی کے بعد اور محاصرہ کے بعد بھی قلعہ حاصل کرنا مشکل ہے۔ تاہم اگر قلعہ فتح کرنا ہی مقصود ہو تو اس کی سہل ترکیب یہ ہے کہ خان محصور مسجد کا معتقد ہے اور اگر اسے کوئی گزند پہنچایا جائے تو فی الفور قلعہ کھول دیا جائے گا۔

منصور جنگ نے ان معاندانوں کی بات مان کر جنوبی قلعہ کی طرف مورچال کیا اور ایک توپ پلچیڑ سے دو تین گولے مسجد کی جانب پھینکے اور اس کی اطلاع خان سعید کو پہنچی کہ اعدا مسجد توڑنے کی کوشش کر رہے ہیں تو اس نے حاضرین سے کہا کہ قلعہ اور ملک کے لئے مسجد خراب کرنا چاہتے ہو تو میں قلعہ تمہارے حوالے کرتا ہوں اور پوری سرعت کے ساتھ پالکی منگوا کر اس میں سوار ہوا اور صرف دو تین خدمتگاروں کے ساتھ منصور جنگ کے خیمہ پر پہنچ گیا اور کہا کہ اس بندہ کی جان و مال، خزانہ و ملک، عیال و اطفال سب کچھ مسجد پر نثار ہے قلعہ لے لو اور تھانہ اندر روانہ کرو۔ چونکہ سردار لشکر خسیس ہمت اور بدنیت اور بے تمیز تھا اسلئے اس نے ایسے عزیز شخص کو دکھ پہنچایا یعنی خان سعید کو اسکے تمام اہل خاندان اور اسباب خانہ کے ساتھ قید کر کے بیجاپور روانہ کیا اور خان

مسعوداسی جگہ عادل شاہیوں کی دولت کی تاراجی پرغم وافسوس کرتا ہوا جنت کی سیر پر روانہ ہوگیا۔

اس کے بعد ابراہیم خان پنی نبیرہ ء خضر خان پنی حاکم کنول ۔ اسکے چچا داؤد خان کی تجویز پراس صوبہ کی ایالت پر فائز ہوا۔ اس نے اپنے عہد میں ایک کوہچہ پر جو کہ دوسری پہاڑیوں سے ملحق ہے ایک پختہ حصار تعمیر کروائی اوراس کا نام ابراہیم بتیری رکھا۔ اس نے رعب وداب سے حکومت کی اور بارہا فوج کشی کر کے سرکش پالیگاروں کوزیر کیا۔ ان سے شایانِ شان پیشکش وصول کی۔

چند دنوں بعد سلطان عالمگیر کی جانب سے حویلی ادھونی، تعلقہ موگا، غازی نگر، نندیال پیٹہ وغیرہ غازی الدین خان فیروز جنگ کی زوجہ کی صحنک خوری کے لئے مقرر ہوگئے ۔ اس کا فرزند قمرالدین چین قلیچ خان بہادر آصفجاہ اپنے والد سے رخصت لے کراس ملک کے بندوبست کے لئے پہنچا اور بندوبست کرنے لگا۔ چونکہ آصفجاہ ناظم شش ونیم (ساڑھے چھ) صوبہ دکن ہوگیا تھا ۔ اس لئے اس نے اپنی دختر کالی بیگم کو جو ہدایت محی الدین خان مظفرالدولہ کی والدہ تھی کومحال دل بطور جاگیر عطا کئے ۔ اس وقت ہدایت محی الدین خان بیجاپور کا حاکم تھا۔ اسنے اپنی جانب سے طالب محی الدین خان کواس صوبہ کی ایالت پر نامزد کیا تھا۔

کالی بیگم کے انتقال کے بعد سنہ ۱۱۴۶ھ م 1733ء میں قرعۂ حکومت وریاست ادھونی اوردل ہدایت محی الدین خان کے نام نکلا۔ اسے بیجاپور کی حکومت سے معزول کردیا گیا۔ ایک نائب کواس جگہ مقرر کر کے وہ خود جدّ بزرگوار مادری (نانا) کی خدمت میں جاکر رہنے لگا۔

آرکاٹ کی مہم کے دوران، جیسا کہ مراراؤ گھور پڑیہ حاکم گتی کے بیان کے دوران اس مہم کے اسباب بیان کئے گئے ہیں ۔ ہدایت محی الدین خان اپنے جد سے رخصت لے کر اپنی جاگیر کوروانہ ہوا۔ وہاں پر چند دن رہنے کے بعد جب آصفجاہ کا انتقال ہوگیا اور حکومت ناصر جنگ

کے تحویل ہوئی تو اسنے بغاوت کی راہ اختیار کی ۔ حسین دوست خان عرف چندا صاحب داماد دوست علی خان ناظم آرکاٹ اور پھولچری کے فرانسیسیوں کے ورغلانے پر کرناٹک پایانگھاٹ کی طرف روانہ ہوا ۔ وہاں کے صوبہ دار مذکور کوانبوہ گنڈہ کے قریب ہلاک کر دیا۔

ناصر جنگ نے ہدایت محی الدین خاں اور دوسرے شرارت کیشوں کو سزا دینے کی غرض سے حملہ کیا لیکن افاغنہ کے ہاتھوں خود شہید ہو گیا ۔ اس واقعہ کی تفصیل ہمت بہادر خان حاکم کرنول کے باب میں مرقوم ہے ۔ ناصر جنگ کی شہادت کے بعد ہدایت محی الدین خان نے دکن کے چھ صوبوں کی نظامت خود اپنے ہاتھوں میں لے لی اور افاغنہ اور فرانسیسیوں کی افواج کے ساتھ عازم حیدرآباد ہوا ۔ لیکن اثنائے راہ میں سنہ ۱۱۶۴ھ م 1750ء میں قلعہ رائے چوٹی کے قریب اسی افغان خونخوار یعنی ہمت بہادر خان کے ہاتھوں مارا گیا۔

اس کے بعد صوبہ مذکور چار پانچ سال تک زوجۂ خان موصوف مرقوم کے تصرف میں رہا ۔ مولوی ثناء اللہ نامی ایک شخص کو اس صوبہ کی حکومت دی گئی ۔ ناصر جنگ کے بھائی صلابت جنگ کو اس ریاست پر مسندآراء کیا گیا ۔ اس نے اپنے دور حکومت میں مرہٹوں سے مل کر ساونور پر حملہ کیا اور یہاں کے حاکم عبدالمجید خان سے ایک خطیر رقم حاصل کی۔

اسی دوران ملک د مال دنیا کے لئے بھائیوں کے درمیان مناقشہ پیدا ہو گیا یعنی صلابت جنگ، میر نظام علی خان اسد جنگ، میر شریف علی خان بسالت جنگ اور شہنواز خان کے درمیان جھگڑا شروع ہو گیا ۔ بالآخر مرہٹوں نے خود اپنی معرفت سے حیدرآباد اور اورنگ آباد کے ضمیمہ علاقوں کو بھائیوں کے درمیان تقسیم کروایا۔

اس طرح صوبہ برار اور صوبہ ناندیر نواب نظام علی خان کو، صوبہ ادھونی ورایچور و مصطفیٰ نگر عرف گوڈور شجاع الملک بسالت جنگ کو، بیجاپور میر مغل علی خان کو دے کر فارغ ہوا۔

یہ بات مخفی نہ ہو کر مغل علی خان نے اپنے ملک کا بندوبست ٹھیک طور سے کرنے کے

عوض جور و اذیت شروع کی جس سے جلد ہی سارے ملک کا نظام درہم برہم ہو گیا۔ بالا جی راؤ نانا سرکردہ پونا نے اپنے لشکر کے ساتھ اس علاقہ پر حملہ کر کے اسے زیر نگیں کر لیا۔ خان موصوف نانڈیڑ جا کر نظام علی خان کی پناہ میں آسودہ ہوا۔

نواب شریف علی خان شجاع الملک بسالت جنگ کی کیفیت یہ ہے کہ نواب موصوف نے صفدر جنگ میر لشکر کو ادھونی وغیرہ کی نظامت پر مقرر کر کے روانہ کیا۔ وہ خود صلابت جنگ کے ہمراہ حیدرآباد روانہ ہو گیا۔

میر لشکر مذکور نے سنہ ۱۱۶۹ھ م 1755ء میں مولوی مذکور (مولوی ثناء اللہ) کو چرب زبانی سے خوش کر کے صوبہ ادھونی پر قبضہ کر لیا۔ نواب مذکور اسی سنہ میں حیدرآباد سے جاگیر کی اجازت حاصل کر کے داخل صوبہ ہوا اور کامرانی کرنے لگا۔ اس نے وکالت اور دیوانی کا کام ایک مدبر سید محی الدین ساکن کنجن گڈھ کے سپرد کیا۔ وکیل مسطور نے شائستہ تدابیر سے ملک آباد اور خزانہ پُر کیا۔ اسے نظام علی خان کے دربار میں ہمہ وقت ملاقات کی عزت اور وقار حاصل ہوا۔ بلکہ کبھی کبھی محفل مشورہ میں بھی داخل ہونے لگا۔

الغرض نواب موصوف بسا اوقات مرار راؤ گھوڑ پڑیہ حاکم گتی کے ساتھ مل کر اس علاقہ کے پالیگاروں کو جو کہ سرکش ہو گئے تھے زیر کر کے پیشکش شایان حاصل کرنے لگے۔

چند دن بعد نواب بنگلہ ہزارہ میں وارد ہوا اور اطراف و جوانب نظر دوڑا رہا تھا کہ ایک جانب بنگلہ کے نیچے گھاس خرید و فرخت ہو رہی تھی۔ نواب نے اس طرف توجہ کرتے ہوئے گھاس خریدنے والوں پر نظر دوڑائی اور کہا کہ اس خرید و فروخت میں خریدنے والے کا منافع ہے۔ وکیل مذکور نے یہ حال دیکھ کر کہا کہ آقائی جلد مجھے اس نوکری سے برخاست کیجئے۔ نواب تعجب سے پوچھا آخر اس رنجیدہ خاطری کا سبب کیا ہے وکیل نے جواب دیا حضرت کی نیت بدل گئی ہے اور آپ جزرسی پر اتر آئے ہیں اور اس کے بعد کسی کارکن کی ضرورت نہیں رہے گی اگر ہر کام حضور خود کرنے

لگیں تو پھر اس مسکین ناداں کو کام کرنا دشوار ہوگا۔

نواب یہ بات سنکر خاموش رہ گیا۔ پس وکیل نے بے حد اصرار سے رخصت حاصل کرلی اور گھر بیٹھ رہا۔ اکثر لوگوں کا کہنا ہے کہ اسی زمانہ سے اس کی دولت میں کمی ظاہر ہونے لگی۔

القصہ کنجورہ تعلقہ پانی پت کرنال میں لشکر انبوہ مرہٹہ کی احمد شاہ درّانی کے دلاور سپاہیوں کے ہاتھ شکست وتاراجی اور بالاجی راؤ نانا کی موت کے بعد ۱۱۷۱ھ م 1757ء میں اسنے مرار راؤ کے ساتھ ملکر قلعہ ہسکوٹہ اور صوبہ سرا کے بندوبست کے لئے لشکر کشی کی۔ چونکہ اس کے سپاہیوں میں اس قلعہ کو فتح کرنے کی طاقت نہیں تھی اس لئے تین چار ماہ کی سعی وکوشش اور بے حساب روپیہ صرف کرنے کے باوجود قلعہ فتح نہ ہوسکا۔ اس نے لاچار ہوکر حیدرعلی خان بہادر کی مدد حاصل کی۔ اس تمام علاقہ کا بندوبست اور اہتمام اس نے انہیں کے ذمہ سونپ دیا اور ادھونی لوٹ آیا۔ چنانچہ راقم الحروف نے یہ تمام ماجرا تفصیل کے ساتھ کتاب نشان حیدری میں لکھا ہے۔ اگر کبھی یہ کتاب پڑھنے کا موقع ملے تو بہتر ہے۔

نواب موصوف نے رفتہ رفتہ کوہ بلاری کی تسخیر کے لئے جہاں کا پالیگار رڈ دڈ نائک بار ہا ملک ادھونی میں شورش مچا کر رعایا کو تکلیف پہنچا رہا تھا کی گوشمالی کے لئے لشکر آراستہ کر کے صفدر جنگ کی سرداری میں روانہ کیا۔ پالیگار مذکور نے مردانہ وار جنگ کرتے ہوئے دشمنوں کے لشکر پر بار بار شب خون مار کر اسے درہم برہم کردیا۔ آخرکار سردار لشکر نے واپس لوٹ جانے کا فیصلہ کیا۔

اس وقت حیدرعلی خان بہادر جو ابراہیم خان دھونسا امیر نظام علی خان سے جنگ کی خاطر نکلے تھے رتن گری میں مقیم تھے۔ ابراہیم خان دھونسا، نظام علی خان کے حکم سے کرناٹک بالا گھاٹ کی تسخیر کے لئے نکلا ہوا تھا۔ حیدرعلی خان نے بلاری کے حالات جان کر یلغار کی اور مغلوں کے لشکر پر ایسا زبردست شبخون مارا کہ ساری فوج درہم برہم ہوگئی اور پھر سے اجتماع کی کوئی صورت نہ نکلی۔

چنانچہ موسی لالی فرانسیسی نے جس کا خطاب رستم جنگ تھا چار سو مردوں اور صفدر جنگ ایک سو سوار کا یم خانی کے ساتھ راتوں رات دارالمقر کی طرف روانہ ہوگیا۔ لشکر کا سارا سامان حیدرعلی خان بہادر کے سپاہیوں کے ہاتھ لگا۔

پالیگار بلاری کو جب بہادر کے یلغار اور لشکر مغل کی تاراجی کی خبر ملی تو وہ خوف سے ہولناک ہوگیا اور اپنے زنانہ اور خزانہ کے ساتھ عقب کوہ سے نکل کر شولاپور کی طرف بھاگ گیا۔ حیدرعلی خان نے اس فتح غیبی سے شادماں ہوکر خوشی کے شادیانہ بجاتے ہوئے کوہ پر تھانہ مقرر کیا اور ادھونی کی طرف متوجہ ہوئے انہوں نے کلبا ئمین میں خیمے نصب کردئے اور نواب کی خدمت میں وکیل روانہ کرتے ہوئے کہلا بھیجا کہ لشکر سرکار کچھ مدت سے ملک گیری کے رنج وتر دد میں مبتلا ہے۔ اسلئے دس لاکھ روپے برسبیل انعام روانہ فرمائیں۔ نواب کو اس بات سے تامل ہوا مگر صلح کے سوائے کوئی چارہ نہ پاکر دس لاکھ روپے لشکر کے خرچ کیلیے روانہ کرکے دوستی کا اظہار کیا اور انہیں وہاں سے ہٹایا۔

نواب نے حیدرعلی خان کی دولت اور حکومت کو کمزور کرنے کی کوشش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور اس کام کیلیے انگریزوں سے سازش کی اور لشکر فراہم کرنے اور آلات ضرب وضرب جمع کرنے کیلیے پرگنہ کوتول کے محاصل ان کے حوالے کردئے۔ اور وقت کا انتظار کرنے لگا۔

بہادر موصوف جوکہ دانائے وقت تھے اپنی دوربین عقل سے اس کے ارادوں سے واقف ہوگئے اور روپے صرف کرکے اور زرتحائف دیکر اسے اس عزم سے باز رکھا اور خود کرناٹک پایان گھاٹ کی تسخیر کیلیے دوبارہ لشکر کشی کی۔ نواب اسی سال یعنی ۱۱۹۴ھ م 1780ء میں مہلک مرض میں مبتلا ہوکر انتقال کرگئے اور دنیا کی تشویش سے پاراتر گئے۔

اس کے بعد مہابت جنگ داراجاہ خلف الصدق جسے نظام علی خان کی دختر

سے نامزد کیا گیا تھا پدر کی ریاست پر متمکن ہو کر کامرانی کرنے لگا۔ لیکن وہ سپاہیانِ بہادر موصوف سے خاطر جمع نہیں تھا۔

خدائے برتر کے حکم سے حیدر علی خان بہادر مہم پایانگھاٹ کے دوران سرطان کے مہلک مرض میں جان بحق تسلیم ہوے ان کی جگہ پر ٹیپو سلطان مسند آرا ہوئے۔ چند دنوں بعد سلطان اور انگریزوں کے درمیان صلح قرار پائی۔

سلطان بلادنگر وکوڑیال بندر اور قلعہ منگلور وہناور وغیرہ کے بندوبست کے بعد منظر آباد عرف بلاری کی راہ سے واپس سری رنگپٹن پہنچے اور اپنے ملک اور لشکر کے بندوبست میں مشغول ہوئے۔

اسی دوران نظام الملک اور مرہٹہ نے مشیر الملک اعظم الامراد کی شہ پر ایک کثیر فوج جمع کی اور بادامی پہنچ کر اسی جگہ سکونت اختیار کی۔ آصف جنگ مشیر اور دیگر امیروں کو یشونت راؤ ہولکر اور پرسرام بہاؤ ناظم مرج اور راستیہ وغیرہ کے ساتھ آگے روانہ کر دیا۔ چنانچہ سرداران مذکور دریائے کرشنا عبور کر کے اس سرزمین کے چند قلعوں مثلاً ہو بلی ودھاڑ واڑ، جالی ہلی، نرکنڈہ، نول کنڈہ، گجندر گڑھ اور کپل وغیرہ پر قابض ہو گئے۔ جن میں سے بعض پر انہوں نے حیدری وسلطانی قلعداروں کی سازش سے کہ صریح نمک حرامی تھی اور دیگر مقامات پر تھوڑی کوشش سے قابض ہوئے۔

سلطان نے اسی سال الکہ کورگ کے بندوبست سے فراغت حاصل کی تھی اور دارالسلطنت کو لوٹے تھے جیسے ہی انہیں یہ خبر ملی انہوں نے لشکر دلاور کے ساتھ ادھونی کی طرف یلغار کی اور عبرت نمائی اور رعب وہراس کیلئے مورچال کر کے توپوں سے قلعہ توڑنے کا حکم دیا۔

یہ بات مخفی نہ ہو کہ سلطان کے دل صفا منزل کا ارادہ پرگنہ اور اس قلعہ کو تسخیر کرنے کا نہیں تھا۔ باطنی ارادہ یہ تھا کہ شاید نظام علی خان ملک ومال کی تاراجی اور اپنے مال کی تباہی کے

خوف سے راہ راست پر آجائے اور مصالحت کر لے۔ اس طرح رعایا کی خرابی سے ہاتھ ہٹا لے۔ ان کا یہی عزم تھا اور پہلے ہی دن کام انجام کو پہنچا۔

ایک دن صبح جب لشکریان اور سپہ دار سلطان حصار شہر پر حملہ کر کے اندر پہنچے تا کہ دروازے کھولدیں تو انہوں نے دیکھا کہ قلعہ کے دروازے کھلے ہوے ہیں اور شہریان جو کہ قلعہ کے اندر تھے جگہ کی تنگی کی وجہ سے زاغ وزغن کی طرح واویلا کرتے ہوئے دروازہ پر ہجوم کئے ہوے ہیں۔ محافظان قلعہ برج وبارہ غائب ہیں۔ اس حال کا مشاہدہ کرنے کے بعد ہوا خواہان سلطانی نے عرض کیا کہ قلعہ فتح کرنے کا یہی وقت ہے اور اگر فرمان دیں تو قلعہ اپنے قبضہ میں کر لینگے۔ رستم جنگ فرانسیسی نے بھی جو اس وقت موجود تھا ایسا ہی عرض کیا۔ سلطان نے اس بات سے اغماض کرتے ہوے کہا کہ ایسا کام مت کرو اور یقین رکھو کہ آج کا کام کل اور کل کا کام ایک ہفتہ میں اور ہفتہ کا کام ایک ماہ کے عرصہ میں پورا ہوگا۔ چنانچہ راقم السطور اس معرکہ میں خود حاضر تھا۔

پہلے دن مہابت جنگ اسد علی خان وکالت کیلئے حضور سلطانی میں پہنچا اور ناظم مذکور کی خواتین کی جانب سے قلعہ کی فتح اور تسخیر سے باز رہنے کی گذارش کرتے ہوے رقم روانہ کرنے پر رضامندی ظاہر کی۔ سلطان نے اپنی زبان مبارک سے خود ارشاد کیا۔ مجھے شجاع الملک کے ملک اور مہابت جنگ کے حال و مال سے کوئی کام نہیں ہے۔ ان سے نزاع بھی میرا مقصود نہیں ہے میں تو اتنا کہتا ہوں کہ ناظم حیدرآباد مجھ سے اس قدر نقاص دلی کیوں رکھتا ہے۔ اس پر میرے والد ماجد کے اتنے احسانات کے باوجود اور دین اسلام کا پاس نہ رکھتے ہوے زناردارزوں سے اتفاق کر کے میرا ملک خراب کررہا ہے اور غرباکشی کا ارادہ دل میں رکھتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم اور تم مل کر ان لوگوں کو سزادیں۔ حاصل کلام یہ کہ مجھ سے ملاقات کر کے اپنی جگہ بیٹھے رہو اور ایک جمیعت شائستہ میرے لشکر ظفر اثر کے ساتھ روانہ کرو۔

قصہ مختصر ناظم مذکور اس ارشاد پر راضی نہ ہو کر جنگ پر آمادہ ہوگیا۔ یہانتک کہ سپہ داران

سلطانی نے حسب الحکم مور چال قائم کر کے ایک ماہ اور چند دنوں کی کوشش سے حصار پائین توڑ دی۔ یہ دیوار جو مٹی سے مسعود خان کے دور میں تعمیر کی گئی تھی پتھر اور لوہے سے کہیں زیادہ سخت تھی۔ ہزاروں گولے مارنے پر بھی توٹ نہ سکی۔ محصورین کے تیر و تفنگ سے کافی لشکریان قتل ہوئے۔

مشیر الملک، سیف جنگ اور لشکر مرہٹہ قلعہ کی کومک کو پہنچے۔ اور مہابت جنگ کو اس کے تمام متعلقین اور زنانہ کے ساتھ حیدرآباد پہنچایا۔

اس واقعہ کے بعد سلطان ذی شان نے پائین قلعہ کی حصار اور پہاڑ توڑ دیئے اور آگے بڑھ گئے۔ اس صوبہ کی ایالت پر قطب الدین خان دولت زائی کو مقرر کیا۔ خان موصوف نے چند دن اس صوبہ کا بندوبست کیا چونکہ اس کے پاس شائستہ جمیعت نہیں تھی اسلئے آس پاس کے پالیگاروں نے مہابت جنگ کے اشارہ سے سعد اللہ خان کایم خانی کے ساتھ مل کر صوبہ پر حملہ کر دیا۔ قطب الدین خان نے اپنی کم جمیعت کے پیش نظر یہاں قیام کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ ایک معمولی سی جنگ کے بعد فیض حصار عرف گتی کو روانہ ہو گیا صوبہ مذکور پھر ناظم مسطور کو منتقل ہو گیا۔

ان دنوں وہ (مہابت جنگ) رائچور کو اپنا دار المقر بنا کر وہیں مقیم تھا اور آخر سنہ یکہزار دوسو چھ ہجری ۱۲۰۶ھ میں بیمار ہو کر انتقال کر گیا۔ اس کا بیٹا شکوہ جاہ اس وقت شیر خوار تھا اس لئے اس کے دادا نے اس کی پرورش کے لئے مشیر الملک کو قائم مقام مقرر کیا تھا۔

جنگ مرہٹہ کے بعد جو کھڑلہ کے قرب و جوار میں نظام علی خان اسد جنگ اور سرییت ناظم پونہ کے درمیان ہوئی تھی۔ اس جنگ میں مشیر الملک اسیر ہو گیا۔

اس وقت محمد امین خان عرب جاگیردار پاکٹور نے جس کی فطرت بچھو جیسی ہے اپنی جانب سے اور اعیان دولت کی جانب سے نظام علی خاں اور اس کے دادا کو شکوہ جاہ سے بدظن کر دیا۔ موقع پا کر اس نے شکایت کی کہ شکوہ جاہ دوسروں کی بات سنکر مرہٹہ اور ٹیپو سلطان سے خط و

کتابت کر رہا ہے۔نواب نے یہ بات سن کر حکم دیا کہ تم راچگو راور ادھونی کا انتظام کرو اور برخوردار کو حضور کی خدمت میں روانہ کرو۔حسب الحکم وہ لشکر کے ساتھ پہنچا اور چاہا کہ قلعہ میں داخل ہو لیکن صاحبزادہ کے ساتھ اپنے والد اور جد امجد کے کار پردازوں خصوصاً محمد حسین نامی دولت خواہ بسالت جنگ مرحوم کے مشورہ پر چند روز مردانہ وار جنگ کی لیکن چونکہ ملک رانی ولشکر آرائی کا کام طفل اور خواتین سے بہت مشکل ہے غنیم کو رفع کرنا مشکل جان کر اور چونکہ بعض سردار اور نایکواڑیان قلعہ ہمت ہار بیٹھے تھے۔اس لئے خان مذکور نے شکر وحیلہ اور بعض محافظان قلعہ سے سازش کر کے قلعہ فتح کر لیا۔صاحبزادہ کو دیگر تابعین اور کارپردازوں کے ساتھ قیدی بنا کر حضور کی خدمت میں روانہ کر دیا اور خود چار پانچ سال تک اپنی حسب آرزو خدائی کی۔

مرہٹہ کی قید سے مشیر الملک کی رہائی اور اس صوبہ کی ایالت پر تقرر کے بعد غلام حسین خان برادر زادہء اسد علی خان مظفر الملک یعنی پسر میر حسین علی خان صاحب جاگیردار بیگن پلی جو کہ مشیر کی پسر زادی سے تھا اس جگہ پر نامزد ہوا۔چنانچہ متذکرہ شخص غلام حسین خان کے نام سے اس صوبہ کی ایالت پر مقرر ہوا۔صاحبزادہء موصوف حیدرآباد میں ملک وموروث سے معطل ہو کر زندگی جد بزرگوار کی سایہء عاطفت میں گزارتے ہوئے تربیت حاصل کر رہا ہے۔

قصہ کوتاہ سنہ ایکہزار دوسو پندرہ ۱۲۱۵ھ م 1800ء میں یہ صوبہ لشکر انگریز کی تنخواہ کے طور پر تفویض ہو کر ہے۔

کریم شاہ برادر خورد حضرت ٹیپو سلطان

اورنگ چہارم (چوتھا باب)

حقیقت اصل افاغنہ ساونور

یہ امراء عادل شاہیوں سے ہیں۔ جو کہ جان نثار خان افغان شانِ میانہ کی اولاد سے ہیں۔ جان نثار خان کو اسمٰعیل عادل شاہ نے پنجصدی دو ہزار سوار منصب عطا کیا تھا۔ چونکہ وہ سیاہ فام اور دیو جثہ تھا اس لئے اہل دکن اسے کالا پہاڑ کہتے تھے۔

یہ بات مخفی نہ ہو کہ یہ افاغنہ اپنا نسب طبقہ بطبقہ حضرت خالد بن ولیدؓ سے ملاتے ہیں جو کہ اصحاب پیغمبر آخرالزماں ﷺ سے ایک تھے۔ انہیں دین کی سپہ سالاری کا منصب دیا گیا تھا۔ انہوں نے بار ہا کفار عرب سے جنگ کر کے کئی شجیع پہلوانوں کو قتل کیا تھا۔ اور آنحضرتؐ نے دین محمدی کو اپنے زورِ بازو سے قوی تر کیا تھا۔ یہانتک کہ آنحضور ﷺ نے خود اپنی زبان مبارک سے انہیں سیف اللہ کا خطاب عطا کیا تھا۔ حضرت خالدؓ نے خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں شہر طائف فتح کر کے مسیلمہ کذاب کو جس نے پیغمبری کا دعویٰ کیا تھا قتل کر دیا تھا۔ انہوں نے خلیفہ ثانیؓ کے دور حکومت میں ایک سو چالیس شہر عظیم تسخیر کئے تھے۔

القصہ خان مذکور (جان نثار خان) نے سلطنت ابراہیم عادلشاہ کے دور میں کارہائے نمایاں انجام دینے کے بعد جنگ احمد نگر کے دوران جو کہ برہان نظام شاہ اور عادلشاہ کے درمیان ہوئی تھی اپنی جان نثار کر دی۔

خانِ مذکور کے دو لائق بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے کا نام عزیز میاں میانہ تھا۔ اس کا خطاب فتح لشکر خان تھا۔ اس نے پدر کی جگہ پر منصب اور امارت حاصل کر کے نام پیدا کیا۔ دوسرے بیٹے کا نام نبی خان عرف رن مست خان تھا۔ وہ ہزاری منصب اور ہفت صد سوار نقارہ ومشتری حاصل کر کے میمنہ میں داخل ہوا۔

عزیز میاں بارہا رزم اور بزم شاہی میں شریک رہتا تھا۔ اکثر مقامات برتر وشایاں اور نمایاں محنت سے عہد سلطنت محمود عادل شاہی میں اسے تین ہزار پانچ صد منصب اور تین ہزار سوار اور علم اور نقارہ حاصل ہوا اور اس طرح سربلندی حاصل کی۔ آخر جنگ قطب شاہ میں جو گہ گلبرگہ کے قریب عادل شاہ موصوف اور ابراہیم قطب شاہ کے درمیان واقع ہوئی تفنگچہ کی ضرب سے ہلاک ہوا۔

اس کا بیٹا جبار خان میانہ والد کے انتقال کے بعد مسند امارت پر جلوہ افروز ہوا۔ اس نے اپنے والد کے تمام رفقاء کی تسلی ودلدہی کی اور ان کے قلوب کی اس طرح تالیف کی کہ وہ سب یک زبان ویکدل ہو گئے۔ انہیں امور سرکار پر مامور کیا گیا اور انہوں نے ہر کام بحسن وخوبی انجام دیا۔

جب نوبت سلطنت دکن علی عادل شاہ کو پہنچی اور مناصب وجاگیر ہر ایک کو تفویض ہوئی تو صوبہ بنکاپور کا بندوبست امیر باکرامت آنکس خان کے انتقال کے بعد بائیس محل کے ساتھ جس کے محاصل تقریباً چوپن لاکھ اور چند ہزار روپے ہے منصب پنجہزاری اور چار ہزار سوار کے ساتھ جہان خاں میانہ کو ملے۔

اس کا بیٹا بہلول خان اس علاقہ کے بندوبست کے لئے اس علاقہ کو پہنچا۔ خان مذکور چونکہ اکثر وقت میلا اور گندہ لباس پہنا کرتا تھا اور چونکہ سیاہ فام اور قوی ہیکل تھا اس لئے اس علاقہ کے لوگ یعنی کنٹر باشندے اسے ریگٹی بہلول خان کالا پہاڑ کے نام سے پکارنے لگے۔ خان مذکور بےحد سفاک اور بےباک تھا اسلئے رعب وداب سے محالات اور لشکر کا انتظام کیا کرتا تھا۔

رام راج کے قتل کے وقت جس کا تذکرہ اورنگ اول میں کیا جا چکا ہے۔ اس کے والد نے راجہ کے ہراول سے کوشش مردانہ کرتے ہوئے اور دشمن کی فوج کو درہم برہم کرتے ہوئے نیزہ کا زخم کھا کر انتقال کیا۔ خانمسطور والد کے انتقال کے بعد بحالی صوبہ کی سند اور خلعت پا کر صوبہ پر سنہ ایک ہزار بائیس میں مسند نشین ہوا۔ اور اس علاقہ کا بندوبست کرنے لگا۔

چند دن بعد آٹھ دس فرسنگ کے فاصلہ پر جا نوربلی نام کا ایک گاؤں تھا جس کے اطراف دلکش فضا اور درست آب و ہوا موجود تھی اس جگہ کو پسند کر کے ایک بڑا شہر آباد کیا اور اس میں خود اپنی رہائش کے لئے شائستہ عمارتیں تعمیر کروائیں اور راستے اور بازار بنوائے اس شہر کا نام شاہنور رکھا۔ اس شہر کو اپنا دارالامارہ بنایا۔ بنکاپور صرف قلعہ رہ گیا۔ وہیں تھانہ قائم کیا تاہم دفتر بادشاہی میں بنکاپور ہی درج ہے جو رفتہ رفتہ خراب تر ہو گیا اور سوائے نام کے کچھ باقی نہ رہا۔

بہلول خان نے اکثر اہل ہنر چاہے وہ شرفائے سادات، مولویاں یا افاغنہ و دکنیاں ہوں فراہم کر کے ان سب کے ساتھ لائق سلوک کیا۔ اس شہر کے شمال میں ایک دو فرسنگ کے فاصلہ پر ایک بلند پہاڑ موجود ہے۔ جس کا نام جوبن گڈھ ہے اگرچیکہ اس پہاڑ کے اطراف حصار نہیں ہے اس میں ایک غار موجود ہے جسکو چک دہن کہتے ہیں۔ یہ اہل اللہ کی جائے سکونت ہے۔ شہر دلکشا صحرا کے درمیان موجود ہے اس کے اطراف میوہ جات کے باغات اور نہریں رواں ہیں۔ اس وقت اس کی آبادی نمونہء بہشت تھی لیکن اس وقت اسفل السافلین سے بدتر ہے۔

القصہ عادل شاہ ثانی کے دور میں اس کی خود پسندی کی وجہ سے دولت میں فتور پیدا ہو گیا اور اکثر امرائے پایہء تخت نے علم بغاوت بلند کیا۔ از انجملہ خانِ مذکور نے سلطان اورنگ زیب کے ساتھ دل سے رجوع کیا۔ اورنگ زیب ان دنوں شاہ دہلی شاہجہاں کے حکم سے دکن کے بندوبست کے لئے آیا ہوا تھا اور قلعہ جنیر اور احمد نگر وغیرہ اپنے قبضہ میں لے کر اکثر امرائے دکن کو اپنی طرف ملا لیا تھا۔ اس نے اورنگ زیب کو تین لاکھ روپیوں کی نذر اور بے شمار تحایف دے کر جاگیر کی بحالی کی سند حاصل کی اور عہدہ ء عالمگیری کے منصبداروں کے سلسلہ میں داخل ہوا۔ اس نے کثیر لشکر بشکل سوار و پیادہ جمع کر کے ملک کی حفاظت کی اور شریر پالیگاروں کی سرکوبی کی۔

انہیں دنوں خضر خان پنی بوڑی زائی نے بہلول خان کی سفارش سے سرکار کنول کی جاگیر حاصل کی۔ الغرض بہلول خان انچاس سال کامرانی کرنے کے بعد سکندر عادل شاہ کے

زمانے میں انتقال کیا۔

بہلول خان کے بعد اس کا بیٹا دلیل خان مخاطب دلیر خان مسند آراء ہوا۔ وہ ملک کا نظم ونسق چلانے لگا۔ اس نے مصلحت کی خاطر سکندر عادل شاہ سے بھی سلام و نیاز اور آداب و پیام جاری رکھے تھے۔

سلطان عالمگیر اپنے دورِ حکومت میں دکن کے بندوبست کے لئے ادھر آئے تو دلیل خان دو ہزار افاغنہ اور تین ہزار پیادوں کی جرار فوج کے ساتھ داخل لشکر شہنشاہی ہوا۔ وہ باریاب ہو کر سلطان کا منظور نظر بن گیا۔ بیجاپور کی تسخیر کے بعد جو کہ سنہ ۱۰۹۷ھ م 1685ء میں واقع ہوئی شہزادہ سلطان معظم کو قلعہ احمد آباد بیدر کی کشائش کے لئے نامزد کیا گیا۔

سلطان معظم نے ایک ماہ کی سعی کے بعد جبکہ اس قلعہ کا قلعدار جس کا نام مرجان حبشی تھا بارود سے جل کر ہلاک ہو گیا، قلعہ فتح کیا۔ اس کا نام ظفر آباد رکھا۔ ابوالحسن تانے شاہ حیدرآباد کی اسیری کے بعد شہزادہ سلطان معظم نے بعض کور باطنوں اور فتنہ انگیزوں کی ترغیب و تحریص میں آ کر پورے ہندوستان و دکن اور سلطنت کی کارسازی اپنے ہاتھوں میں لینے کی ہوس دل میں پیدا کر کے والد جلیل القدر (عالمگیر) کی اطلاع کے بغیر شہر بیدر میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور احمد نگر اور جنیر کے بندوبست پر کمربستہ ہوا۔

ہمت خان خلجی، سرانداز خاں کشمیری، مکرم خان شیرازی، محمد خلیل اکبر آبادی جن میں سے ہر ایک اسیر صاحب خزانہ اور لشکر تھا نے شہزادہ کا ساتھ دیا اور اسے لے کر آگے بڑھے۔

جب یہ خبر سلطان عالمگیر کو ملی تو انہیں فرزند کی نادانی اور بدمعاش صفت خوانین کی جرأت پر بے حد فکر دامنگیر ہوئی۔ انہوں نے امرائے لشکر ہند، منصبداروں اور دکن کے طرفداروں کو اپنے حضور میں طلب کیا۔ اور کہا کہ تم میں سے ایسا کون ہے جو معظم بوالہوس کو زندہ حاضر حضور کرے۔ اس سوال کا جواب دینے میں سب نے تامل کیا۔ خان مذکور (دلیل خان) نے بلا تامل کہا

کہ فدوی حاضر ہے اور فرمان والا شان کے مطابق عمل کرونگا۔ سلطان نے اس کی دلیری پر نظر مرحمت کرتے ہوئے اسے دلیر خان کے خطاب سے نوازتے ہوئے پان دے کر رخصت کیا۔ اسے ایک زنجیر فیل معہ حوضہ زرنگار خاصہ عنایت کیا۔

خان مذکور اپنی جمعیت اور سامان لے کر راتوں رات شہزادہ کی طرف روانہ ہو گیا اور کافی غور و فکر کے بعد شہزادہ کے نام ایک خط روانہ کیا کہ یہ فدوی خیر خواہ ظل عاطفت پیر وضعیف سے جس میں مجھے کوئی سود و بہبود نظر نہیں آتا نکل آیا ہے اور آپ کے حلقہء اطاعت میں جو کہ جوان بخت و جواں دولت و جواں سال ہیں حلقہ بگوش جان کیئے ہوئے آپ کے ملازمین جان نثار میں شریک ہونا چاہتا ہے اور آئندہ ترقی جاہ و منزلت کی امید رکھتا ہے شہزادہ اہل دکن کے فریب سے ناواقف تھا اسلیئے اس کے خط کو مغتنمات سے سمجھ کر جواب دیا کہ جلد آؤ اور میری حکومت کی توسیع کی کوشش کر کے اپنی بات کا ثبوت فراہم کرو۔

دلیل خان اس حیلہ سے اس لشکر میں داخل ہوا اور پہلے ہی دن شہزادہ سے ملاقات کر کے چاپلوسی اور چالبازی سے کلال باڑ کے قریب اپنا خیمہ نصب کروایا۔ دوسرے ہی دن کوچ مقرر کیا۔ اس سے پیشتر شہزادہ کو بہلا پھسلا کر اپنے ہاتھی کے حوضہ پر یہ کہہ کر سوار کروایا کہ میرا ہاتھی کافی سدھا ہوا اور سبک قدم ہے۔ وہ خود شہزادہ کے پیچھے سوار ہو گیا۔ کلال باڑ اور اسباب خاص خود اپنے رفیقوں سے چن کر روانہ کیا۔

فیلبان اپنے آقا کے اشارہ سے ہاتھی کو آہستہ آہستہ قدم بقدم چلانے لگا یہاں تک کہ سواری خاص چند قدیم خواص کے ساتھ پیچھے رہ گئی اور باقی تمام فوج آگے بڑھ گئی۔ خانمذکور کو جیسے ہی موقع ملا اسنے ہاتھی کا رُخ بیجاپور کی طرف پھیر دیا اور اس طرف روانہ ہو گیا۔

معظمی (شہزادہ سلطان معظم) کے بعض ملازمین نے جو اس وقت موجود تھے سد راہ ہونے کی کوشش کی انہیں بلا تامل قتل کر دیا گیا۔ شہزادہ کو نصیحت اور دلاسا دیکر اپنی طرف ملا لیا اور اسی

قدر و منزلت جو کہ پہلے تھی کے ساتھ اسے لے کر دور دراز کوچ کرتے ہوئے پوری ہوشیاری کے ساتھ پدر والاقدر کی خدمت میں پیش کیا۔

اس خاص اور عمدہ کام کو سرانجام دینے کے عوض حضور خلیفہ جہاں نے شہزادہ کے جلوئے خاص کا اسباب معہ کلال باڑ مخملی خیموں اور ماہی و مراتب طلوع کے ساتھ انعام دیا۔ اس طرح اس نے اس دور کے سرداروں میں سربلندی حاصل کی اور سارے ہندوستان و دکن میں ہیچو دیگرے نیست "میرے مانند کوئی نہیں" کا نقارہ بلند کیا۔ یہاں تک کہ امرائی سلاطین تیموری میں کوئی بھی اس شان و تو زک کو نہیں پہنچا تھا۔

دلیل خان مور چال کرتے ہوئے شولا پور پہنچا جہاں کا پالیگار وینکٹ نائک جو قوم بیڈر سے تعلق رکھتا تھا بے حد دلاور تھا اس نے اپنے لشکر کو داد و دہش اور انعام و اکرام سے نواز کر راضی و خوشدل کر رکھا تھا۔

سلطان عالمگیر نے خود امراء ہند و دکن کے ساتھ تین سال تک محاصرہ کر کے قلعدار کو اسے کھولنے کا حکم دیا مگر بے سود اس کی تمام کوشش کے باوجود کام تکمیل کو نہیں پہنچا تھا۔ دلیل خان نے اپنی تدابیر عدو مال اور سلطان جہاں کی اطاعت سے اسے مطیع کیا اور اس سے پانچ سال کی پیشکش جو دو لاکھ ستر ہزار روپے تھی اور ایک لاکھ روپے نذر شکرانہ عفو تقصیر اور تعلقات کی بحالی کے لئے حاصل کئے۔

عالمگیر کے انتقال کے بعد جس کی تاریخ ۱۱۱۸ھ م 1707ء "عالمگیر از جہاں رفت" ہے اپنے دارالامارت کو واپس ہوا۔ اور چند دن آسودہ بیٹھا رہا۔

اسی دوران عالمگیر کے فرزندوں یعنی محمد اعظم بہادر شاہ اور سلطان معظم کے درمیان حرص مال و جاہ دنیا اور تخت نشینی کیلئے مناقشہ پیدا ہو گیا معاملہ جنگ و جدال تک پہنچ گیا۔ دلیل خان وغیرہ اس معرکہ گاہ سے کنارہ کش رہ کر مستعد اور خبردار رہے۔

خانمذکور کے ماموں جن کا نام اعظم خان اور بیٹا نبی خان رن مست اس معرکہ میں علم بہادر شاہی کے آگے جوانمردی دکھاتے ہوئے قتل ہو گئے۔

غرض دلیل خان نے بتیس سال حکومت کی اور جسمانی عارضہ میں انتقال کیا۔ اس کا بیٹا عبدالغفار خان اس کا قائم مقام بنا۔ اس نے خان جہاں خان وزیر اورنگ زیب سے جنہیں عالمگیر ثانی یعنی بہادر شاہ نے دکن کے چھ صوبوں کی نظامت کے لئے روانہ کیا تھا اور جو اس وقت اورنگ آباد میں مقیم تھا سے رجوع ہوا اور ان سے ملاقات کر کے کامرانی حاصل کی۔ غفار خان نے چند دن بعد لشکر جمع کیا اور اپنی باطنی خباثت کی وجہ سے سرہٹی کے دیسپانڈے کے علاقہ میں قتل و غارت مچانے لگا۔

اس دیسپانڈے کا نام خان گوڑہ تھا۔ جس کا تذکرہ آگے آئے گا۔ وہ غفار خان کا باجگذار تھا اور پوری شان و شوکت اور عمدگی کے ساتھ حکومت کر رہا تھا لیکن خانمذکور کو اس کا یہ طریقہ پسند نہیں آیا اس لئے دل میں اسے برباد کرنے کی ٹھان کر لشکر روانہ کیا۔ چونکہ حق خان گوڑہ کی جانب تھا اس لئے وہ قلیل جماعت کے ساتھ ان پر غالب آیا۔ افاغنہ کو شکست ہوی۔ وہ پھر سے فوج اور آلات حرب و ضرب جمع کر کے دوبارہ حملہ کرنے کی سوچ ہی رہا تھا کہ خبر آئی کہ مرہٹوں کا لشکر آ رہا ہے۔ یہ خبر سن کر اس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور دیسپانڈہ مذکور سے کچھ رقم حاصل کر کے صلح کر لی۔ وہ اپنی جگہ آسودہ ہو کر بیٹھ گیا۔ اسی دوران خانجہاں خان کا انتقال ہو گیا۔ میر حسین علی امیر الامراء کو جو قوم سادات بارہ سے تعلق رکھتا تھا دکن کے بندوبست کے لئے مقرر کیا گیا۔

غفار خان نے اپنے بیٹے غفور میاں کو اسباب نذر اور تحائف کے ساتھ برہان پور کو روانہ کیا جاگیر اور مناصب کی بحالی کی سند حاصل کی اور باقی حیات مستعار عیش و عشرت کے ساتھ بسر کی۔ اس نے اٹھائیس سال اور کچھ ماہ حکومت کی۔

اس کے انتقال کے بعد غفور میاں ملک و مال کا حاکم ہوا ہی تھا کہ راستیہ مرہٹہ نے اپنی

فوج کے ساتھ لشکرکشی کی اور رعایا کے قتل اور تاخت وتاراجی میں مصروف ہوا۔ حاکم مذکور نے لشکر اور سامان جنگی جمع کیا اور جنگ پر آمادہ ہوا۔ مصری کوٹہ کے قریب جنگ ہوئی اور افغانوں نے شائستہ کوشش کر کے مرہٹہ کو شکست فاش دی۔

راستیہ مرہٹہ بقیۃ السیف فوج اور گوپال راؤ گھوڑ پڑیہ ناظم مرچ کی کمک سے خان مذکور کے علاقہ میں تاراجی پر کمربستہ ہو گیا اور دو سال تک غفور خان کو ستاتا رہا۔ آخرکار ناظم مرچ کی معرفت سے آتش فتنہ وفساد ستر ہزار روپے اور محل مصری کوٹہ دیکر فرو ہوا۔ وہ اپنے دارالحکومت کو لوٹا اور نو سال اپنے جدو پدر کے آئین پر حکومت کرتا رہا۔

اوائل حکومت نواب نظام الملک آصفجاہ جب غفور میاں انتقال کر گئے تو ان کے بعد ان کا بیٹا عبدالمجید مسند آرا ہو کر ملک اور دولت کا مالک ہوا۔

نواب چونکہ اورنگ آباد سے گولکنڈہ کی جانب متوجہ ہوئے تھے اس لئے انہوں نے حیدرآباد کو اپنا دارالخلافہ قرار دیا۔ یہاں انہوں نے شہر کے گرد انہیں دنوں قلعہ معہ برج دوبارہ تعمیر کروایا۔ چند دنوں بعد عبرت کی خاطر اور ملک کے بندوبست کے لئے پالیگار کے ملک کی طرف بڑھے۔ لشکر کے ساتھ بیدر کو روانہ ہوا۔ انہوں نے اپنے نواسہ ہدایت محی الدین خان کو بیجاپور کی حکومت پر مامور کر دیا۔

عبدالمجید خان نے نواب سے ملاقات نہیں کی بلکہ بلا اطلاع خود بخود مسند آرا ہو گیا تھا۔ چنانچہ یہ بات نواب کی طبع پر گراں گزری اور وہ اس طرف آ کر ساؤنور کی طرف کوچ کر گئے۔

انہوں نے یہاں کے اکثر مواضعات کو پائمال کر دیا۔ گدگ، ہریٹی اور دیگر پالیگار حضور میں باریاب ہو کر سرخ رو ہوئے۔ چند پالیگاروں نے انہیں دولت افاغنہ کو تاراج کرنے کی ترغیب دی۔ نواب چونکہ دانائے روزگار اور تجربہ کار تھے اسلئے انہوں نے عرض گویوں کی بات پر توجہ نہیں دی اور الف خان کنولی کی معرفت سے دلاور خان کو اپنی طرف متوجہ کیا اور بغیر جنگ کے

دو لاکھ روپئے نقد اور بے شمار تحایف بدست کر کے صوبہ اپنی جانب سے خان مذکور کو مرحمت کردیا اور ملاقات کی تمنا ظاہر کی۔ دلاور خان چونکہ اپنے آباد و اجداد کی تعظیم اور ان کی امارت و مناصب سے واقف تھا اسلئے ملاقات پر رضامند ہوا۔ اسلئے اس نے ناصر جنگ سے اس بات کی رضامندی کا اظہار کیا۔ ناصر جنگ نے مسند سے نیچے اتر کر نذر قبول کی اور ہاتھ پکڑ کر اپنے بازو میں بیٹھنے کی جگہ دی۔

ان میں یعنی حکام ساونور و کڑپہ میں ملاقات کا دستور یہ تھا کہ وہ ہمسروں کے مانند تھے یعنی کچھ جھک کر سر تک ہاتھ لیجاتے تھے اور ہمسروں کے مانند روبرو چاہے سواری پر ہوں یا دیوانخانہ میں حقہ کشید کیا کرتے تھے۔ نواب نذر عیدین و فتح وغیرہ ان سے کھڑے ہو کر حاصل کرتا تھا۔ غرض ہر وہ بات جو یہ کہتے نواب مصلحت کی بناء پر قبول کرلیا کرتا تھا۔

القصہ دلاور خان نے اپنے سلوک سے نواب کو بے حد خوش کر دیا اور اطاعت اور مصادقت کی راہ اختیار کی اور رزم و بزم میں شریک رہا۔ نواب نے ایک ہزار ایک سو ستاون ۱۱۵۷ھ م 1744ء میں کرناٹک پایاں گھاٹ کے بندوبست کی طرف توجہ کی۔ خان مذکور بھی اس کے ہمراہ رکاب تھا۔

نواب نے نتھر نگر عرف ترچنا پلی جو کہ قلعہ مرارراؤ گھوڑ پڑیہ میں شامل تھا تسخیر کرنے کی خاطر فوج کشی کی۔ ان دونوں لشکروں کے درمیان میدان سمیوارم میں جو کہ دریائے کاویری کے اس طرف واقع ہے سخت جنگ ہوی۔ دلاور نے مردانہ کوشش کرتے ہوے نام آوری حاصل کی۔ نواب نے تین سال اس نواح میں قیام کیا اور شائستہ پیشکشات تحایف اور دولت ثروت پالیگاروں اور جاگیرداروں سے حاصل کی اور خود حیدرآباد روانہ ہوگیا۔ خان مذکور نے رخصت حاصل کر کے اپنے دارالحکومت کی طرف مراجعت کی۔ اس کے چار سال بعد یعنی ۴/ جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ م ۱۷۴۷ء میں نواب نے انتقال کیا۔ چنانچہ ایک شاعر نے اس کی تاریخ یوں نکالی' نواب آصفجاہ

انتقال فرمود' آصفجاہ کا بڑا بیٹا ناصر جنگ اس کا جانشین بنا۔ ایام شباب کے تقاضہ کے سبب اسنے اپنے باپ کی نصیحت پر عمل نہیں کیا اور مورو پنڈت کو جو کہ میر دفتر تھا اور جو نواب مرحوم کے عہد میں قید میں تھا کو رہا کر کے اپنا پیشکار بنالیا۔ جس سے ہر طرف ظلم و جور کا فتنہ کھڑا ہو گیا چند دن بعد ناصر جنگ بادشاہ دہلی کے حکم سے دہلی کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسنے اپنے ہمشیرہ زادہ ہدایت محی الدین خان مظفر جنگ کو اپنا نائب مقرر کیا، فرصت جویان وقت نے اس موقعہ کو غنیمت جان کر آتش فتنہ برپا کی۔ ہدایت محی الدین خان نے کرناٹک پایاں گھاٹ اور بعض افغانوں کی ترغیب و تحریص پر کسی حکم کے بغیر خود مختار ہو کر دکن کے چھ صوبوں کے بندوبست کا عزم کیا۔ چنانچہ حسین دوست خان عرف چندا صاحب نایطہ اور اس کی پھلچری کے فرانسیسیوں سے ساز باز' محی الدین خان کی طلبیدگی اور نایطہ مذکور کے التماس پر فوج کشی اور انوارالدین خان شہامت جنگ گو پاموی آصفجاہی ناظم آرکاٹ کے قتل کے واقعات مشہور ہیں۔ ان ممالک کے واقع نگاروں اور جاسوسوں نے ان حالات کی تفصیل سے نواب ناصر جنگ کو مطلع کیا۔

نواب دریائے نربدا کے کنارے تک جا پہنچا تھا کہ اسے اپنے ملک کی خرابی کی پے در پے خبریں ملنے لگیں۔ نواب نے چند خیر خواہوں کی تجویز پر اسی مقام پر قیام کیا۔ دکن میں شرارت کے متعلق تمام تفصیلات اپنے بھائی غازی الدین خان کی معرفت حضور والا یعنی بادشاہ دہلی کی خدمت میں روانہ کئے اور واپس لوٹ آئے۔ چند دن کے توقف کے بعد منصبداروں اور بے ادب ہدایت محی الدین خان کی تنبیہ کے لئے جو اس وقت چنجی میں تھا' کرناٹک پایانگھاٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ یہاں کے سب کام بے حد خراب ہیں اور بندوبست درہم برہم ہے۔

انھوں نے محسوس کیا کہ ہدایت محی الدین خان کو بلائے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے اس لئے سید لشکر خان امیر الامراء اور شہنواز صمصام الدولہ بخشی دیوانخانہ حضور اور انور خان بخشی لشکر

بادشاہی کو قرآن مجید کے ساتھ ہدایت محی الدین خان کے پاس روانہ کیا اور اس کے مطالبات کو مانتے ہوئے قرآن کی قسم کھا کر طلب کیا اس کے عمل پر ملامت کرتے ہوئے اپنے پاس رکھ لیا۔ لیکن چند خانہ بربادوں کی تجویز پر اسے قید کر لیا۔ افغان دیوان کی بدعہدی سے بددل ہو گئے لیکن بظاہر نواب سے خلا ملا رکھا اور وقت کا انتظار کرنے لگے۔ ان حالات میں مجید خان نے اپنے آپ کو بیمار ظاہر کرتے ہوئے اپنے فرزند کریم میاں کو فوج کے ساتھ نواب کے لشکر میں روانہ کر دیا۔

ابتدائے سنہ ۱۱۶۴ھ م 1750ء میں میدان چنجی کے مشرقی حصہ میں جو کہ فرانسیسیوں کے ٹھانہ کے اندر موجود تھا ایک شب فرانسیسیوں نے شب خون مارا۔ اس موقع کو غنیمت جان کر بے باک افغانوں نے دغا کرتے ہوئے مظلوم نواب ناصر جنگ کا سر قلم کر دیا اور اسے نیزہ پر چڑھا لیا۔

ہدایت محی الدین خان کو جو کہ نواب شہید کے پیچھے عماری میں پردہ میں موجود تھا باہر نکلنے پر مجبور کیا اگرچہ وہ ان لوگوں کے اس عمل سے ناخوش تھا لیکن انہوں نے جبراً نذر مبارکباد گزاری۔ دلاور خان کا بیٹا کریم میاں خود اس مشورہ میں اپنی قوم کے ساتھ موجود تھا۔

اس واقعہ کے چند دن بعد افاغنہ اور آصفجاہی افواج وامرلہ جزوی کی راہ سے رائی چوٹی پہنچیں۔ اس وقت فرانسیسی سپہ سالار جس کا نام موسی بہوی تھا ان کے ہمراہ تھا۔ یکا یک افغانوں کے دماغ میں خمار جنوں وفساد برپا ہوا اور انہوں نے فطری راہ ترک کر کے ہدایت محی الدین خان کی ادنیٰ سی غلطی پر جنگ شروع کر دی اور اسے قتل کر دیا۔ خان ساونور کا بیٹا (کریم میاں) بھی اس معرکہ گاہ میں ہلاک ہو گیا۔

ایک شخص نے نواب کی شہادت کی تاریخ ان الفاظ میں حاصل کی ہے "آفتاب رفت" ۱۱۶۴ھ م 1750ء شہید مظلوم ناصر جنگ کی جگہ صلابت جنگ قائم مقام مقرر ہوا۔ اس نے پانچ سال تک اسی قرقشہ اور بے بند وبستی میں گزارے۔

سپہ سالار فرانسیسی نے اپنے دیوان حیدر جنگ کے صلاح و مشورہ سے ترقی کی اور ملک سیکا کول اور راجبند رے کا بندوبست ماہیانہ تنخواہ کے عوض حاصل کرلیا۔

شہنواز خان صمصام الدولہ وکیل مطلق صلابت جنگ چند دن ملک و مال آصفیہ کے بندوبست پر مامور رہا لیکن آخرکار حیدر جنگ کی کوشش سے قید ہوگیا۔

نظام علی خان اور بسالت جنگ نے یکدل ہوکر حیدر جنگ کے قتل کا منصوبہ بنایا اور حیدر جنگ کو راز کی بات بتانے کے بہانے نظام علی خان نے اپنے خیمہ میں طلب کیا اور اپنے نوکر کے ہاتھوں اس کا قتل کروادیا۔ نظام علی خان گھوڑے پر بیٹھ کر برہان پور کی طرف روانہ ہوگیا۔

جب اس بات کی خبر فرانسیسی سپہ سالار کو ہوئی تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ مستعد ہوکر صلابت جنگ کے خیمہ کی طرف روانہ ہوگیا اور دیکھا کہ صلابت جنگ اورنگ آباد کی طرف فرار ہو چکا ہے۔ اس نے شہنواز خان کو قید کرکے اسے تفنگ کی گولی سے ہلاک کردیا۔

مختصر یہ کہ صلابت جنگ کو قید کرکے نظام علی خان خود ناظم دکن ہوگیا۔ مجید خان اس کے بعد چند دن تک تکلیف و کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد انتقال کرگیا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا عبدالحکیم خان مسند آرا ہوا۔

اس نے اپنے ملک کا بندوبست شروع کیا تھا کہ ناظم دکن نے بالا جی راؤ نانا اور مادھو راؤ سوائی کے ساتھ مل کر ساونور تسخیر کرنے کی ٹھانی کیونکہ ساونور کے حاکم کے والد مجید خان نے ناظم دکن کے بھائی ناصر جنگ کو قتل کردیا تھا۔

انہوں نے لشکر کشی کرکے تین ماہ تک اس کا ملک تباہ و تاراج کیا۔ مرہٹوں نے مصری کوٹہ اور گدگ وغیرہ محلات پر خود قبضہ کرلیا۔ حکیم خان نے جو عیاش تھا جنگ سے گریز کیا اور آخر کار رکن الدولہ دیوان اور بسالت جنگ کی وساطت سے امن و صلح قرار پائی۔ اس نے انہیں دو لاکھ ہون دیکر روانہ کیا اور خود آسودہ حال ہوا۔ مرہٹوں نے بارہ محل، جو کہ ساونور کا علاقہ تھا اور جس

پر انہوں نے قبضہ کر لیا تھا واپس لوٹا دیا۔ یہ بات مخفی نہ ہو کہ افغانوں کی قدر و منزلت میں کمی ناصر جنگ کے قتل کے وقت سے ہے جو کہ ان ظلم کیشاں کے ہاتھوں بے گناہ شہید ہو گیا۔ چنانچہ اس مقدمہ کی تفصیل کنولیوں کے بیان کے دوران تحریر کی گئی ہے۔

قصہ مختصر جب نواب حیدر علی خان نے ترقی کی اور بزور شمشیر و دانائی کثیر لشکر جمع کر کے میسور کے اطراف و جوانب کے پالیگاروں کی تسخیر کی طرف توجہ کی۔ اس وقت حکیم خان نے نگر کے پالیگاروں کی بیوی کی کمک کے لئے دو ہزار سوار روانہ کئے اس ملک کی تسخیر اور مذکورہ عورت کے قید ہو جانے کے بعد نواب بہادر نے افغانوں کے لشکر کو شکست فاش دی اور ان کا تعاقب دارالامارت تک کیا۔ انہوں نے ساؤنور کا محاصرہ کر لیا۔

حکیم خان نے لاعلاج ہو کر، بے شمار مخملی خیمے، اونٹ اور ہاتھی جو قدیم حکام نے جمع کئے تھے دے کر صلح کی۔

اسی وقت مادھوراؤ بن بالا جی راؤ نانا نے اس سمت فوج کشی کی اس لئے خانمذ کور نے اس سے اتفاق کرتے ہوئے اپنا لشکر اس کے ساتھ کر دیا ہے۔ ترمک ماما مرہٹہ نے اس وقت گراں لشکر کے ساتھ میسور پر حملہ کیا اور چرکولی کے میدان میں جو کہ سری رنگ پٹن کے شمال میں دو فرسنگ کے فاصلہ پر ہے نواب حیدر علی خان کے لشکر کو شکست دی۔ چنانچہ نواب حیدر علی خان، غازی خان بید کے چودہ سواروں کے ساتھ داخل قلعہ ہوئے۔ ٹیپو سلطان دو سواروں کے ساتھ زخمیوں کے لباس میں اپنے والد کے پاس پہنچے۔ اس معرکہ میں خان مذکور کا لشکر مرہٹوں کی مدد کر رہا تھا۔

اس کے بعد نواب بہادر نے ترمک ماما سے صلح کر لی اور اسے اپنے ملک سے خارج کیا پھر نظام علی خان سے اتفاق کر کے کرناٹک پائین گھاٹ پر لشکر کشی کی۔ کچھ مدت بعد نواب محمد علی خان سراج الدولہ اور انگریزوں سے صلح کر کے کڑپہ اور کنول کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں کے حاکموں سے بزور پیشکش حاصل کر کے سری رنگپٹن لوٹے۔ رفتہ رفتہ انہوں نے مرارراؤ پالیگار چیتل

درگ اور کڑپہ کے حاکم حکیم خان کو گرفتار کر کے ان کے ممالک خود اپنی سلطنت میں شامل کر لئے۔ وہ خانمذ کور کو تنبیہ دینے کے لئے ساونور کی طرف روانہ ہوئے۔ اس نے ان کے لشکریوں کے خوف سے ملک خراب ہونے سے قبل نواب کے پاس ایلچی روانہ کر کے صلح کر لی۔ اس کے لئے بے شمار زر اور اجناس روانہ کئے۔ نواب نے اس کی عمدگی کے طرف نظر کرتے ہوئے اس کی التماس قبول کر لی۔ انہوں نے قول نامہ روانہ کرتے ہوئے اس کی خاطر جمع کی۔ خان مسطور کو اس امر کو قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ نواب کو اس بات سے بے حد مسرت ہوئی اور اپنی دختر کو جو کہ کریم صاحب کی بہن تھی اس کے فرزند سے جس کا نام خیرا میاں تھا نامزد کیا۔ اور خیرا میاں کی بہن کو اپنے فرزند کریم صاحب سے منسوب کیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ لشکر اور ملک کے بندوبست میں لگ گئے۔

سنہ ۱۱۹۳ھ م 1779ء میں خانمذ کور کو تمام متعلقین کیساتھ سری رنگپٹن طلب کر کے مراسم شادی ادا کئے۔ اس طرح دونوں خاطر جمع ہوئے۔ جب دونوں کے درمیان رشتہ دوستی اور خویشی مضبوط ہو گئے تو حکیم خان نے التماس کی کہ میری جاگیر کے محلات مرہٹوں کے تصرف میں ہیں اس لئے ان ممالک کی کشور کشائی کی کوئی صورت نکالی جائے۔ نواب نے یہ بات قبول کرتے ہوئے اپنے ایک سردار کو فوج کے ہمراہ روانہ کیا۔ سردار مذکور نے گیارہ محل بعض جنگ کے ذریعہ اور بعض روپے دیکر اپنے ہدست کئے اور انہیں خانمذ کور کے سپرد کر دئے۔ اسی دوران نواب کو ملک گیری اور تسخیر پایانگھاٹ کی مہم درپیش ہوئی اس لئے انہوں نے اپنے سردار کو فوج کیساتھ واپس طلب کر لیا۔

خان مذکور نے دو سو سوار اور چار سو پیادے سرخ علم کے ساتھ اپنے فرزند کہارو (خیرا میاں) جو کہ نواب کا داماد تھا کے ہمراہ روانہ کئے۔ اس فوج کے ساتھ اس کا پیش کار چنو پنڈت بھی تھا۔ خیرا میاں اپنا اکثر وقت نواب کی صحبت میں گزارتا تھا۔ پایانگھاٹ کی لشکر کشی کے وقت

ناسازی مزاج کی وجہ سے اپنے وطن کو لوٹ آیا۔ اس نے چنتو پنڈت کو اپنا وکیل مقرر کرتے ہوئے لشکر کے ساتھ حضور کی خدمت میں چھوڑ دیا۔

نواب بہادر کے انتقال کے بعد جو کہ سنہ ۱۱۹۷ھ م 1782ء میں واقع ہوا ٹیپو سلطان مسند آرا ہوئے۔ اگرچہ اس نے ایک ایلچی اپنی جانب سے ٹیپو سلطان کی خوشنودی اور نذر مبارکباد وجلوس کے لئے روانہ کیا لیکن عرایض مبارکباد اور نذر مع خلعت جو کہ ارباب سطوت کے لئے ضروری ہے نہیں روانہ کئے۔ یہ بات سلطان کی طبع پر گراں گزری۔ اس کے باوجود انہوں نے اس طرف توجہ نہ دی اور اپنے ملک کے بندوبست میں منہمک ہو گئے۔

اسی دوران دھونڈو جی واگیہ جس نے سنہ ۱۲۱۱ھ م 1796ء میں ٹیپو سلطان کے حکم پر حاضر خدمت ہو کر اسلام قبول کر لیا تھا اور جس کا نام شیخ احمد رکھا گیا اور ملک جہاں خان کا خطاب عطا کیا گیا تھا۔ مرہٹوں کی قید سے اپنے ماموں کی معرفت رہائی پا کر اس سرحد میں داخل ہوا، اس سے قبل اس نے بادای بہشٹپا زناردار کے ساتھ جو کہ اس کا قدیم آشنا تھا کچھ دن نواب بہادر کے لشکر میں کام کیا تھا نواب کی رحلت کے بعد ڈھونداجی ساؤنور پہنچا۔

موقع کو غنیمت جان کر اس نے پچاس ساٹھ بیکار اور اوباش سواروں کو جمع کیا اور سپہ گری کے ناز سے خانمذکور کی دیوڑھی پر پہنچ کر ملازمین کی آمدورفت میں مانع ہونے لگا۔

خان مذکور نے کافی سوچ بچار کے بعد صلح آمیز اور شیریں الفاظ سے یہ دریافت کیا کہ آخر اس طرح آنے کا سبب کیا ہے؟

اس نے جواب دیا کہ مجھے اور میرے رفیقوں کو نوکر رکھ کر سالانہ ایک لاکھ روپے دو اور ملک گیری اور دیگر کارخانوں کا بندوبست میرے سپرد کر دو۔ ساؤنور کے محالات جو کہ مرہٹوں کے تصرف میں ہیں کی سند دیوانی میرے نام لکھ کر دو تا کہ میں ان محالات کو مرہٹوں کے ہاتھ سے واپس لے سکوں۔ چونکہ خانمسطور کے خزانہ میں اس وقت اتنی رقم موجود نہیں تھی اس لئے اس نے

مجبور ہوکر محالات مذکور کی دیوانی کی سند لکھ کر دیدی۔

ڈھونڈہ جی واگیہ نے سند حاصل کرنے بعد مردانہ وار حملہ کرتے ہوئے دو تین محلوں پر شب خون مار کر انھیں زیر کیا اور یہاں سے بے شمار مال غنیمت نقد اور جنس حاصل کیا اور قلعچہ مصری کوٹہ میں تھانہ مقرر کیا۔ اس نے خان مذکور کی خدمت میں دو لاکھ ہون ساؤنوری اور اجناس روانہ کئے۔

حکیم خان اس بات سے بے حد خوش ہو گیا اور اس کے لئے خلعت فاخرہ، آفتاب گیری اور نقارہ روانہ کیا۔ اس کے بعد ڈھونڈا جی نے پانچ چھ سو سوار اور دو ہزار پیادے فراہم کئے اور مرہٹہ ،نظام علی خان اور ٹیپو سلطان کے ممالک کی سرحد میں تنگ و دو کرنے لگا۔ اسنے مصری کوٹہ کی قلعداری اپنی بیوی کے سپرد کی تھی جو کہ شجاعت میں کسی مرد سے کسی طرح کم نہیں تھی۔

ٹیپو سلطان بلادنگر اور کوڑیال بندر کی طرف روانہ ہوئے کیونکہ ایاز خان نے جو کہ نواب بہادر مرحوم کا پروردہ تھا اور جو سلطان سے خاطر جمع نہیں تھا نے اپنے فطور اور قصور سے سارا زرخیز ملک معہ بلاد کوڑگ اور کلی کوٹ انگریزوں کے تصرف میں دے دیا تھا۔

ٹیپو سلطان اپنا لشکر لے کر سنتی بدنور پہنچے تھے کہ خان ساؤنور حکیم خان نے سلطان کی گرانی خاطر سے خوفزدہ ہو کر اپنے فرزند خیر امیاں کے ذریعے چالیس ہزار روپے نقد نذر جلوس مسند اور خلاع فاخرہ روانہ کئے اور اس طرح ان کی خاطر مدارات کی۔ سلطان نے جو کہ دوست نواز تھے اس چند ناشائستہ حرکتوں سے اغماض کرتے ہوئے حکومت پھر واپس دیدی اور آگے روانہ ہو گئے۔

سلطان اس علاقہ کے بندوبست اور بلادنگر مذکورہ کی تسخیر کے بعد منظر آباد عرف بلاری کی راہ سے دارالامارت سری رنگپٹن کو واپس لوٹے۔ اسی دوران انگریزوں اور سلطان کے درمیان صلح ہوگئی۔

خان مذکور اگرچہ اپنی جگہ آسودہ تھا لیکن سلطان کی ملک گیری، صلابت اور دبدبہ سے

جو کہ صاحبزادگی کے ایام سے موجود تھے خاطر جمع نہیں تھا۔ اس کے دل میں کدورت موجود تھی اور ٹیپو سلطان کی جانب سے مزاحمت نہ ہونے کے باوجود خوفزدہ تھا۔

ابتدائے سنہ ۱۱۹۹ھ م 1784ء میں سلطان ذی شان نے سپہ دار برہان الدین کی سرداری میں ایک بڑی فوج نرکنڈہ کی تسخیر کے لئے روانہ کی کیونکہ یہاں کا حاکم کالیا سرکش ہو کر ناظم صوبہ مرچ پرسرام بھاؤ کی تائید سے سرکار خداداد کی رعایا کو آزار پہنچانے لگا تھا۔

اسی سال نواب نظام علی خان اور ناظم پونہ نے آپس میں سازش کر کے ملک خداداد کو تاخت و تاراج کرنے کے ارادہ سے حملہ کیا اور دریائے تنگ بھدرا کے اس طرف اکثر پرگنات اور قلعہ جات اپنے تصرف میں کر لئے۔ خان مذکور نے اس حکم کے مطابق کہ۔

چوں زوال آید بکس بندد جنوں راہ خرو

عقل دوراندیش میساز دکمی در روز بد

(جب کسی پر زوال کا وقت آتا ہے تو جنوں خرد کی راہ بند کر دیتا ہے اور روز بد میں عقل دور اندیش میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔)

خان مذکور نے وقت کو غنیمت جان کر مرہٹوں کے ساتھ سازش کرتے ہوئے ان کی کمک کی۔ اس جانب کے اخبار نویسوں نے یہ تمام کیفیت مفصل حضور کی خدمت میں لکھ کر روانہ کی۔ سلطان نے جو اس وقت ملک کورگ کے بندوبست سے فراغت حاصل کر کے دارالسلطنت پٹن میں فروکش تھے مورخہ ۹ جمادی الثانی ۱۱۹۹ ہجری م 1784ء میں ایک گراں لشکر کے ساتھ غنیموں کے ساتھ مقابلہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ انہوں نے ادھونی پر حملہ کیا اور اس کی تسخیر کے بعد جس کی تفصیل اورنگ سوم میں دی جا چکی ہے آگے بڑھے کنچن گڈھ اور کیلی کی فتح اور بے شمار مال غنیمت حاصل کرنے کے بعد کرناٹک کی راہ سے انہوں نے دریائے تنگ بھدرا عبور کی اور شب خون مار کر غنیم کو شکست دی اور وہاں سے سیدھے ساونور کی طرف بڑھے خان مذکور نے گھر کے چند

خواصوں محل زنانہ کچھ خزانہ اور ملازمین کے ساتھ راتوں رات اس جگہ سے نکل کر غنیم کے لشکر میں پناہ لی۔ سارا سامان جنگ اور اہل دولت کے لائق سامان جنھیں خوانین سابق نے لاکھوں روپے صرف کر کے جمع کیا تھا وہیں چھوڑ دیا۔ اس کے علاوہ خیرا میاں اور اس کی بیگم کو جو کہ سلطان کی بہن تھیں وہیں چھوڑ دیا۔ سلطان کی بہن اس وقت بیمار تھیں۔ چنانچہ ایک شخص نے ہندی میں اس کی درج ذیل تاریخ نکالی ''حکیم خاں میانہ سب کو چھوڑ آپ بھاگا'' ۱۱۹۹ھ م 1784 مجب سلطان کو اس کے فرار اور غنیم کے ساتھ سازش کی خبر ملی تو انہیں بے حد تعجب ہوا اور میر صادق دیوان کو اس کے دارالمقر میں روانہ کیا اور جو کچھ بھی نقد و جنس زیور و فرش، ظروف واسلحہ خانہ وغیرہ تودہ تودہ، بستہ بستہ و دستہ دستہ رکھے ہوئے تھے انھیں منگوا کر داخل توشک خانہ کیا۔ خیرا میاں دو تین خدمت گاروں کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر سلطان کی خدمت میں پہنچ کر سرخ رو ہوا۔

سلطان نے اپنی زبان مبارک سے خود دریافت کیا ''تمھارے والد نے دارالحکومت چھوڑ کر راہ فرار کیوں اختیار کی میرے دل میں تمھیں کسی طرح کا رنج پہنچانے کا خیال نہیں تھا بلکہ سلوک شائستہ نسبت خویشی زیادہ تر منظور تھی۔ تمھارے اتحاد اور خویشی پر افسوس ہے میری عدم مزاحمت کے باوجود تم نے بدعہدی کی اور غنیم کو میرا ملک اور دولت سونپ دی۔ آئندہ کبھی روز بھی اور خوش دولتی دیکھنا نصیب نہ ہوگا''۔

اس نے جواب دیا۔ میرے پدر بزرگوار نے غلطی کی ایسا کام ان کے شایاں شان نہیں تھا۔ فدوی کو ان کے ارادۂ نامناسب سے واقفیت نہیں تھی۔ اگر معلوم ہوتا تو منع کرتا۔

اس کے بعد سلطان نے انھیں اپنے خیمہ خاص کے قریب دوسرے خیمہ میں فروکش کیا اور دونوں وقت کا کھانا اپنے خاصہ سے روانہ کیا تاہم اسے نظر بندی میں رکھ چھوڑا۔

چونکہ سلطان اور ان کے درمیان آشتی ہوگئی تھی اس لئے راستیہ مرہٹہ اور پرسرام بھاؤ نے سلطان سے سفارش کر کے صوبہ ساؤنور کئی ردوبدل کے بعد خان مذکور کو بحال کروایا اس کے

بعد پانچ سال حکومت کر کے حکیم خان انتقال کر گیا، اس نے کل پینتیس ۳۵ سال ریاست کی۔

اس کے بعد اس کا بیٹا عبدالخیر خان عرف خیرا میاں قائم مقام پدر رہا اور سلطان کے حکم سے کامرانی کرنے لگا۔

جب ۱۲۰۷ھ م 1792ء میں نظام علی خان مرہٹوں اور انگریزوں نے مل کر سرینگپٹن کی تسخیر کے لئے چاروں طرف سے لشکر کشی کی اور پرسرام بھاؤ اور ہری پنت پھڑکیہ نے یہ صوبہ اپنے تصرف میں کر کے خیرا میاں کے صرف خاص کے لئے ایک محل جاگیر دیدی اور دوسرے محلات کا بندوبست اپنے قبضہ میں لیا۔ اس وقت تک یہی حال ہے۔ جیسے کہ کسی نے کہا۔

من شہرت تمنا دارم ونہ نام میخواہم
فلک گرداگزارد یک نفس آرام میخواہم

مجھے نہ شہرت کی تمنا ہے اور نہ نام ونمود کی۔ اگر فلک فرصت دے تو مجھے ایک نفس آرام کی ضرورت ہے۔ کے مصداق خان مذکور نفس شماری اور بے دولتی میں اپنے اوقات اسی جگہ بسر کر رہا ہے۔

****

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر

اورنگ پنجم (پانچواں باب)

خوانین صوبہ کڑپہ کی اصل حقیقت

یہ امراء عادل شاہی اور قوم افغانان میانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔اور بقول اصح بہلول خان ساونوری کے ہم جدی ہیں۔یہ نبی خان رن مست میاں میانہ کی اولاد سے جو کہ امراء دکن ذوی القدر اور صاحب منصب عمدہ تھے۔اعظم خان، رحیم خان اور کریم خان اس کے فرزند تھے۔ جو قدر و منزلت میں ترقی پا کر بیجاپور سے عادل شاہ ثانی کے دور میں حضور سلطان اورنگ زیب کی سلطنت میں بڑے عہدوں پر فائز ہوئے جب وہ دکن کے بندوبست کے لئے روانہ ہوئے تو یہ بھی ان کے ساتھ روانہ ہوئے اور خان جہان خان کوکہ کے وسیلہ سے منصب اور جاگیر حاصل کر کے بسر کر رہے تھے تاہم منصب میں کمی کی وجہ سے آزردہ تھے۔چند دن بعد اعظم خان دنیاداری کی تدابیر سے منصب اعلیٰ پر فائز ہوا اور اپنے چھوٹے بھائی کریم خان کو اپنا امیر سامان مقرر کیا۔اس کے بعد رحیم خان نے اپنی کم مائگی سے دل برداشتہ ہو کر میر جملہ خان مدارالمہام عبداللہ قطب شاہ کے وسیلہ سے حیدرآباد میں مقیم ہو کر ترقی کی۔چنانچہ اسے سہ ہزاری منصب عطا کیا گیا۔اس نے بعض جنگوں میں اپنے حسن تدبر اور کدوکاوش سے کافی دلیری دکھائی لیکن اسی زمانہ میں انتقال کر گیا۔

اس کا فرزند نیک نام خان، باپ کے منصب پر مامور ہوا۔جب میر جملہ علاقہ بالاگھاٹ کے بندوبست کی خاطر روانہ ہوا تو خان مذکور بھی اس کے ہمراہ تھا اور اعدا شکنی میں کافی کوشش کی۔یہاں تک کہ واپسی کے وقت قلعہ سدہوٹ جس کا میر جملہ نے چار پانچ سال سے محاصرہ کر رکھا تھا اور جس کا حاکم پلپ نائر پالیگار تھا کے ساتھ جنگ کی اور آخر کار جنگ کا فیصلہ صلح پر ہوا اور نعل بہا کی شکل میں کثیر رقم حاصل کی یہاں سے وہ پایانگھاٹ کی تسخیر کی طرف متوجہ ہوا۔

پرگنہ چنوراوراس کے اطراف کا علاقہ قطب شاہ کی جانب سے اس کی دیانت اور جانبازی کے صلہ میں دیا گیا۔اس کے ساتھ ہی علم،نقارہ اور نوبت کے ساتھ نوازا گیا۔اسے تاکید کی گئی کہ اس نواح کے پالیگاروں کی سرزنش کی جائے ۔

میر جملہ کی روانگی کے بعد خانمذ کور نے گنجی کوٹہ،کھم،بدویل اور جمل کوٹہ وغیرہ تعلقات آنے گنڈی کے پالیگاروں سے حاصل کر کے ترقی کی۔اس کے بعد افاغنہ اور دکنیوں کی ایک فوج جمع کر کے سدھوٹ پر حملہ کیا اور ایک ہی حملہ میں شکست دیدی۔چنانچہ قلعہ تسخیر ہو گیا اور پالیگار کو اسیر کر لیا۔اس کار ہائے نمایاں کے عوض پچاس لاکھ روپے یعنی تعلقہ چنور اور گنجی کوٹہ وغیرہ بطور جاگیر حاصل ہوئے اس کے علاوہ ماہی اور بلند مراتب ورتبہ بھی عنایت ہوئے ۔چند دن بعد میر جملہ کے قیام لشکر کی جگہ پر ایک مناسب مقام دیکھ کر ایک شہر آباد کیا جس کا نام نیک نام آباد رکھا۔اس شہر گاہ کے درمیان ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جس کا نام کرپ کوئل ہے موجود تھا۔

الحاصل داؤد خان پنی کنولی قطب شاہ کی حکومتوں کی تاراجی کے بعد حضور عالمگیر کی جانب سے ذوالفقار خان امیر الامراء بن اسد خان کرناٹکین کا صوبیدار مقرر ہوا۔اور نیک آباد کی راہ سے روانہ ہوا۔اس وقت یہاں کا خان چند روز سے بیمار تھا صاحب صوبہ نے مراسم تیمارداری ادا کرتے ہوئے چونکہ اس کے آباد اجداد خان بیمار کے جدو آباء کے ممنون و مشکور تھے ۔چند دن قیام کیا۔اور اس عرصہ میں خان بیمار انتقال کر گئے اس لئے اس کے ہمشیرہ زادہ لعل خان بن عبدالغنی خان کو یہاں کی امارت بخشی۔اور میر جملہ امیر صاحب جاگیر کی تجویز پر سلمبر و،بھونگیری اور روڈیار پالیہ کی طرف جا کر حکمرانی کی اس کے بعد اسے طلب کر کے اس ضلع کی نظامت پر مامور کیا گیا۔

جب داؤد خان کو اپنے والد خضر خان کے قتل کی خبر ملی۔وہ اورنگ آباد کی طرف روانہ ہوا۔اور تین سال تک ناظم برہان پور مقرر ہو کر اجازت حاصل کر کے لوٹا۔پرگنہ چنور وغیرہ اسے بطور امانت دے دیئے تھے۔عالمگیر،ابوالحسن قطب شاہ تانے شاہ حیدرآبادی کو قید کرنے کے بعد

اورنگ آباد سے ہوتے ہوے احمد نگر روانہ ہوے اور ان کا وہیں انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد برادروں یعنی سلطان محمد معظم بہادر شاہ اور سلطان محمد اعظم کے درمیان دکن کے سواد میں جنگ چھڑ گئی اعظم خان میانہ اور کریم خان میانہ جن کا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے اور جو اس وقت امرائے ذی احتشام ہو چکے تھے نے بہادر شاہ کی خاص فوج کے ہاتھی کے آگے زوردار کشاکش اور جنگ کرتے ہوئے مردانہ وار جان دیدی اور نسیم فتح ونصرت بہادر شاہ کے پرچم کو حاصل ہوئی۔ محمد اعظم سلطان کو شکست ہوئی اور انھیں قید کرلیا گیا۔

شاہ ظفر مند نے مقتول خوانین کی جانبازی اور دلاوری سے خوش ہوکر کہا کہ اعظم خان کے جو پسماندگان ہیں انہیں حاضر کیا جائے۔ وہ لاولد تھا اس لئے سپہ سالار علی مراد خان نے اس کے برادرزادہ عبدالنبی خان بن کریم خان کو حاضر کیا اور ان کی سفارش کی۔ شاہ موصوف نے عبدالنبی خان کو پہلے خلعت ماتم عطا کیا اور پھر خلعت جاگیر وشمشیر اور تسلی ظاہر وباطن عطا کرتے ہوئے پرگنہ چنور اور سلمبر وغیرہ کی جاگیر عطا کی۔ اعظم خان کی بیوہ کو بارہ محل کا علاقہ جو کہ اس سے قبل سرکار رائے ویلور میں شامل تھا اور دیلور چنگل پیٹ میں شامل تھا جسے ۹۹۵ھ م 1586ء میں رام راجل چھتری آنے گنڈی کے قتل کے بعد امراء قطب شاہی یعنی سرانداز خان بن سید مصطفیٰ خان مدارالمہام اور رسول خان بہٹی نے بہوپت راج عموی تمراج چنگل پیٹھی راجہ ویلور کے ہاتھ سے تسخیر کیا تھا۔۔

سن ۱۰۴۲ھ م 1632ء میں بالا گھاٹ کا دروبست فتح خاں بہٹی ہفت دستاری رسول خان بن قبول خان سر لشکر حیدرآباد جو چار ہزاری منصب پر مامور تھے کے ہاتھ تفویض ہوا۔ وہ راقم سطور کے جد مادری جدامجد تھے۔ (دادا کے نانا) چنانچہ اس صوبہ کے اطراف وجوانب میں خان معزالیہ کے فرزندان اور ہمشیرہ زادگان کی حکومت ہے۔ از انجملہ حسن خان بہٹی کو جو کہ سرحد پایانگھاٹ کا حاکم تھا تے گنگن گڑھ جو کہ اس سے قبل جگ پتی راج جد وینکٹ پتی راج ویلوری کے

دور حکومت میں ضبط کر کے آباد کیا گیا تھا کو اپنا دارالمقر قرار دیا اور محل اور اپنے لواحقین کے خرچ کے لئے بارہ تعلقوں کو حاصل کر کے اسے بارہ محل نام دیا تھا۔

دولت قطب شاہی کی تاراجی کے بعد یہ سارا ملک تار مار ہوگیا۔ شہر ارکاٹ صوبہ نشیں حیدر آباد ہوا۔ اور مذکورہ محلات سرکار کوہ جگد یو جو دو پہاڑوں پر آباد ہے پر حصار کھینچ کر ملکارجن کے نواسہ دیوراج کو دیا گیا۔ دیوراج مذکور نے زمبر ائل چھتری کے زمانہ میں اس جگہ کو آباد کیا اور اس پر ریاست کی۔ رائل مذکور کے انتقال کے بعد کشن رائل چھتری کے دور میں دو دیگر پہاڑوں پر قلعہ بنائے گئے پہلے پہاڑ کا نام کشن رایل کے نام پر کشن گیری اور دوسرے کو اس کے وزیر یعنی رامنا پردھان جو کہ دانائے عصر تھا کے نام پر بوڑی رامن درگ رکھا گیا۔ یہ مقام اب دیران ہو چکا ہے۔

الغرض اس دور میں بھی بارہ محل بطور صحنک خوری آل تمغا جاگیر دئے گئے اور تعلقہ کشن گیری اور ملپاڑی جو کہ علیحدہ تعلقہ تھے اس کا ضمیمہ قرار دئے گئے۔ چنانچہ خان مرحوم نے اپنے ہمشیرہ زادگان کو جن کے نام عبدالرزاق خان اور عبدالرشید خان و محمد افضل وغیرہ تھے کو بارہ محل کی جاگیر عطا کی اور سپاہیوں کے خرچ کے بعد جو بھی محاصل بچتے وہ اپنے صرف میں لاتا۔ اس نے اپنی زندگی کے بقیہ دن کڑپہ میں گزارے۔ ایک مورخ نے لکھا ہے کہ چونکہ نیکنام خان کو چنور اور گنجی کوٹہ کی جاگیر عطا ہوئی تھی اس لئے پرگنہ سلمبرہ بہونگری وڈیار پالیہ کا انتظام بھی اسی کے نام تفویض ہوا۔ نیک نام نے اپنے برادرزادہ عبدالنبی خان کو اس علاقہ کی نظامت پر مامور کیا۔

داؤد خان نے نیک نام خان کے انتقال کے بعد عبدالنبی کو اس جاگیر پر مقرر کرنے کے لئے سلمبرہ سے طلب کیا۔ وہ اپنے ایک بھائی لعل خان کو اس جگہ چھوڑ کر حسب طلب حاضر ہوا۔ نیک نام خان کے ایک فرزند عزیز خان نے جو لونڈی کے بطن سے تھا۔ ریاست پر دعویٰ کیا۔ صوبے دار مدبر نے اس نزاع کو رفع کرنے کے لئے ایک خونخوار شیر کو قید کر کے طلب کیا۔ اور ہر دو

کوشیر کے آگے چھوڑ دیا اور برسر مجلس بلند آواز سے کہا کہ جو کوئی اس شیر کو ہلاک کرے گا وہی قابل ریاست وحکومت ہے۔ بدقسمتی سے شیر نے مدعی سلطنت کو ایک ہی حملہ میں پھاڑ کر رکھ دیا اور عبدالنبی خان نے دلیرانہ ایک ہی حملہ میں شیر کا سرتن سے جدا کر دیا اور اس طرح مالک ملک و ریاست ومسند ریاست وامارت ہوا۔

حاصل کلام عبدالنبی خان مسند امارت پر متمکن ہوکر چنور وغیرہ پر حکومت کرنے لگا اس نے اعیان دولت اور خانزادوں اور دیگر جانبازوں کو دولت اور انعامات اور مناصب ومشاہرہ میں اضافہ اور خلعتیں وغیرہ دیکر اپنا مطیع ومتفق کیا اور تین چار ہزار سوار فراہم کر کے دھرمار پر جہاں کا پالیگار سرکش اور باغی ہو چکا تھا اور رائی درگ کے راجوں کا تابع تھا فوج کشی کر کے اسے شکست دی اور یہ تعلقہ اس کی جاگیر کا ضمیمہ بن گیا اس شہر کے جدید نام کو برطرف کر کے اس کا نام کڑپہ رکھا۔ اور اسے اپنا دار المقر بنایا اس نے عمارتوں اور دلکش باغات کی بنیاد رکھی۔ اس طرح اس نے ضبط وربط کے ساتھ تیرہ سال کامرانی کی۔ اسی دوران ذوالفقار خان بن اسد خان مدار المہام عالمگیری وارد کرناٹکین ہوا۔ اسی زمانہ میں اعظم خان مرحوم کی بہو رحلت کر گئیں۔ اور ضلع بارہ محل کا بندوبست اسے تفویض ہوا۔ چنانچہ اس نے ان بارہ محلات کو اپنی ماں کی جاگیر مقرر کیا۔ اسنے ذوالفقار خان کی ضیافت کر کے تملق اور زمانہ سازی سے کام لے کر تعلقہ علی پاڑہ اس کے پان کے خرچ کے لئے نذر کئے۔ اس زمانہ میں ملی پاڑی صوبہ ارکاٹ میں داخل تھا۔

عبدالنبی خان کا انتقال ۱۱۰۷ھ م 1695ء میں طبعی طور پر ہوا اس کے چار لڑکے تھے۔ بڑے کا نام عبدالمحمد خان جو نابینا تھا دوم عبدالحمید خان، سوم محسن خان عرف موجا میاں اور چوتھا حسنی میاں۔ خان موصوف کے بعد اعیان دولت افاغنہ نے صاحب صوبہ کی اجازت سے اور تینوں بھائیوں کی پسند سے عبدالمحمد خان کو مسند ریاست ووراثت پر متمکن کیا۔ اور تمام بھائی اس پر متفق ہوئے خان مذکور اگرچہ کہ ظاہری بصارت گم کر چکا تھا لیکن اس کی فراست اور عقل با کرامت

اور زرانت رائی اس قدر اچھی تھی کہ باید وشاید وہ اقسام کے پارچہ جات نفیس کے تھانوں یعنی کمخاب، اطلس وتنجر خانی، آغابانی، ڈوریہ وغیرہ پر صرف ہاتھ پھیر کر ان کی اصل قیمت بتا دیا کرتا تھا اور اس کے علاوہ طرفہ بات یہ تھی کہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سن کر اس کا رنگ اور قیمت بیان کر دیا تھا۔

غرض اس نے خویش و بیگانہ ادنیٰ و اعلیٰ کی تالیف قلب کی۔ اور زبان سے دوست و دشمن کو ملا کر کامیاب ہوا۔ الغرض جس وقت داؤد خان امرائے دہلی کے نفاق سے برہان پور میں قتل ہو گیا اور خانجہانخان کوکہ کو صوبہ دکن کے چھ صوبوں کی نظامت پر مقرر کیا گیا اس علاقہ پر فوج کشی کی اور سید امیر عرب کو چالیس ہزار سوار اور بیس ہزار پیادوں کے ساتھ حضور سے اجازت لے کر ادھر روانہ کیا۔ وہ کڑپہ کی جانب یلغار کرتا ہوا پہنچا کیونکہ خانمذ کور نے وکیل کو روانہ کر کے آشتی طلب کی۔ لیکن اس نے حسب حکم کثیر نعل بہا طلب کیا اور آخر میں اس کی درخواست کو رد کرتے ہوئے اس کے استیصال کی ٹھان لی۔ جب وہ کڑپہ سے دو تین کروہ کے فاصلہ پر جا پہنچا تو خانمذکور نے اپنے بھائی حمید خان کی سرداری میں فوج اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کی اور خود قلعہ سدھوٹ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ جنگ نخستین میں کڑپہ کی فوج کو شکست ہوئی اور عرب خانیان ظفر مند ہوئے اس خبر کو سنتے ہی خانمذکور خود ہاتھی پر سوار ہو کر ایک ہزار آہن پوش سواروں کے ساتھ وارد میدان ہوا۔ اور جنگ شروع کی اور اپنے بھائیوں اور دیگر شجاعت کیش افغانوں سے سوال کیا کہ دشمن کا لشکر کس قدر ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ چالیس ہزار تو اسنے کہا کہ یقین رکھو کہ یہ چالیس بلّیوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے اور پانی طلب کر کے وضو کیا اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور پیش گیری کا حکم دیا اور ہاتھی پر بیٹھ کر حملہ کر دیا اس کے ساتھ کے خوانین نے ہنگامہ محشر برپا کیا۔ جنگ کی سرگرمی کے دوران جب کہ مارنے اور مار کھانے کا بازار گرم تھا دونوں لشکروں کے افغانوں نے ایک دوسرے کو سلام و پیام پہنچانا شروع کیا اور ایک دوسرے کے درمیان شمشیر آزمائی رکنے لگی۔

عرب خان نے جب دیکھا کہ اپنی ہی فوج کے افغان دشمن سے مل گئے ہیں تو اس نے اپنے ہاتھی کو پھیر لیا اور تین سو دکنیوں کے ساتھ جو کہ اس کی اپنی قوم سے اور اہل وفا تھے جنگ سے مانع ہو کر فرار ہو گیا۔ پس لشکریان مذکور اس نمک حرام جماعت کی مدد سے اس کی جماعت پر غالب آئے اور عرب خان کا سر کاٹ کر نوک نیزہ پر چڑھا دیا اور فتح کے شادیانے بجاتے ہوئے اپنے سردار کو فتح کی مبارکباد دی سید مظلوم مقتول کا سارا لشکر اس ستم ستوران کے گھوڑوں سے پامال ہوا۔ اس کے بعد خان مذکور مال غنیمت کے ساتھ خوش وخرم داخل دارالمقر ہوا۔ اور رعب وداب سے حکومت کرنے لگا۔

ان دنوں بھر مانائک پالیگار چیتل درگ نے حاکم سرا سے بدگمان ہو کر اپنے آپ کو خان مذکور کا بیٹا کہلاتے ہوئے دو لاکھ روپے بطور نذر روانہ کئے۔ اور سرخ علم اور نیلا نقارہ حاصل کر کے چند مہموں میں شرکت کی جب نظام الملک آصفجاہ صوبہ دکن کے چھ صوبوں کا ناظم مقرر ہو کر اورنگ آباد پہنچا تو اس نے خانسطور کو حضور میں طلب کیا اور چند دن اس کے ہمراہ رہنے کے بعد جنگ شکر کھیرہ میں نمایاں کام انجام دیکر ناظم دکن سے الطاف اور عطیہ جات حاصل کئے۔

جب آصفجاہ نے شہر حیدرآباد کو اپنا دارالنظامت اور اقامت مقرر کیا تو خان صدر نے خوانین کنول وساؤنور کیساتھ اجازت حاصل کی اور جاگیر کو لوٹ آیا۔

چند دن بعد صفدر علی خان بن علی دوست خان نائطی ناظم آرکاٹ نے اپنے بھائیوں سے نفاق کے سبب غنیم مرہٹہ کو دعوت دی کہ وہ انہیں زیروزبر کریں۔ چنانچہ رگھو اور فتح سنگھ نے لشکر انبوہ کے ساتھ غربا کشی کے ارادہ سے اس ملک پر حملہ کیا اور چیتل درگ اور رائے درگ کے پالیگاروں کو زیر کر کے بے شمار دولت حاصل کی اور وہاں سے کڑپہ کی طرف اس ارادہ سے کہ وہ وہاں کے حاکم سے شایان شان پیش کش وصولی کریں پایانگھاٹ پر حملہ آور ہوے۔ اور عبرت کی خاطر چند دیہاتوں کو غارت وتاراج کیا۔ خان مذکور نے شہر کے اطراف کا علاقہ خانزادوں کے حوالے

اورزرانت رائی اس قدر اچھی تھی کہ بایدوشاید وہ اقسام کے پارچہ جات نفیس کے تھانوں یعنی کمخاب، اطلس وسنجر خانی، آغابانی، ڈوریہ وغیرہ پرصرف ہاتھ پھیر کران کی اصل قیمت بتادیا کرتا تھا اوراس کے علاوہ طرفہ بات یہ تھی کہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سن کراس کارنگ اور قیمت بیان کردیا تھا۔

غرض اس نے خویش وبیگانہ ادنیٰ واعلیٰ کی تالیف قلب کی۔ اورزبان سے دوست ودشمن کو ملاکر کامیاب ہوا۔ الغرض جس وقت داؤدخان امرائے دہلی کے نفاق سے برہان پور میں قتل ہوگیا اور خانجہانخان کوکہ کوصوبہ دکن کے چھ صوبوں کی نظامت پر مقرر کیا گیا اس علاقہ پر فوج کشی کی اور سید امیر عرب کو چالیس ہزار سوار اور بیس ہزار پیادوں کے ساتھ حضور سے اجازت لے کر ادھر روانہ کیا۔ وہ کڑپہ کی جانب یلغار کرتا ہوا پہنچا کیونکہ خانمذ کور نے وکیل کو روانہ کر کے آشتی طلب کی۔ لیکن اس نے حسب حکم کثیر نقل بہا طلب کیا اور آخر میں اس کی درخواست کو رد کرتے ہوئے اس کے استیصال کی ٹھان لی۔ جب وہ کڑپہ سے دو تین کروہ کے فاصلہ پر جا پہنچا تو خانمذکور نے اپنے بھائی حمید خان کی سرداری میں فوج اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کی اور خود قلعہ سدھوٹ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ جنگ نخستین میں کڑپہ کی فوج کو شکست ہوئی اور عرب خانیان ظفر مند ہوئے اس خبر کو سنتے ہی خانمذ کور خود ہاتھی پر سوار ہو کر ایک ہزار آہن پوش سواروں کے ساتھ وارد میدان ہوا۔ اور جنگ شروع کی اور اپنے بھائیوں اور دیگر شجاعت کیش افغانوں سے سوال کیا کہ دشمن کا لشکر کس قدر ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ چالیس ہزار تو اسنے کہا کہ یقین رکھو کہ یہ چالیس بلیوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے اور پانی طلب کر کے وضو کیا اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور پیش گیری کا حکم دیا اور ہاتھی پر بیٹھ کر حملہ کر دیا اس کے ساتھ کے خوانین نے ہنگامہ محشر برپا کیا۔ جنگ کی سرگری کے دوران جب کہ مارنے اور مار کھانے کا بازار گرم تھا دونوں لشکروں کے افغانوں نے ایک دوسرے کو سلام و پیام پہنچانا شروع کیا اور ایک دوسرے کے درمیان شمشیر آزمائی رکنے لگی۔

عرب خان نے جب دیکھا کہ اپنی ہی فوج کے افغان دشمن سے مل گئے ہیں تو اس نے اپنے ہاتھی کو پھیر لیا اور تین سو دکنیوں کے ساتھ جو کہ اس کی اپنی قوم سے اور اہل وفا تھے جنگ سے مانع ہو کر فرار ہو گیا۔ پس لشکریان مذکور اس نمک حرام جماعت کی مدد سے اس کی جماعت پر غالب آئے اور عرب خان کا سر کاٹ کر نوک نیزہ پر چڑھا دیا اور فتح کے شادیانے بجاتے ہوئے اپنے سردار کو فتح کی مبارکباد دی سید مظلوم مقتول کا سارا لشکر اس ستم ستوران کے گھوڑوں سے پامال ہوا۔ اس کے بعد خان مذکور مال غنیمت کے ساتھ خوش وخرم داخل دارالمقر ہوا۔ اور رعب و داب سے حکومت کرنے لگا۔

ان دنوں بھرمانا تک پالیگار چیتل ورگ نے حاکم سرا سے بدگمان ہو کر اپنے آپ کو خان مذکور کا بیٹا کہلاتے ہوئے دو لاکھ روپے بطور نذر روانہ کئے۔ اور سرخ علَم اور نیلا نقارہ حاصل کر کے چند مہموں میں شرکت کی جب نظام الملک آصفجاہ صوبہ دکن کے چھ صوبوں کا ناظم مقرر ہو کر اورنگ آباد پہنچا تو اس نے خانمسطور کو حضور میں طلب کیا اور چند دن اس کے ہمراہ رہنے کے بعد جنگ شکر کھیرہ میں نمایاں کام انجام دیکر ناظم دکن سے الطاف اور عطیہ جات حاصل کئے۔

جب آصفجاہ نے شہر حیدرآباد کو اپنا دارالنظامت اور اقامت مقرر کیا تو خان صدر نے خوانین کنول وساؤنور کیساتھ اجازت حاصل کی اور جاگیر کو لوٹ آیا۔

چند دن بعد صفدر علی خان بن علی دوست خان نائطی ناظم آرکاٹ نے اپنے بھائیوں سے نفاق کے سبب غنیم مرہٹہ کو دعوت دی کہ وہ انہیں زیروزبر کریں۔ چنانچہ رگھو اور فتح سنگھ نے لشکر انبوہ کے ساتھ غرباکشی کے ارادہ سے اس ملک پر حملہ کیا اور چیتل ورگ اور رائے ورگ کے پالیگاروں کو زیر کر کے بے شمار دولت حاصل کی اور وہاں سے کڑپہ کی طرف اس ارادہ سے کہ وہ وہاں کے حاکم سے شایان شان پیش کش وصولی کریں پاپانگھاٹ پر حملہ آور ہوئے۔ اور عبرت کی خاطر چند دیہاتوں کو غارت وتاراج کیا۔ خان مذکور نے شہر کے اطراف کا علاقہ خانزادوں کے حوالے

کر کے پانچ ہزار افغان شجاعت شعار کو متعین کر کے اپنے اعیان دولت کی تجویز پر قلعہ سد ہوٹ کو روانہ ہوگیا۔ اگر چہ مرہٹوں نے افغانوں پر کئی حملے کئے لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ بلکہ ہر بار انھیں افغانوں کے ہاتھوں شکست کھانی پڑی۔ ایک دن سہ پہر کے وقت جعفر خان دہ باشی نام کے ایک جمعدار نے جو ہراول دستہ میں تھا خان موصوف کے پاس اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہنچا اور اسی وقت غنیم نے حملہ کیا اور جمعدار مذکور کا نقارہ اور دیگر اسباب توڑ پھوڑ دیا۔ جب اسے اس بات کی اطلاع ملی تو حملہ کرنے کے لئے تیار ہوگیا خان مذکور نے اسے بہت روکا۔ مگر وہ اسے اپنی کسر شان منزلت سمجھتے ہوئے رات کے وقت اپنے رفقاء کے ساتھ اس آیت کریمہ۔

"کم من فیہ قلیلۃ غلبت علی فیہ کثیرۃ باذن اللہ واللہ مع الصبرین (بسا اوقات تھوڑی جماعت نے بڑی جماعت پر فتح حاصل کی ہے۔ خدا استقلال رکھنے والوں کے ساتھ ہے) نے خدا کے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے راگھو کے قلب لشکر پر حملہ کیا اور زور وشور سے کشاکش شروع کردی۔ اور اس قدر ہنگامہ مچایا کہ غنیم کے بعض سپاہی تمیز دوست دشمن نہ کرتے ہوئے تیغ اور نیزے سے اپنے ہی مابین لڑنے لگے۔ اس فوج کے سرداروں نے مشعلیں روشن کروائیں اور دیکھا کہ کونسی آسمانی بلا اپنے لشکر پر وارد ہوئی ہے۔ دیکھا کہ جمعدار شجاعت شعار جس طرح شیر بھیڑیوں کے ریوڑ میں در آتا ہے۔ اسی طرح اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ شمشیر آزمائی کررہا ہے۔ اور جس کسی سوار کی پیشانی پر تلوار رسید کرتا ہے اسے گھوڑے کے ساتھ دو ٹکڑے کر دیتا ہے۔ اسنے اپنے تراویلوں کو حکم دیا کہ اس شجیع کو تیر وتفنگ سے ہلاک کریں۔ شیر منش جمعدار زخمی ہو کر گر پڑا۔ راگھو نے اس کے سر کے قریب پہنچ کر سوال کیا کہ تیرا نام کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں جعفر خان دہ باشی ہوں۔ مجھ جیسے ادنیٰ نوکر کو قتل کر کے تو اپنے آپ پر نازاں نہ ہو کیونکہ مجھ جیسے چار ہزار افغان جانثاری کیلئے مستعد بیٹھے ہیں۔ اسے پالکی میں بٹھا کر کڑپہ روانہ کیا۔ اس نے یقین کرلیا کہ ایک افغان سے اپنے اتنے سپاہیوں کی

جان گئی ہے۔تو دوسروں سے کتنی بربادی ہوگی۔

دوسرے دن اس حال سے خانِ مسطور واقف ہو کر پانچ ہزار شجیعان شیر افگن تن سواروں اور چار ہزار خون آشام پیادوں کے ساتھ میدان میں پہنچا غنیم کو جب اسکی خبر ملی تو اگر چہ کہ انھوں نے صف آرائی کی۔لیکن ان پر اسلامیوں کا اس قدر رو بدبہ غالب آیا کہ وہ پیچھے ہٹ گئے۔اور چند دیہاتوں کو غارت و تاراج کرتے ہوئے رائے چوٹی کی راہ سے گھاٹ واملپر وطے کر کے دوست علی خان صوبہ دار آرکاٹ کو جس سے غنیم کی سوزش رفع کرنے کیلئے فوج کشی کی تھی قتل کر دیا اور آرکاٹ کی طرف روانہ ہوگئے۔خان مذکور اپنی جگہ آسودہ ہوگیا۔اور ۱۱۲۶ھ م 1714ءمیں طبعی موت سے انتقال کر گیا۔اس نے اٹھائیس سال حکومت کی۔

خان مذکور کو پسر خلف صدق نہیں تھا۔مگر ایک دختر موجود تھی جس کی شادی پہلے ہی ہو چکی تھی۔اس لئے اعیان دولت نے اس کے بھائی عبدالمجید خان کو مسند وراثت پر متمکن کیا۔اور نذر مبارکباد جلوس پیش کی۔خان مذکور آصفجاہ ناظم دکن سے رجوع ہو کر چند دن شریک رزم و بزم رہا۔

جب ناصر جنگ نے بغاوت کی اور عیدگاہ اورنگ آباد کے قریب باپ اور بیٹے کے درمیان جنگ ہوئی خان مذکور دوسرے خوانین سے ملکر ناصر جنگ سے سازش کئے ہوئے تھا۔اس مناقشہ کے بعد جب پدر جلیل القدر اور بیٹے کے درمیان صلح ہوگئی اور وہ ایک دوسرے سے مل گئے۔تو ان خوانین کو نظر انداز کر دیا گیا۔ناظم دکن نے دانش مندی اور نیک نیتی سے ان کی اس حرکتِ ناشائستہ سے کوئی اعتراض نہیں کیا۔اور ان کی عزت و منصب میں کوئی کمی نہیں کی۔اس اغماض سے یہ لوگ بے حد متکبر اور بے باک ہوگئے۔

غرض ناظم مذکور نے پائین گھاٹ کے بندوبست کیلئے جب ۱۱۵۷ھم 1744ءمیں لشکر کشی کی تو اس نے اس وقت انہیں ان کی چھوٹی بڑی تقصیروں کی معافی کی خلعت عطا کی اور

دونوں نے ملکر یہ مہم سر کی۔اور تمتر نگر کی جنگ میں بے حد سعی کی۔خان مذکور ناظم موصوف کی واپسی کے وقت جس کی تاریخ "آفت رفت" سے نکالی گئی ہے۔وہ رخصت ہو کر اپنی جاگیر میں پہنچا۔اور چند دن ہدایت محی الدین خان مظفر الدولہ حاکم ادھونی سے جنگ آزمائی کے بعد بالآخر اجل طبعی سے چل بسا اور قلعہ سدھوٹ میں مدفون ہوا۔کہا گیا ہے کہ اس نے تیئیس سال ریاست کی۔

اگرچہ کہ خان مذکور کو جوان سال اور صاحب شوکت شان بیٹا مجید خان موجود تھا۔لیکن اعیان دولت نے اس کی جوانمردی کے باوجود اس کی کم عمری کے پیش نظر کہ جواں سال اتنی بڑی ذمہ داری سنبھالنے کے لائق نہیں خان مذکور کے بھائی محسن خان عرف موچا میاں کو مسند پر متمکن کیا۔اس نے ملک و لشکر کا بہت اچھا بندوبست کیا اس نے بندر پھلچری کے فرانسیسیوں کو اس غرض سے طلب کر کے نوکر رکھا کہ شجاعت اور زور بازو سے بالا گھاٹ کے تمام پالیگاروں سے باج اور صوبیداراں کرناٹکین سے خراج وصول کرے۔چنانچہ سات آٹھ سو فرانسیسی کلاہ پوش اور دو ہزار پیادے اس کی نوکری میں داخل ہوئے پس موچا میاں عبرت نمائی کے لئے پالیگاران سرکش جیسے پالیگار جرمیلہ، جڑلہ وغیرہ پر حملہ کر کے انہیں زیر کیا۔اور حسب دل خواہ پیش کش حاصل کی۔چند دن بعد اس نے قلعہ بگین پلی پر جہاں کا حاکم میر علی خان عرف کلو جو کہ قوم سادات سے تھا پھر فوج کشی کی۔اور وہاں کے چند دیہات کو غارت کیا اور جمل مڑدکی نہر کے کنارے خیمہ زن تھا کہ میر کلو نے یک بیک دو تین سو سواروں اور چند پیادوں کے ساتھ شبخون مار کر افغانوں کے لشکر کو زیر و زبر کر دیا۔افغان جو کہ چرخ کی شعبدہ بازی سے غافل تھے فریب کھا کر نہر کی دلدل میں غرق ہو گئے اور بعض نے فرار کی راہ اختیار کی۔کہتے ہیں کہ موچا میاں اس لشکر میں نہیں تھا۔وہ کوہ کمم کی طرف گیا ہوا تھا اور فوج کو اپنے متبنیٰ سرور خان کی سرداری میں چھوڑ گیا تھا۔

القصہ جب افغانوں کو شکست ہوئی تو میر کلو شادیانہ طرب بجاتا ہوا روانہ ہوا اور کمم کے چند دیہات کو اپنے تصرف میں لے لیا اسی اثناء خان مذکور نے پھر سے فوج جمع کی اور اپنے برادر

زادہ یعنی مجید خان خان زادہ کی سرکردگی میں اسے روانہ کیا۔اس کے ساتھ فرانسیسی فوج بھی تھی۔ خان زادہ نے ایک ہی حملہ میں میر کلو پر غلبہ حاصل کرلیا اور نوتسخیر شدہ مواضعات کے تھانہ داروں کو جوق در جوق قتل و غارت کیا اور شہر بنگن پلی کا محاصرہ کرلیا اور قلعہ حاصل کرنے کی کوشش کی فرانسیسیوں کو حکم دیا کہ بتیریاں بنا کر گولہ باری کریں اور قلعہ کی دیواریں توڑ ڈالیں آخر کار حارس قلعہ نے سپر ڈالدی۔اور صلح و آشتی کا پیغام روانہ کیا۔قلعدار نے افغانوں کے جبر سے بچنے کے لئے پانچ ہزار روپے سالانہ پیش کش دینا منظور کرلیا۔اور پانچ ہزار روپے نذر معافی حرکت بیجا کے طور پر ادا کئے اور سکون سے رہنے لگا۔

ناظم دکن نے جب ۱۱۶۱ھ م 1748ء میں انتقال کیا اور نواب ناصر جنگ اس کا قائم مقام ہوا۔وہ بادشاہِ دہلی یعنی محمد شاہ کے طلب کرنے پر دہلی روانہ ہوا اور ہدایت محی الدین خان مظفر الدولہ نے چندا صاحب نایطہ داماد علی دوست خان مذکور اور پھولچری کے فرانسیسیوں کے بہکاوے میں آکر کرناٹک پایان گھاٹ میں شورش برپا کی۔اگرچیکہ مظفر الدولہ نے موجا میاں خوانین ساؤنور و کنول کو بھی ترغیب دی لیکن انھوں نے اپنی بدنامی کے اندیشہ سے نواب کی بات نہ مانی اور اسکی مدد نہ کی تاہم نواب کو جب انوار الدین خان کے قتل اور کرناٹک پایان گھاٹ کی بے بندوبستی کی اطلاع ملی تو وہ کنارۂ دریائے نربدا سے شاہ دہلی کی اجازت حاصل کرکے حیدرآباد لوٹ آئے۔چند دن کے بعد انبوہ لشکر اور امراء دکن کی افواج اور پالیگاران پایانگھاٹ کی مدد سے اپنے ہمشیرہ زادہ یعنی ہدایت محی الدین خان مظفر الدولہ اور پھولچری کے فرانسیسیوں کی تنبیہ کے لئے روانہ ہوا۔اس کی روانگی ۱۱۶۳ھ م 1749ء میں ہوئی۔وہ کنول کی راہ سے گزرا۔ہمت بہادر خان طوعاً و کرہاً اسکے ساتھ تھا۔یہاں سے وہ کڑپہ پہنچا تو موجا میاں بھی ایک ہزار پانچ سو سواروں کیساتھ شامل لشکر ہوا۔مجید خان ساؤنوری نے اپنے پسر کریم میاں کو روانہ کیا۔ناظم دکن یعنی نواب کی سادہ لوحی سے ارکان دولت میں قصور پیدا ہوا۔اور اس سید پاک دل کی خانہ خرابی میں

یزید جاہل کی طرح کاربند ہوئے۔

حاصل کلام یہ کہ آخرالامر میدان چنجی میں تمام خوانین افاغنہ اور دیگر بدظن اعیان نے متفق ہوکر قلعہ چنجی کے فرانسیسیوں کوشب خون کے لئے طلب کیا۔ اور صبح ہونے سے قبل فرانسیسیوں نے نواب کے ہراول پر جس کا سپہ سالار دلاور خان صوبے دار صوبہ سرا تھا حملہ کیا اور توپوں اور بندوقوں کی آویزش سے نواب کے لشکر میں تفرقہ پیدا کردیا۔ اور نواب اپنے ہی لشکر سے بدگمان ہوکر ہاتھی پرسوار ہوکر فریادی کی صورت میں افاغنہ کی طرف روانہ ہوا اور بہادر خان سے کہا کہ اے برادر دوستی کا یہی وقت ہے اس بد بخت نے آداب مہر کو بلائے طاق رکھتے ہوئے نواب کے سینہ کو تیر اور تفنگ سے چھلنی کر دیا اور موچا میاں نے اپنے خواصی نشین کو جسکا نام محمد خان ظفر آبادی تھا کو حکم دیا اور اس بد بخت نے شمر کی طرح اس سید مظلوم کی عماری پر سوار ہوکر خنجر سے نواب کا سر کاٹ کر نیزہ کی نوک پر چڑھادیا۔ افاغنہ نے ہدایت محی الدین خان کو جو شہید مظلوم کی عماری میں برقع پوش تھا۔ نظامت دکن کی مبارکباد پیش کی۔

القصہ دو ماہ بعد ناظم ادھونی اور مذکورہ ناظہ اور فرانسیسیوں کے درمیان معاہدہ قرار پایا ۔اور ناظہ مذکور کو آرکاٹ کا ناظم مقرر کیا گیا۔ ناظم مذکور فرانسیسی سپہ سالار موسی بھوی کے ہمراہ حیدر آباد لوٹا۔ رایچور کے قریب جو کہ کڑپہ سے تعلق رکھتا ہے۔ فرانسیسیوں اور افاغنہ کے درمیان مظفر علی خان گارڈی کنداں کی وجہ سے جس کی تفصیل کنولیوں کے تذکرہ کے وقت دی جائے گی۔ خانہ جنگی کی صورت پیدا ہوگئی اور بہادر خان اور ناظم مذکور دونوں قتل کردیئے گئے موچا میاں اونٹ پر سوار ہوکر فرار ہوگیا اور قلعہ سدھوٹ میں پناہ گزیں ہوا۔ موسی بھوی اور صلابت جنگ کی حیدرآباد کو روانگی کے بعد خان مسطور عیش وعشرت میں دن گزارنے لگا اور مالی اور ملکی امور اپنے برادرزادہ عبدالمجید خان بن حمید خان مرحوم کے حوالے کردئے ارکان دولت نے محسن خان سے چونکہ اس نے مشاہرہ کم کر دیا تھا بدظن ہوکر قید کردیا اور خان زادہ مذکور کو سرداری عطا کی۔

عبدالمجید خان نے سوار اور پیادے فراہم کرنا شروع کئے چونکہ دولت آصفیہ کے کارخانہ جات بھائیوں کے نفاق اور حیدر صاحب دیوان موسیٰ کے سبب سے درہم برہم ہو چکے تھے۔ اس لئے عبدالمجید خان نے ملک گیری کا مصمم ارادہ کرلیا اور بھوکے شیر کی طرح پورے غیض وغضب سے نکل کر ہسکوٹہ کا محاصرہ کر کے فتح کرلیا اگر چہ کہ سرا بھی فتح کرنے کی کوشش کی مگر چونکہ یہ صوبہ مرہٹوں کے تصرف میں تھا۔ اس لئے اس طرف نہیں گیا۔

اس کا ارادہ تھا کہ پہلے بالا گھاٹ کے پالیگاروں کو زیر کیا جائے۔ اور پھر اس طرف توجہ دی جائے چنانچہ پالیگاران کہٹ گمبیر پالیہ، پنکنور اور مدن پلی وغیرہ سے پیش کش حاصل کی اور اپنی ذاتی شجاعت کی بنا پر رائے درگ اور چیتل درگ کے پالیگاروں کو زیر کر کے لاکھوں روپئے حاصل کئے اور چند افغانوں کی تنخواہ جو ایک لاکھ روپے ہو چکی تھی ادا کی۔ پالیگار ریملہ نے چند دنوں سے سرکشی اختیار کر لی تھی۔ وہ خود پورے لشکر کے ساتھ یلغار کر کے اپنے زور بازو سے بطور عبرت نمائی مرار راؤ گھوڑ پڑیہ پر حملہ کیا اور اس سے گراں قدر نعل بہا وصول کر کے واپس لوٹا۔ اسی وقت جاسوسوں نے خبر دی کہ یملی والہ کافر غادر نے اس کے روانہ کردہ افغانوں کو گاؤں میں قید کر کے قتل کر دیا ہے۔ جیسے ہی خبر ملی خان ظفر یاب نے سارے لشکر کے ساتھ حملہ کیا۔ اور ایک ہی حملہ مردانہ میں اس کے دارالمقر کو تباہ کر دیا۔ اور چونکہ قاتل پالیگار کو ان خون خوار شیروں سے مقابلہ کی تاب نہیں تھی۔ اس لئے اس نے ملک، ومکان چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی۔ خانمذکور نے ایک طرف سے اور سید رجب علی بن شیر محمد دیشمو کہ پنوکنڈی نے دوسری طرف سے اس کا تعاقب کیا۔ اور بڑے تجسس کے بعد سپاہیوں نے دھرمار کے قریب سے پالیگار مذکور کو گرفتار کر کے پیش کیا۔ اور دارالمقر میں تھانہ مقرر کیا۔ اس نے ختنہ کروا کر مسلمان ہونے کا اعلان کیا اور اپنا نام نیک نام خان رکھا۔ لیکن اس نابکار وخیم العافیت نے خان مذکور کے قتل کے بعد اسلام ترک کر دیا اور اپنے قدیم مذہب کو اختیار کر لیا۔

اسی سال بارہ محل کی طرف سے خان زادہ کو اس بات کا اندیشہ ہوا کہ کہیں بغاوت نہ کر دیں۔ کیونکہ وہ اکثر آپس میں لڑتے رہتے تھے طلب کیا اور ہر ایک کے خرچ کے لئے ماہیانہ مقرر کر کے روانہ کیا دوازدہ محل کی نظامت پر اسد خان مہکری نائطہ جانباز کو مقرر کر کے روانہ کیا۔ اگر چہ کہ خان مذکور نے صرف پانچ سال تک کڑپہ پر حکومت کی لیکن طالع سکندری تھا اور تمام دوست دشمن کی زبان پر مارسفید کے نام سے مشہور ہوا۔ اس نے اس ضلع کے تمام سرکشوں کو ایک ہی حملہ میں زیر کر دیا اور ان سے شایان شان پیشکش وصول کی بنگن پلی کے حاکم کے ساتھ جو کہ اگر چہ کہ بادشاہ کا قلعدار تھا اپنے نوکر کے مانند برتاؤ کرتا تھا۔

اس نے صوبہ سرا کے چند مواضعات پنوکنڈہ تک اپنے قبضہ میں کر لئے تھے اور اسے اپنے زور بازو سے ملک گیری کر کے مزید ترقی کی امید کی تھی ۔ اس نے دولت مندان دکن میں یہاں تک کہ افاغنہ کنول سے بھی پیشکش حاصل کی تاہم وہ اپنے لشکریوں کی ماہانہ تنخواہیں برابر نہیں پہنچایا کرتا تھا۔ اسی لئے افاغنہ کے جمعداروں نے متفق ہو کر اپنا حق حاصل کرنے کیلئے سخت اور تلخ اور تند مباحثہ شروع کیا اور اس کے حال کی مزاحمت کرنے لگے۔ خان صدر نے فرانسیسیوں کی فوج اپنے ساتھ رکھ کر سدھوٹ کو اپنا دارالمقر قرار دیا۔

اس دوران بلونت راؤ مرہٹہ نے جو صوبہ سرا کا فوجدار تھا۔ اور جس کا تذکرہ نشان حیدری میں تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔ پونے کے کارپرداز کے حکم سے بیس ہزار سوار اور چالیس ہزار پیادوں کے ساتھ اسے تنبیہ کرنے کیلئے حملہ کیا۔ خانمذکور نے جو مرہٹوں کے حملہ سے واقف ہو چکا تھا جمعداروں کو طلب کر کے چرب وشیریں باتوں سے انھیں فریفتہ کر لیا اور جنگ پر مستعد ہو گیا۔ اور اس مہم کو سر کرنے کے بعد پورا ماہیانہ ادا کرنے کی بات طے پائی۔ اور فی الوقت دو لاکھ روپے اور کچھ اجناس بطور انعام ان لوگوں کے سپرد کئے گئے اور انھیں جنگ پر آمادہ کیا۔ غنیم نے چند دیہاتوں کو غارت کر کے انھیں آگ لگا دی۔ اور شہر کے تمام لوگوں نے قلعہ میں پناہ لی۔ مگر

خان مسطور کی ہمشیرہ جو بھائی سے کچھ رنجیدہ تھی قلعہ کو نہیں آئی ۔ اس بات سے پریشان ہو کر اس نے چند ارا کین کو اپنی بہن کے پاس روانہ کر کے اس کی دلجمعی کی اور انھیں قلعہ میں طلب کیا۔ جب وہ عصمت کیش خاتوں اپنے تمام اسباب و گوہر کے ساتھ شہر سے نکل کر قلعہ کی جانب جانے لگی تو چند بدخواہوں نے دشمن کو اس بات کی خبر دے دی کہ مجید خان کا زنانہ قلعہ کو جا رہا ہے۔ اس نے یکا یک حملہ کر کے راہ ہی میں تمام مال و اسباب لوٹ لیا اور عاصمہ موصوف کے بدرقہ نے جو ساٹھ سواروں پر مشتمل تھا بہت کوشش کی مگر بار آور نہ ہوئی ۔ اور غنیم ان پر غالب آ گیا اور اس نے صرف برقہ پوشوں کی پالکیوں کو جانے دیا تا کہ بخیریت قلعہ کو پہنچیں۔

خان جری کو جب دشمن کی اس قزاقی کا علم ہوا تو اس نے ایک پاک وصاف کپڑا منگوا کر اپنے سر کے گرد بطور کفن لپیٹ کر اور مسلح ہو کر تیار ہو گیا اور اپنے لشکریوں سے کہا کہ مجید آج شہید ہو رہا ہے۔

مجید شہید شدن امروز مبارک باد ہر کہ دار دسر ہمراہی بسم اللہ۔ کسی کہ پروائی مال وجان داشتہ باشد از پیش من بگردید (میں آج مبارک جہاد اور شہادت کیلئے مستعد ہو رہا ہوں جس کسی کو میرا ساتھ دینا منظور ہو وہ بسم اللہ کہے جس کسی کو مال وجان کی پرواہ ہو وہ میرے آگے سے نکل جائے)۔

بس ایک ہزار دو سو مرد افغان جانفشانی کے عزم سے اس کے ہمراہ ہو گئے ان میں سے ستر نوشاہ جو قوم بنی سے تعلق رکھتے تھے اور جن کی شادی اسی شب ہوئی تھی عروسی جلوہ سے نکل کر اپنی ایک روزہ دلہنوں کو خدا کے سپرد کر کے اسی رنگین ومہتابی لباس میں اس کے ساتھ ہو گئے ۔ یہ لوگ فیل خاص کے اطراف حلقہ کر کے چلے ۔ خان مجاہد نے دو کمان اور چار ترکش جس میں تیر بھرے ہوئے تھے اور جو کہ خود اس کی اختراع تھی ہودج میں رکھ لئے ۔ اور اس نے دشمن کے لشکر پر اسی حالت میں حملہ کر دیا۔ اور قلعہ کی حفاظت کا کام فرانسیسیوں کے حوالے کیا۔ جب یہ لوگ

بنڈی کمبہ پہنچے تو یہاں تھوڑا وقت توقف کیا۔غنیم کالشکر جوق در جوق، گروہ درگروہ مورو ملخ کی طرح موجود تھا۔اوراس کیلئے میدان کی وسعت ناکافی ہورہی تھی۔خان مذکور نے اس طرف دیکھتے ہوئے اپنے ہمراہیوں سے کہا جرائت کی آنکھ کھولو۔اس کے چند ہوا خواہوں نے التماس کی کہ ہماری جماعت بہت تھوڑی ہے۔اورغنیم کی افواج اپنوں سے کثیر ہے اس لئے ضروری ہے کہ اسے صائب تدابیر سے زیر کیا جائے ورنہ جہالت سے ندامت برآمد ہوتی ہےاورکوئی کام پورا نہیں ہوتا۔لیکن اس جگہ کہ ساقی قضاء نے اس بات کا پیمانہ لبریز کردیا تھا اس نے نصیحت پر کان نہیں دھرا اور کہا کہ مجید اپنے ارادہ کو مسخ نہیں کیا کرتا اگرغنیم کی کثرت اس کی صداقت اور رعب وحیرت سے تمھاری مردی اور پاس ناموس اسلام برباد ہورہا ہے تولوٹ جاؤ۔بس نیت فاتحہ خیر پڑھتے ہوئے فیلبان سے کہا کہ فیل خاصہ کوگھاٹ کی طرف بڑھائے۔اورغنیم کی لشکر کے آگے چلے۔جیسے ہی انھوں نے گھاٹ عبور کی غنیم کے براولیوں نے حملہ کردیا۔

صف بکشید مذیلاں از دوسوئے : برہمہ بیک روی شدنداز دوروئے
چوں کزہ مرکوس مسیحا داد بوس : زومس باد ژرو ئید کوس
کوفت چوں آں کوس شغبناک را : گوش افتاد اشترافلاک را
از سر واخل یل کافر شکن : شد زمیاں ہمچو گل اندر چمن
درصف او جملہ سراں نبرد : رنگ برنگ از سلب سرخ وزرد
صف زدہ باتیغ زناں وگواں : کشتہ بدریاءے حسوداں رواں
زاہل سپہ تا بحد اورد کوس : یافت ہمہ کس شرف دست بوس
از غضب افکندہ برابرو گرہ : وز پیءکیں کرد کماں رابزہ

القصہ اس جگہ سے ایک کردہ تک قدم بقدم جنگ کرتے ہوئے آگے بڑھے۔اگرچہ انھوں نے ہزاروں غنیم کو تہ تیغ کیا لیکن یہ مورو ملخ کی طرح ہجوم کرنے لگےاور قرادلی اور نیزہ انداز

سے افاغنہ کوخوفزدہ کردیا۔ افاغنہ اپنے سردار کے ہاتھی کے آگے اپنی جان نثار کرنے لگے۔ خان مجاہد نے حوضۂ زرنگار سے تیروں کی بارش شروع کی اور غنیم کے جانبازوں کے خشک سینوں کوتر کرنے لگا۔ چنانچہ تین ترکش تیروں سے خالی ہوگئے اور ایک بھی تیر کا نشانہ خالی نہیں گیا۔ غنیم کے قراولیوں نے خاصہ پرحملہ کیا اور بدقسمتی سے ایک تیر ایسا لگا کہ دلاور کا بازو کٹ گیا اور ہاتھ بیکار ہو گیا۔ تاہم خان بہادر نے کمان سیدھے زانون سے پکڑ کر بائیں ہاتھ سے تیر چلانے کا کام جاری رکھا جب یہ ہاتھ بھی زخمی ہوگیا اور سات تیر اس شجاعت پیشہ کے سینہ میں پیوست ہوگئے اور قوائے ظاہر جواب دینے لگے۔ جب خواصی نشین نے اپنے خاوند کو زخموں سے جان بلب دیکھا تو اپنے خاص دوشالہ کو اس کی کمر میں لپیٹ کر حوضہ سے باندھ دیا۔ اور خود ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہو کر داد شجاعت دینے لگا اور حق نمک ادا کرتے ہوئے اپنے خاوند کے آگے قتل ہوگیا۔

غنیم کے ایک نوکر سید مظفر اورنگ آبادی نے بارہا ہاتھی دوڑا کر اس بات کی کوشش کی کہ ہودج کو شمشیر سے کاٹ کر زمین پر لے آئے تا کہ آنصاحب شجاعت کا سرتن سے جدا کردے۔ فیل بان نے اسکی کدوکاوش سے اپنے خداوند کو آگاہ کیا اور اس رستم وقت وسہراب منش شخص نے اپنی تنگ حالی کے باوجود کمان زیر زانوں کھینچ کر تیر دانتوں سے پکڑ کر کھینچا اور ایسا ٹھیک نشان لگایا کہ اس کی روح بے مدد قبضہء جان سے رجع القہقری کو روانہ ہوگئی۔ خان جری نے بھی اسی ہودج پر دعوت حق کو لبیک کہا۔ بلونت راؤ نے فیل شہید کے قریب جا کر نواب مجید کے ہاتھی کی نشاندہی کرنے کے لیے کہا لیکن سپاہیوں نے نمک حلالی کرتے ہوئے کہا کہ نواب مجید کا ہاتھی اسیر شہنشاہی ہے اسے نشانہ نہ بناؤ میرے قتل کے بعد تم مختار ہو جو چاہو کرو پچاس ساٹھ افغان جو فیل خاصہ کے اردگرد تھے جو کہ دراصل جنازہ تھا اس امر کے مانع ہوئے راؤ مذکور نے عہد و پیان کیا کہ شہید کی نعش کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا جس کا یہ مطلب تھا کہ شہید کا سر اور ہاتھ پیر قطع برید نہیں کئے جائیں گے۔ اس طرح ان کی خاطر داری کرنے کے بعد سیڑھی کے ذریعے شہید مجید کے ہاتھی پر

سوار ہوا۔اوراس کا خون آلودہ چہرۂ انور دیکھ کر بے حد افسوس کرتے ہوئے اس کے حسن و جمال اور شجاعت کی تعریف تحسین کرنے اوراس کی شہادت پر افسوس کرتے ہوئے کہا میں نے ایسا مرد میدان جنگ کبھی پہلے نہیں دیکھا۔اس نے اپنی جان بے کار ہی گنوادی۔غرض نعش مبارک نیچے اتار کر پالکی میں رکھ کر سدہوٹ روانہ کی گئی۔اوراسکے پدر کے قبر کے قریب مدفون کیا گیا۔محسن خان جوایسے ہی دن کا منتظر تھا پھر سے مسند وریاست پر متمکن ہوا۔راؤ مذکور نے ہوسکوٹہ کوتھانہ روانہ کرتے ہوئے پنوکنڈہ وغیرہ کا بندوبست کیا۔اور پونہ کولوٹ گیا۔خان شہید کے فرزندوں کو جن کے نام حلیم خان،سعید خان،رحمو خان،محسن میاں اور کرماں میاں تھےکوراؤ مذکور نے خود اپنے سامنے طلب کر کے انھیں ماتمی پوشاک پہنائی اور ناز برداری کے لئے ان کے ہاتھ مسند نشین خان کےحوالے کئے۔

اسی دوران پالیگار رائے درگ نے موقع غنیمت جان کر اپنا لشکر روانہ کیا۔اور چند روز جنگ کرنے کے بعد قلعہ دہرمار کی تسخیر کر کے اسے اپنے حسب سابق اپنے ملک کا ضمیمہ بنالیا۔

اگر چہ کہ موچا میاں دوبارہ مسند دولت پر متمکن ہو کر کامرانی کرنے لگا تھا لیکن اس علاقہ کی خیر و برکت نواب ناصر جنگ کی شہادت کے بعد سے رخصت ہو چکے تھے۔اور خون ناحق کی شامت سے ملک کے انتظام میں خود بخود خلل پڑنے لگا تھا اور قمر اقبال عافیت میں زوال ہو چکا تھا۔ملک کا زر تحصیل جو سالانہ پچاس ساٹھ لاکھ کے قریب تھا ملازموں کی تنخواہوں کے لئے بھی کفالت نہ کرتا تھا۔اس لئے فرانسیسیوں نے جنھیں تین چار ماہ سے تنخواہ نہیں ملی تھی اپنا حق حاصل کرنے کے لئے دیوڑھی کے آگے دھرنا دیا۔انھوں نے سرور خان فرزند متبنیٰ اور کلاہ پوش سے سازش کر کے والد کے محل پر گولہ اندازی کی۔اس نے مکمل ارادہ کرلیا تھا کہ کسی نہ کسی بہانے والد کو درمیان سے ہٹا دے اور خود مسند نشین ہو جائے۔اس وقت خان دانا نے اپنے فرزند کے اس ارادہ سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد ساہوکاروں سے قرضہ لے کر کلاہ پوش کی تنخواہیں ادا کیں

اور انھیں برطرف کیا، اور برگشتہ فرزند کو پند ونصائح کے ذریعے اپنی طرف راغب کیا۔ اور ہر سال فوج کشی کر کے پایگاروں اور مرارراء سے پیشکش حاصل کیا۔ چار سال بعد اس نے ملک گیری کے عزم سے کنول کی طرف لشکر کشی کی۔ قضاوقدر اسی جگہ سیر آخرت کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ خان کنول نے نعش کو صندوق میں رکھ کر کڑپہ روانہ کیا اور وہیں مدفون ہوا۔ چونکہ محسن خان لاولد تھا اور سرور خان پسر متبنیٰ دایہ کے شکم سے جو کہ غیر نسل کی تھی ہوا تھا۔ اگر چہ کہ قوم پنّی کے افغانوں نے جو کہ اکثر مہدوی ہیں سرور خان کو مسند نشین کرنے پر رضامندی ظاہر کی مگر خان مرحوم کی اہلیہ اور دیگر خیر خواہ اراکین اس پر رضامند نہیں ہوئے۔ اور بالآخر اتفاق سے عبدالحکیم خان بن مجید خان شہید کو مسند امارت پر جلوہ افروز کیا گیا۔ سرور خان جو کہ اچھے دنوں کی امید لگائے بیٹھا تھا اس بات سے غضبناک ہوا تھا اور اپنے گھر بار، رفقاء اور مال و دولت کے ساتھ حیدر آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔ مگر اس کا وہاں مقصد پورا نہ ہوا۔ اس لئے وہاں سے ادھونی پہنچا وہاں بھی اسے فائدہ نہ ہوا۔ بس اس نے سوار و پیادہ جمع کر کے اور جمعدران قوم پنّی کی جو کہ کڑپہ میں تھے۔ مناصب میں اضافہ کی امید دلا کر جمع کیا اور آلات وضرب جمع کئے۔ اور حملہ کر دیا اور کڑپہ کے مواضعات کو خراب وتباہ و تاراج کر دیا اور رعایا کے مال ومویشی لوٹ لئے۔ چونکہ غرباء اور رعایا اس ظلم سے تنگ آ چکے تھے اس لئے خان مسطور نے اپنے بھائی رحیم خان عرف رحمو میاں کو دو ہزار سوار اور چار ہزار پیادوں کے ساتھ اسے دفع کرنے کے لئے روانہ کیا۔ چونکہ میاں مذکور اپنے بڑے بھائی سے اجازت حاصل کر کے روانہ ہوا۔ کوچ بکوچ مراحل طے کرتے ہوئے موضع لسوم اور راوجالواڑہ کے درمیان پہونچا تھا کہ سرور خان مست ہاتھی کی طرح تین ہزار سوار اور دو ہزار پیادوں کے ساتھ مقابلہ کے لئے آپہونچا۔ نظم۔

دو لشکر بہم سرکشیدند صف ؛ ترنم زہرسو شدہ بر طرف
بغرش درآمد دو سوکوس جنگ ؛ بجستند مردان با نام و ننگ

یلان تنومند و شمشیر زن ؛ نبرد آزمایانِ اعدا شکن

بشمشیر و ماچخ در آویختند ؛ بہم دست بازو درآویختند

چناں چپقلش شد بزورآوراں ؛ کہ پرواز روح تنگ شد زانمیاں

غرض صبح سے دو پہر تک دونوں فوجوں کے درمیان سخت کارزار رونماں ہوا اور دونوں جانب کے بہادروں نے کوشش مردانہ کرتے ہوئے جب تک رمق جان بھی باقی رہی دشمنوں کے دست وبازوں کاٹنے میں دریغ نہ کیا۔ دونوں طرف کے تین چار ہزار پیادے مارے گئے رحمومیاں سپہ سردار جو ہاتھی پر سوار تھا۔ تیر وتفنگ کے زخموں سے جان بلب تھا۔ چنانچہ عماری پر اسے غش طاری ہوگیا۔

سرور خان نے چند افغانوں کو میاں کی فیل سواری پر حملہ کا حکم دیا۔ میاں موصوف کے تیراندازوں اور قرادلیوں نے ہاتھی کے اطراف دائرہ کرلیا۔ سرور خان کے سپاہی ہاتھی کے قریب پہنچنے لگے۔ سرور خان کا گھوڑا ابھی ہاتھی کے قریب پہنچا مگر تیروں کے زخموں سے زمین پر آرہا۔ ایک نان فروشی جو اس وقت وہاں موجود تھا نے میاں موصوف کے حکم سے اس کا سر کاٹ لیا۔ اور اس کا لشکر تاخت تاراج ہوگیا۔ میاں جان بلب نے اس کے سر کو ایک توبرہ میں رکھ کر آسکداروں کے ذریعے کڑپہ روانہ کیا۔ اور خود واپس لوٹا۔ خانِ جان نشین نے باغی کے سر کو نوک نیزہ پر چڑھا کر شہر کا گشت کرانے کے بعد اسے دریا میں غرق کردیا۔ اور ظفر مند بھائی کا شایان شان استقبال کیا برادر مجروح کو ہاتھی سے اتار کر گلے لگایا۔ اس جان بلب پر اسی حالت میں غشی طاری ہوئی اور بھائی کا منہ دیکھتے ہوئے ایک تبسم کے ساتھ جان بحق تسلیم ہوا۔

اس کے بعد اپنے حقیقی بھائی سعید خان کو جس کی عمر بیس سال تھی اپنے جدو آباء کے فراہم کردہ زروگوہر اور دولت کو حاصل کرنے کے لئے جسے محسن خان مرحوم کی بیگم نے اپنے تصرف میں کرلیا تھا اور حلیم خان کو اسے حاصل کرنے کی طاقت نہیں تھی اس عاصمہ کی فرزندی میں دے دیا

بیگم نے اسے اپنا متبنیٰ بنالیا اور نازونعمت دولت مندانہ سے پرورش کرنے لگی۔ اس کے لئے گہوارۂ مرصع بنوا کر اس میں جھلانے لگی۔ پرگنہ، کنجی کوٹہ اور جمل مڑک جاگیر میں عطا کئے گئے جو کچھ بھی نقد وجنس اور زر و گوہر موجود تھے اس کے سپرد کر دئے۔ اور لعل خان سلمبری کے ذریعے تعلقہ وڈیار پالہ کے خان کی دختر کے ساتھ نامزد کیا۔ ناگاہ وہ بیمار ہوگیا اور چند دن بعد صحت حاصل کی کہ خان مسند نشین نے مال ومتاع کی حرص میں چند خانہ برانداز وں اور بسم اللہ شاہ پیرزادہ کی تجویز پر ایک زہر آلود خلعت غسل صحت کے لئے روانہ کی۔ جب اس سادہ لوح نے یہ خلعت پہنی تو اس کے سارے جسم پر آبلے پیدا ہو گئے اور عین جوانی میں انتقال کر گیا۔ اگر چہ کہ تمام زر و گوہر اور نقد وجنس خان بد باطن کے ہاتھ لگے۔ مگر اس زمانہ سے خان بدنیت سے دولت نے جواب دے دیا۔ یعنی دولت میں زوال شروع ہو گیا۔ اسی دوران چند بدخواہوں کے بہکاوے میں آکر اسد خان کو معزول کر کے عزیز خان یک چشمی کو دوازدہ محل کی نظامت پر مامور کیا۔

چند دنوں بعد بسالت جنگ ناظم ادھونی سے ہوسکوٹہ کے بندوبست اور سرا کی تسخیر کی ہمت کی اور مرارراؤ کے ساتھ روانہ ہو کر خان مسطور کو طلب کیا اور وہ اپنی فوج کے ساتھ لشکر میں شامل ہو گیا۔ ایک دن ایسے وقت پر جبکہ مرارراؤ لشکر سے جدا ہو کر چند لوگوں کے ساتھ ناظم سے ملاقات کرنے کیلئے روانہ ہو گیا تھا۔ خان نے ملاقات کی اور اس پر اس قدر حال تنگ کیا کہ وہ زندگی سے مایوس ہو گیا۔ ناظم مذکور کو جب اس بات کی اطلاع ملی تو اس نے گھبرا کر سید محی الدین دیوان اور صفدر جنگ سپہ سالار کو روانہ کر کے اس پرخاش کا سبب دریافت کیا۔ خان مذکور نے جواب دیا کہ والد شہید بلکہ میرے دادا کے دور سے مرارراؤ پیشکش ادا کرتا آ رہا ہے۔ لیکن اس وقت سرکش ہو کر بغاوت پر آمادہ ہے میں اس کے سر سے پوچ خیالی اور غرور نکال دینا چاہتا ہوں۔ ناظم موصوف نے خود اپنے لئے ان دونوں کے درمیان صلح کراتے ہوئے راؤ مذکور سے دس ہزار روپئے دلوائے۔

جب نواب بہادر نے ترقی کی اور بالا گھاٹ کے تمام پالیگاروں کوزیر کر کے اپنے حلقہ اطاعت وفرمانبرداری میں کھینچ لیا خان مذکور نے اپنے نخوت خیال باطل و پوچ اور جہالت قدیم کو دل سے نکال کر مصلحت کی بنا پر نواب سے رجوع ہو کر صلح کی اور ان کے حکم پر مطیع ہو گیا۔ اور تملق اور چاپلوسی سے اظہار دولت خواہی کرتے ہوئے پیش کش ادا کرتا رہا۔ تاہم دل میں دولت خداداد کے انہدام اور استیصال کی خواہش رکھتے ہوئے اپنے اوقات صرف کر رہا تھا۔ چنانچہ قاعدہ یہ تھا کہ نواب موصوف جس کسی غنیم پر لشکر کشی کرتے وہ اس دشمن کو سلطنت خداداد کے علاقوں کی تباہی و تاراجی پر اکساتا تھا۔ اور اس علاقہ کے خوشباشوں کو اس بات پر آمادہ کرتا تھا کہ وہ تباہی مچائیں اور نواب کے ملازمین کو تنگ کریں۔ اس نے چیتل درگ کے پالیگار اور مرار راؤ سے سازش کر کے اس ملک کی خرابی کی کوشش کی اور مردم آزاری کو اپنا شیوہ بنا رکھا تھا۔ چنانچہ اس کی تفصیل راقم السطور نے کتاب نشان حیدری میں دی ہے اس جگہ پر صرف ضرورت کی بنا پر مختصر طور پر دی جارہی ہے۔

نواب بہادر نے اس کی بدسلوکی سے گراں خاطر ہو کر۔ اس کے استیصال کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اور چیتل درگ کی تسخیر کے بعد جو کہ سن ۱۱۹۱ھ 1777ء میں ہوئی پہلے میر علی رضا خان کو اس طرف روانہ کیا اور دوست دشمن کی پہچان کے لئے چند دن عزلت نشینی اختیار کر لی۔ اور اپنی موت کی شہرت دی جب یہ افواہ خان مذکور کو پہنچی تو اس نے اپنے تمام ملک میں مٹھائی تقسیم کروائی۔ اور حضور کے اخبار نویس کو بے عزتی کے ساتھ شہر بدر کروا دیا اور ملک میسور فتح کرنے کے لئے ایک لشکر جمع کر کے مستعد ہو گیا۔ جب جاسوسوں نے تمام حالات سے نواب کو واقف کرایا۔ اس واقعہ سے گویا زخم دل پر تازہ نمک پاشی ہوئی اور نواب نے اس کے وجود کو اپنے ملک میں خلل اور امور دولت میں فساد کا موجب گردانا اور اس دولت کی شکست کی تدبیر کرنے لگے

جب میر مذکور اس علاقہ میں شورش افزا ہوا تو خان مذکور نے اپنے ملک اور ناموس کی خرابی سے

خوفزدہ ہوکر محمد غیاث نامی شخص کو بطور وکیل روانہ کرتے ہوئے دولتخواہی کرتے ہوئے مصالحت کی درخواست کی۔

نواب نے وکیل کو روبرو طلب کر کے فرمایا کہ تمھارا حاکم درظاہر میرے ساتھ دوستی کا دم بھرتا ہے مگر باطن میں عداوت صریح رکھتا ہے فی الحال اس سے کہو کہ وہ جنگ کے لئے مستعد ہو جائے اور یہ کہ کر وکیل کو رخصت کر دیا۔ اسی دوران ہرکارہ نے خبر دی کہ خان کڑپہ نے آلات جنگ سے لشکر آراستہ کرلیا ہے اور اپنے برادر زادوں یعنی کر امیاں کے فرزندوں کی سرداری میں جن کے نام حسینی میاں اور سعید میاں ہیں دہور کی طرف روانہ کیا ہے۔

چنانچہ لشکر افغان نے ایک جنگ میں میر صاحب کے لشکر کو شکست دی۔ نواب کو جب اس بات کی اطلاع ملی تو انھوں نے یہ یقین کرلیا کہ وہ جنگ کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور وہ سواروں اور پیادوں اور توپخانہ کے ساتھ آدھی رات کو مرگ ناگہاں کی طرح اس کے سر پر پہنچ گئے اور ایک ہی حملہ شیرانہ میں ان کے حواس مردانگی منتشر کر دیے۔

سرداران مذکور جو کہ ناتجربہ کار اور کم سن تھے نقارہ بجاتے ہوئے ہاتھی پر سوار ہوکر کڑپہ کی طرف فرار ہو گئے۔ نواب نے تمام سواروں کیساتھ تعاقب کر کے چار فرسنگ طے کیا اور پالن ہلی کے قریب پہنچا تھا کہ شب ہوگئی حکم دیا کہ قزاقان، دستہ دار اور تفنگچیاں اس جماعت کے گرد حلقہ ڈال دیں اور ایک ایک مرد تجربہ کار کو اس جماعت کی شکست پر مامور کیا۔ ان افغانوں نے اس طرح شمشیر آزمائی کی کہ یادگار باقی ہے۔ نواب کے لشکر کے تقریبا دو ہزار سپاہی مقتول ہو گئے آخر کار ان کے سردار نے سپر ڈال دی۔ اور سدی ہلال خان بخشی اور تین سو افغانوں کے ساتھ اسیر ہوگیا۔ فوج کے آلات حرب وضرب نواب کے فدائیوں کے ہاتھ لگے۔

نواب نے شہر پر قبضہ کرلیا اور وہیں پر خیمہ زن ہوئے اور اسیروں کو خیمہ کے قریب ہی مقید کئے ہوئے تھے۔ دوسرے دن ابو محمد مردہ کو اسیروں کی تیغ اور سپر حاصل کرنے کی تاکید کر کے

روانہ کیا۔ جب اسنے ان سے تیغ وسپر طلب کئے تو ان میں سے چار جہالت کیشوں نے جن کی پیشانی سے بدبختی اور شرارت ہویدا تھی جن کے نام جبار خان، رحمٰن خان، ستار خان، اور قادر خان تھے اور عبدالرزاق خان دولت زئی کے فرزند تھے فاتحہ پڑھتے ہوئے شمشیر کھینچ کر خیمہ خاص میں داخل ہوئے تا کہ نواب کو درمیان سے ہٹا دیں نواب کے نیزہ داروں اور یزکداروں نے ان تین افراد کو خیمہ میں قتل کر دیا۔ ان میں سے ایک جرأت کرتے ہوئے خیمہ خاص میں داخل ہوگیا اور نواب کے ساتھ شمشیرزنی کرنے لگا۔ ایک جلاد نے پیچھے سے پہنچ کر اس کا سر کاٹ دیا۔ نواب نے غصہ میں آکر جلادوں کو حکم دیا کہ تمام اسیروں کے ہاتھ پاؤں تبر سے کاٹ دیئے جائیں تا کہ انھیں عبرت حاصل ہو اور دوسرے اس طرح کی حرکات سے باز رہیں۔

نواب شہر کے انتظام سے فارغ ہو کر قلعہ سدہوٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں خانمسطور چھپا ہوا تھا انھوں نے قلعہ پر حملہ کر کے شورش برپا کی اور اس کا حال تنگ کر کے اسے اسیر کر لیا۔ اور قلعہ تھانہ روانہ کیا۔ اور اس علاقہ کا سارا بندوبست اپنے ہاتھ میں لے لیا اور انتظام میر صاحب کے سپرد کر کے سری رنگ پٹن لوٹ آئے۔ خان مذکور کے عیال واطفال کے ساتھ مقید کر کے اپنے ساتھ لے لیا اور شہر گنجام سری رنگ پٹن میں محبوس رکھا۔ چند دن بعد اسیر اسی جگہ انتقال کر گیا۔

اس کے داماد سید محمد نے جو اس وقت یعنی خان کڑپہ کی اسیری کے وقت اپنی زوجہ کے ساتھ تعلقہ پاکٹور گیا ہوا تھا۔ نواب بہادر کے انتقال کے بعد جو کہ ۱۱۹۷ھ م 1782ء میں واقع ہوئی۔ سوار پیادہ جمع کر کے اور مچھلی حیلہ اور کوٹور کے انگریزوں سے سازش کر کے ایک پلٹن اپنی کمک کیلئے حاصل کرتے ہوئے تعلقہ وغیرہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس نے قلعچہ بدویل میں تھانہ قائم کیا۔ اور دارالامارات کو تسخیر کرنے کی غرض سے پہلے ہامڑا جو کہ بدویل سے دو کروہ کے فاصلہ پر ہے گیا ہی تھا کہ قمرالدین خان میر مذکور (میر رضا علی خان) کے ہاتھوں سخت جنگ

کے بعد شکست کھا گیا۔ اور تاراج و برباد ہوگیا۔ سید موصوف اس مہلک جنگ سے سلامت برآمد ہوا اور وہاں سے پاکٹور روانہ ہوگیا اور وہاں سے مع زنانہ حیدرآباد چلا گیا چند دن بعد اس کا یہیں انتقال ہوگیا اس کے ایک فرزند تھا جس کی پرورش بخشی بیگم زوجہ ناظم حیدرآباد نے اپنے ذمہ لے لی۔ ملک کڑپہ سن ۱۱۹۱ھ 1777ء سے ہجری ۱۲۰۷ھ 1792ء تک سرکار خداداد کے علاقہ داروں کے قبضہ میں رہا اور اس کے بعد ایک ہزار دو سو پندرہ ہجری ۱۲۱۵ھ م 1780 تک امرائے آصفیہ کے قبضہ میں رہا۔ اسی سن میں مشیر الملک صاحب دیوان حیدرآباد کی تجویز پر انگریزوں کی بارہ پلٹن کی تنخواہ کے لئے ان کی تفویض میں منتقل ہوگیا۔

اورنگ ششم (چھٹواں باب)

احوال حکام کنول کی تفصیل

حکام کنول کی تفصیل یہ ہے کہ کنول قدیم آبادی ہے اور یہاں کے مسلمان حکام شاہجہاں کے منصب داروں میں سے ہیں۔ ان کا تعلق قوم افغان سے ہے۔ اور ان کا لقب پنی اور کنیت بوڑی زائی ہے۔ یہ اپنا حسب ونسب حضرت خالد بن ولیدؓ کی ہمشیرہ سے چلاتے ہیں جن کا نام مطیعہ بتایا گیا ہے۔

اس سے قبل صوبہ دارالحکومت راجہ ہائے بیدروطن چھتریان آنے گنڈی تھا۔ جس وقت والئ دہلی شاہجہاں کے حکم سے شاہزادہ سلطان اورنگ زیب دکن کے بندوبست پر مامور ہوا اور احمد نگر پہنچا۔ اس وقت بہلول خان ساؤنوری نے جو عادل شاہ ثانی کے جور وظلم سے تنگ آکر شاہزادہ کی جانب رجوع ہوا اور اس کی خدمت میں تین لاکھ روپے کا نذرانہ پیش کر کے داخل امراء تیموری ہوا۔ اس کے بعد جب عالمگیر خود دکن کے بندوبست کے لئے احمد نگر پہنچا تو بہلول خان اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس زمانہ میں خضر خان پنی بوڑی زائی جو پہلے حاکم کنول تھا اس کے آباواجداد بہلول خان ساؤنوری کے ہم وطن، ہمسایہ اور ہم مکتب تھے۔ خضر خان کریم خان کا خانساماں تھا۔ اس کا منصب دو ہزاری تھا۔ وہ سلطان عالمگیر کا ہم رکاب تھا۔ جب دونوں قدیم دوست باہم ملے تو اتنے دنوں کی جدائی پر دونوں نے افسوس کیا۔

چنانچہ خان ساؤنوری خضر خان کے خیمہ میں ٹھہرا ہوا تھا کہ ایک دن اپنے مجراء کے وقت، خان جہاں کے معرفت سلطان کی خدمت میں عرضداشت پیش کی۔ اور سن

۱۰۶۲ہجری 1650ء میں اس کے منصب میں اضافہ کی درخواست کی اور سرکار کنول کی فوج داری جو کہ سابق میں چھتر یوں کا پایہ تخت تھا اور جس کا محصول چونتیس لاکھ چالیس ہزار اور نو سو روپے تھا۔ اس وقت یہ ممالک بیجاپور میں شامل تھا۔ محمد علاول عادل شاہی اس کا حاکم تھا۔ یہ علاقہ مشروط طور پر سہ ہزار سوار سات ہزار پیادوں کے ساتھ اسے بطور جاگیر عطا کی گئی اس کی وجہ سے کنول پنی افغانوں کے تصرف میں آ گیا۔

خضر خان، بہلول خان کے ساتھ اپنی جاگیر کی طرف پہنچا اور وہاں کے قلعدار کو اچھی نوکری اور معقول خدمت کا امیدوار کیا۔ اسنے اس علاقہ کے تمام مواضعات قریات سرکار کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ خان ساؤنوری جو ملک کے بندوبست ہونے تک اس کا ممد و معاون تھا اپنی جاگیر کو روانہ ہو گیا۔

فتح بیجاپور کے بعد جو کہ ۱۰۹۷ھ 1685ء میں واقع ہوئی داؤد خان پنی پسر خان مسطور جو اس سے قبل تین سال تک بیجاپور کا فوجدار رہ چکا تھا حضور کے حکم سے ذوالفقار خان امیر الامراء بن اسد خان وزیر عالمگیری کی نیابت سے کرناٹک کی امالت پر روانہ کیا گیا ۔ چنانچہ صوبہ داری کے دوران ایک بنگلہ بطور قلعہ مع خندق تعمیر کروایا۔ جس کے نشان آج بھی باقی ہیں اس کی تیراندازی دنیا بھر میں مشہور ہے۔

خضر خان کو چند دن بعد حضور کی خدمت میں طلب کیا گیا اور وہ سلطان کا ہمرکاب بن گیا۔ جب سلطان مغلیہ ابوالحسن قطب الملک عرف تانی شاہ عیاش حیدرآبادی کو اسیر کر کے اورنگ آباد روانہ ہوئے اور وہاں قیام پذیر ہوئے وہ حضور کے مجراء کیلئے روانہ ہوا۔ جب وہ بھڑکل کے دروازہ کے قریب پہنچا تو بدقسمتی سے شیخ منہاج دکنی سے جو سپہ گری اور دلاوری میں بے مثال تھا اور جو چند سواروں کے ساتھ موجود تھا مدبھیڑ ہوئی اور

دروازہ کے اندر سلام و پیام کے برخلاف دونوں کے درمیان سخت ردو بدل ہوئی اور شیخ مذکور (شیخ منہاج) نے خضر خان کو خنجر سے ہلاک کر دیا۔اور بادشاہ کے حضور پہنچ کر کہا کہ دیوڑھی پر ایک گدھا دولتیاں ماررہا تھا میں نے اسے ٹھکانے لگا دیا۔آنحضرت اس وقت برسرمہم تھے اس لئے یہ بات سن کر بھی ایسا دطیرہ اختیار کیا جیسے نہ کچھ ہوا اور نہ کچھ دیکھا ہو۔

داؤد خان پنی کو جب اپنے والد کے قتل کی اطلاع ملی تو وہ والد کے قتل کا انتقام لینے کے لیے ایلغار کرتے ہوئے پہنچا۔اس نے کثیر تعداد میں سوار و پیادے جمع کر لئے تھے اپنے بھائی علی خان کو الکنہ کنول کی فوج داری سونپ کر وہ سیدھے اورنگ آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔جاسوسوں نے حضور کو اس بات ئی اطلاع دی بادشاہ اس بات سے فکر مند ہو گئے کیونکہ وہ افغانوں اور دکنیوں کی شوخی اور بے با کی سے اچھی طرح واقف تھے اس فکر و تر دد میں انھوں نے وزیر مدار المہام اسد خان سے کہا کہیں ایسا نہ ہو کہ داؤد خان کی آمد سے لشکر ہند و دکن میں خلل واقع ہو۔میں اس بات سے سخت تشویش میں مبتلا ہوں اور کوئی صلاح میرے خیال میں نہیں آ رہی ہے کوئی تدبیر سوچو وزیر بھی متفکر ہو کر اپنے گھر روانہ ہو گیا اور دیوانخانہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ میر ذولفقار خان نامی خانساماں اس وقت حاضر ہوا اور جب اس نے اپنے آقا کو متفکر دیکھا تو اس کا سبب دریافت کیا۔اس نے کہا داؤد خان پنی کی آمد سے سخت اندیشہ لگا ہوا ہے۔چنانچہ حضرت خود اس معاملہ کی وجہ سے متامل ہیں۔اگر اسے دفع کرنے کے لئے لشکر روانہ کیا جائے تو سرداران اور عوام اس بات پر خندہ زن ہو کر کہیں گے کہ سلطان عالمگیر اپنے ہی نوکر کے ساتھ جنگ کر رہا ہے ورنہ افغانوں کی شوخی ظاہر ہے کہ وہ ملک کی خرابی اور غرباء کی تاراجی پر کمر بستہ ہیں۔اگر تمھارے پاس کوئی صلاح مشورہ یا تدبیر ہو تو بیان کرو۔اس نے کہا کہ جب تک عالمگیر کے ارادے سے وا قفیت نہیں

ہوتی اور کچھ کہا نہیں جا سکتا۔

اسد خان فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور اسے اپنے ہمراہ لے کر حضور کی خدمت میں پہنچا اور آنے کی غرض بیان کی بادشاہ نے بے حد خوش ہو کر اسے اپنے پاس بلوایا اور پوچھا کہ بتا کیا تدبیر ہے۔اس نے دریافت کیا حضور کا کیا ارادہ ہے۔''انھوں نے کہا اسے تنہا شورش وفساد کے عزم کے بغیر میری خدمت میں حاضر کرو۔ یاد رہے کہ وہ آداب فدویت کی نگہداری کرے۔"اس نے کہا میں اسے تنہا حاضر خدمت کرتا ہوں۔

چونکہ خضر خان مرحوم اور ذوالفقار علی خان کے درمیان دلی دوستی تھی اور وہ ایک دوسرے کو بھائی پکارتے تھے اس لئے اس نسبت سے داؤد خان اسے چچا صاحب کہا کرتا تھا ۔اس وقت ذولفقار علی خان نے داؤد خان کو لکھا کہ اے برادرزادہ اگر میں جس طرح کہتا ہوں اس طرح کرو۔اپنے باپ کے قتل کے انتقام سے باز آ جاؤ اور جو تجویز سلطان عادل پیش کریں اس پر عمل کرو۔بغیر کسی وسوسے کے میرے گھر کے مہمان بنو۔البتہ میں تمھاری پوری مدد کرنے کی ضمانت دیتا ہوں اگر سلطان کے حکم کے بغیر عمل کرو گے اور قاتل کیساتھ جنگ کرو گے تب خراب ہو گے۔

پس داؤد خان نے ایسا ہی کیا اور اپنے لشکر کو دور پہنچا کر چند خدمت گاروں کے ساتھ میر ذوالفقار علی خان کے مکان کو روانہ ہو گیا دوسرے دن اسد خان کی معرفت سے سلطان کی خدمت میں پہنچا اور سعادت مجرا حاصل کی سلطان اس بات پر خوش ہو گیا اور داؤد خان کو اپنے سامنے بٹھا کر اور دستِ مبارک سے اس کا سر سہلاتے ہوئے چند پند آمیز باتیں ارشاد فرمائیں ۔لیکن اس نے کہا کہ مجھے ہر طرح سے اپنے باپ کا قصاص چاہئے۔

بادشاہ نے کہا کہ شرع کی رو سے قصاص اس وقت لازم آتا ہے جب وہ اقرار بے انکار کرے۔

بس داؤدخان رخصت لے کر گھر روانہ ہوگیا۔

اسی شب حضرت نے خود منہاج کو طلب کیا اور کہا کہ اے شیخ میں کل تم دونوں کو عدالت کے روبرو طلب کرونگا اور خضر خان کے قتل کا سبب دریافت کروں گا بہتر ہے کہ تم اس کام سے انکار کردو۔ شیخ مذکور نے اس وقت حضور کے آگے بات مان لی لیکن دوسرے دن جب بادشاہ برسرِ عدالت جلوہ گستر ہوئے اس وقت بھی وزراء امراء اور قاضی القضات بھی موجود تھے ہر دونوں کو یاد کرے دریافت کیا کہ اے شیخ تو متشرع اور حق پرست ہے۔ داؤدخان کہتا ہے کہ اس کے والد کو تو نے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا یقین ہے کہ تو نے ایسا کام نہیں کیا ہوگا، ٹھیک طور سے بتلاؤ۔

اس دہان دریدہ نے عرض کیا اے حضرت سچ کہتا ہوں کہ میں نے اس کنیزک زادے کو اسی خنجر سے جو کہ کمر میں ہے قتل کر چکا ہوں اور جو کنیزک زادہ قصاص قتل طلب کر رہا ہے اسے بھی اسی خنجر سے قتل کردوں گا۔

بادشاہ کے دل میں اس جواب سے سخت تلخی پیدا ہوئی۔ اور انھوں نے اپنا سر جھکا لیا۔ داؤدخان، شیخ کی بہادری دیکھ کر کانپنے لگا۔ اور اس کے آگے کوئی لفظ اس کی زبان سے نہ نکلا۔

شیخ گھوڑے پر سوار ہو کر سیدھے اپنے فرودگاہ کو پہنچا اور اس وقت سے زندگی کے آخری دم تک سفر وحضر میں چار سو دکنیوں کو جو کہ جانباز تھے افغانوں سے مقابلہ کے لئے مسلح رکھتا تھا ہر چند داؤدخان نے پانچ ہزار دلاور افغانوں کے ساتھ اسے قابو میں

لانے کی کوشش کی مگر بے سود۔

یہ بات مخفی نہ ہو کہ شیخ منہاج دکن زائی امرائے عادل شاہی سے تھا اور علی عادل شاہ کے دور میں اکثر جنگوں میں بہادری اور دلاوری کے کارہائے نمایاں انجام دے کر شجاعت میں مشہور ہو گیا تھا اس کا منصب سہ ہزاری دو ہزار سوار تھا۔ اپنی خود پسندی اور علی عادل شاہ ثانی کی بدسیرتی سے بددل اور رنجیدہ خاطر ہو کر سلطان عالمگیر کے ہمرکاب ہو گیا ۔اور پنج ہزاری منصب اور سات سو سوار کے عہدہ پر فائز ہوا۔ وہ مردانگی اور جوانمردی اور جان بازی اور زبان درازی میں یکتائے روزگار تھا۔ جب اس شیر بیشہ شجاعت کا برا وقت پہنچا تو وہ صرف ایک قلم کی ضرب سے ہلاک ہو گیا۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ احمد نگر کے سفر کے دوران اس نے اپنے رسالہ کے متصدی سے حسابِ تقسیم ماہیانہ طلب کیا اور اسے دیکھنے لگا۔ بدقسمتی سے حساب و کتاب میں ایک جگہ غلطی نظر آئی لکھنے والے سے کہا اس قحبہ زادہ نے کیا لکھا ہے اس نے عرض کی حضرت سلامت ہر آدم زادہ کی غیرت برابر ہوتی ہے ایک ادنیٰ سی غلطی ہر دشنام زبان پر لا نا لائق وشایان خداوند نعمت نہیں ہے شیخ نے غضب میں آ کر یہی گالی دیتے ہوئے اپنے ہاتھ سے منہ پر طمانچہ رسید کر دیا۔ محرر نے جان سے ہاتھ دھوتے ہوئے اپنے ہاتھ میں جو قلم تھا بلا تامل پوری قوت سے اس کے پہلو میں چبھو دیا۔ اس وقت وہاں موجود لوگوں نے اسے ہلاک کر دیا۔ لیکن شیخ اسی زخم سے دو تین دن بعد جنت کی سیر کے لئے روانہ ہو گیا اس وقت داؤد خان کو اطمینان ہوا۔

میر ذوالفقار علی خان نے اس زمانہ میں داؤد خان کو حضور عالمگیر میں حاضر کیا۔ اور وہ مقبول منظور نظر سلطان ہو گیا۔ اسے خان بہادر کا خطاب عطا کیا گیا۔ اور بیجاپور اور

احمد نگر کی حکومت پر نامزد کیا گیا۔

قصہ مختصر کچھ مدت بعد عالمگیر کے انتقال کے بعد داؤد خان سید حسین علی خان امیر الامراء کے وصیلہ سے برہان پور کا صوبہ دار مقرر ہوا اور احمد آباد گجرات سے جہاں وہ بندوبست کے لئے مامور کیا گیا تھا۔لوٹ آیا اور اس صوبہ کے اہتمام میں لگ گیا شہزادوں کے نفاق کی وجہ سے سلطنت کے کاموں میں خلل واقع ہوا۔داؤ دخان شہزادہ محمد اعظم سے خوش دل تھا۔اس لئے برہان پور میں اس کے نام سے خطبہ پڑھوایا اور اپنا لشکر اور خزانہ اس کے ہمراہ روانہ کیا۔

جس وقت سید حسین علی خان امیر الامراء دکن کی ایالت پر متمکن ہوا تو اس نے اس طرف توجہ کی۔داؤد خان نے خان دوران کی انگیخت پر امیر الامراء سے بے وفائی کی امیر الامراء یلغار کرتے ہوئے پہنچا۔داؤد خان شہر کے قریب اپنی فوج کے ساتھ خیمہ زن تھا۔اس نے بھی مسلح ہو کر جنگ شرع کر دی صبح سے سہ پہر تک زوردار جنگ ہوتی رہی اور طرفین سے ہزاروں افراد مارے گئے آخر کار داؤد خان پانچ چھ امیر فیل کو ہلاک کرنے کے بعد ہمت خان بن طرہ باز خان کے ہاتھوں مارا گیا۔کہا جاتا ہے
کہ وہ داؤد خان بیجاپور کی فوج داری پر تین سال،حکومت کرناٹکین پر پندرہ سال اور عالمگیر کے لشکر کے ہمراہ چار سال اور گجرات کی نظامت پر تین سال، برہان پور کی صوبیداری پر ایک سال ایک ماہ اور چند دن متمکن تھا۔

اس کے بعد ابراہیم خان پنی اور علی خان پنی بھائیوں نے پانچ چھ سال حکومت کرنے کے بعد طبعی طور پر انتقال کیا ۔ چونکہ داؤ دخان کو افغانہ زوجہ سے کوئی فرزند نہیں تھا اس لئے اعیان دولت نے ابراہیم خان پنی بن علی خان کو اس کا قائم مقام قرار دیا۔اس

سے قبل اس نے اپنے چچا کی تجویز پر ادھونی پر حکومت کی تھی جب وہ کنول کا حاکم بن گیا تو اس نے ازسر نو قلعہ کی تعمیر پختہ طور پر کروائی اور شہر کی بنیاد معقول طور پر رکھی۔ اپنے ہم قوموں کی کثیر تعداد جمع کر کے اطراف واکناب کے پالیگاروں کو جو حاکمان اسلام کی فرمانبرداری سے منحرف ہو کر انھیں تنگ کر رہے تھے۔ اور کافی سرکش اور مستعد بجنگ تھے پر فوج کشی کی اور انھیں بزور شمشیر زیر کر کے ان سے شایان شان پیش کش حاصل کی۔

چند دن بعد ارکان دولت کی صلاح سے اپنے فرزند الف خان کو اس صوبہ کی حکومت سونپ کر اپنی دولت کے بندوبست کے عزم سے خان جہاں خان کوکہ کی خدمت میں اورنگ آباد روانہ ہو گیا اور وہاں چند دن قیام کرنے کے بعد اور کثیر رقم وہاں دیکر اور ناظم دکن کو پانچ لاکھ روپے نذر پیش کر کے صحنک کے لئے سند حاصل کی اور فوجداری اور لفظ مشروط نکالنے کے بعد رخصت کی اجازت لے کر اپنی جگہ لوٹ آیا اور اپنے کشور کے بندوبست میں سرگرم ہو گیا۔

چند دن بعد سادات بارہ یعنی سید حسین علی خان اور سید حسن علی خان فائز دہلی ہوئے اور صوبجات دکن کا تمام انتظام عالم علی خان ہمشیرہ زادہ کے حوالے کیا۔ خانمذکور ان سے سلام و پیام عاقلانہ جاری رکھے ہوئے تھا کہ حسین علی خان کا قتل ہو گیا۔

اس قتل کا سبب یہ تھا کہ مذکورہ ہر دو بھائی صاحب لشکر وخزانہ تھے اور فرخ سیر سلطان ہمشیرہ زادہ عالمگیر سے اتفاق کرتے ہوئے اسے سرہند بلا کر تخت نشین کیا اور اس کا نام کا خطبہ سارے دکن کے لئے روانہ کیا۔ بہادر شاہ والی دہلی کہ ان کی خروج کے وقت خود بندوبست کرنے کے لئے لاہور کی طرف گیا ہوا تھا اور جاٹ قوم نے لشکر کیشی کی ہوئی تھی۔ اس ماجرے سے واقف ہو کر چند امراہند کو روانہ کر کے انھیں قتل کروادیا اور فرخ سیر کو گرفتار

کر کے اسکی آنکھوں میں گرم لوہا گھونپ دیا گیا اور میر قمرالدین قلیچ خان بن غازی الدین خان فیروز جنگ کو نظام الملک آصفجاہ کا خطاب دیکر ملک دکن کے بندوبست کے لئے روانہ کیا گیا۔ آصجاہ فوج کے ساتھ ورنگ آباد پہنچا۔ اور تھوڑی سی کوشش کے بعد عالم خان کو قتل کر دیا۔ اور دکن کے قلعداروں اور منصبداروں سے معاملہ طے کیا۔ ابراہیم خان موصوف، حکام کڑپہ وساؤنور نے حیدرآباد پہنچ کر آصفجاہ سے ملاقات کی اور سرخروئی حاصل کی چندروز رزم وبزم میں اس کے شریک رہے۔

یہ بات مخفی نہ رہے کہ ان لوگوں کی آصفجاہ سے ملاقات کا قانون یہ تھا کہ حکام کڑپہ وساؤنور پہلے سلام کرتے پھر نذر دیکر آداب گاہ میں جا کر سلام بجالاتے اور مسند خاص کے قریب بیٹھتے تھے اور کنولیاں پہلے سلام اور بعد میں منظور شدہ نذر دیکر مقررہ جگہ جا کر کورنش بجالاتے اور جو چیز عنایت ہوتی حاصل کرتے۔ اور ان میں بھی یہی دستور جاری تھا۔ خواتین کنول وقت ملاقات ہر دو حاکمین عالی شان کو نذر پیش کرتے تھے۔

القصہ انھوں نے آصفجاہ کی مرضی کے مطابق کام کرتے ہوئے اپنی اپنی جاگیر کی سندیں اور خلعتیں سلطان عالمگیر کے پروانہ کے مطابق حاصل کیں اور ہر کام میں اس کی مرضی کو مقدم سمجھتے تھے خان مذکور اس ملک کی آب وہوا کی مخالفت سے بیمار ہو کر اپنے مقام کو لوٹ گیا۔ اور تین چار سال بعد جان جانِ آفریں کو سپرد کر دیا کہتے ہیں کہ اس کے ایام حکومت چودہ سال اور چند ماہ تھی۔ اس کے بعد الف خان پنی اس کا بیٹا آصفجاہ سے خلعت اور جاگیر کی بحالی کا حکم حاصل کر کے اپنے ملک کا مالک وحاکم بنا۔ اسی دوران ناظم دکن محمد شاہ والی دہلی کی خدمت میں روانہ ہوا اپنے بیٹے میر احمد خان ناصر جنگ کو دکن کے لئے اپنا نائب مقرر کیا۔ اس نے دہلی میں تین چار سال تک قیام کیا۔ چنانچہ جس وقت نادر

شاہ ایرانی کی فوجیں دہلی میں داخل ہوئیں۔اور محمد شاہ بادشاہ دہلی اسیر ہوا اس وقت وہ وہیں موجود تھا۔

خان مذکور الف خان پیش اپنی خوش گوئی کی وجہ سے نائب موصوف کا منظور نظر ہو گیا نائب موصوف (ناصر جنگ) امور مملکت میں طفل مکتب وناتجربہ کار اور بے حد خوش آمد پسند تھا۔ بعض نادانوں اور مملکت کی بیخ کنی کرنے والوں نے ایک دل ہو کر اس کا مزاج اس قدر آوارہ کر دیا کہ ناظم دکن کی واپسی کے بعد باپ اور بیٹے کے درمیان ملک و مال کی ہوس میں جنگ رونما ہوئی۔ عید الضحیٰ کے دن اورنگ آباد کے قریب تیر و تفنگ کا کاروبار گرم ہوا۔ بالآخر آصفجاہ کی فوجوں کو فتح حاصل ہوئی اور ناصر جنگ زخمی ہو کر پدر کے روبرو پیش ہوا۔ ناظم دکن جو کہ جہاندیدہ اور کارآگاہ تھا کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ سارا فتنہ وفساد افغانوں اور چند منصب داروں کی اوباشی کی وجہ سے برپا ہوا ہے اس لئے اس نے اس آگ کو پندونصائح اور دل داری سے فرد کی۔ چند امیروں کے درمیان میں آکر مشورہ دیا کہ برگشتہ مزاج پسر کی اصلاح کی جائے۔

جب پدر اور پسر ایک ہو گئے تو ناصر جنگ کے شرکاء کو جو اس فتنہ انگیزی کا سبب تھے خود بخود نظرانداز ہو گئے۔ازا نجملہ خان مذکور بھی خطاب وعتاب حاصل کر کے خجل ہو کر اپنی جاگیر کو لوٹ آیا۔ اور چند دن پورے خوف و رجا کے ساتھ اپنے دن گزارنے لگا چونکہ رخصت کے وقت پایان گھاٹ کی طرف جاگیردار اور منصب داران دکن کی فوجیں حسب الحکم جمع ہو گئی تھیں۔ اس لئے خان مذکور نے بھی اپنے فرزند بہادر خان کو مجید خان ساؤنوری اور حاکم کڑپہ کے ساتھ سامان نذر اور آذوقہ روانہ کر کے اپنا قصور معاف کروایا۔ ناظم دکن نے مصلحت وقت جان کر اس کی نذر قبول کی اور خلعت معافی تقصیر سے سرفراز کیا۔ اور

بہادر خان کو اس کے والد کے پاس روانہ کیا۔ اس کے بعد اسے اپنے جاگیر میں چھوڑ کر اسے اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ناظم دکن کے مجراء کے لئے پہنچا۔ اور سرخوروئی حاصل کر کے کرناٹک کی مہم میں شریک ہوا اور رزم اور بزم میں ساتھ رہا اور اسی دوران بیمار ہو کر جاگیر کو لوٹ آیا۔ اور اسی بیماری میں انتقال کر گیا۔ اس نے تیرہ سال تک حکومت کی اس کے بعد اس کا بڑا لڑکا بہادر خان جس کا لقب ہمت بہادر تھا نظام الملک کے حکم سے مسند پدر پر جلوہ آرا ہوا۔ اس نے اپنے جدو پدر کے قاعدہ کے مطابق بندوبست ملک ولشکر کیا۔ وہ مرد دلیر، شجیع اور بے باک تھا۔ ناظم موصوف کے انتقال کے بعد جب نواب ناصر جنگ نظام الملک ہوا تو اگر چہ کہ وہ صاحب حسن وسیرت تھا۔ اور اس کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ تھے۔ اور اس نے ہر ایک امیر اور منصب دار کی دلداری کی لیکن وہ بے حد سادہ لوح اور ناعاقبت اندیش تھا۔ اس لئے بدخواہی کی بات پر کان دھرتے ہوئے سارے کارخانہ سلطنت کرابتر کیا۔ امراء بیدل ہو گئے پس در باطن تمام متوصلین چاہے وہ اونیٰ ہوں یا اقاصی نوکر پیشہ در دبست منصب دار و جاگیر دار اس سے اور روگردان ہو گئے۔ یہ بات یقینی ہے کہ امور دولت و دین اور دولت جاہ کے لوازم میں آرام طلبوں، شہوت پرستوں اور مصرفوں سے نقصان پہنچتا ہے۔ اس طرح متکبروں اور خود پسندوں پر یہ بات مخفی نہ ہو کہ ناظم موصوف مرحوم نے مرتے وقت ناصر جنگ کو چند نصیحتیں لکھ کر دی تھیں تا کہ وہ ان پر عمل کرے۔ یہ نصیحتیں آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں اور انکا ورد ہمیشہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ اس کی لکھی چودہ نصیحتیں یہاں پر لکھی جارہی ہیں۔

نصیحت اوّل :۔ رئیس دکن کو چاہئے کہ وہ اپنی ذات کی امن وسلامتی کے لئے کوشاں رہے اور جنگ وجدل سے پرہیز کرے اور ملک کی آبادی اور محاصل بڑھانے کی

کوشش کرے مرہٹوں سے جو اس ملک کے زمیندار ہیں ہمیشہ آشتی سے پیش آئے اور مفذ ور بھر جنگ نہ کرے اگر لاچار جنگ کرنا پڑے تو عاقلانہ جنگ کرے نہ کہ جاہلانہ۔

دوم :۔ یہ کہ بنی آدم کے قتل میں جو کہ حضرت رب العالمین کی پیدا کردہ مخلوق ہیں تامل کیا جائے۔ کیونکہ یہ خوشہ گندم یا جوار نہیں کہ ان کی کاشت ہر سال کی جائے البتہ مجرم کو قاضی شرع کے تفویض کیا جائے تا کہ وہ کتاب کے حکم کے مطابق جو حتمی ہو بجا لائے خود کسی کے قتل کا حکم نہ دو۔

سوم :۔ یہ کہ زندگی کا عیش و آرام اور انتظام امور مملکت سفر میں ہے لذت منزل نو، نیا پانی اور خیمہ کے سایہ کو ہرگز فراموش نہ کیا جائے۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ نے خود اپنے کلام میں کہا ہے کہ فیسروفی الارض، یعنی روئے زمین کی سیر کرو۔ سچ یہ ہے کہ جہاں گردی سے کئی کام درست ہو جاتے ہیں لیکن بارش کے دنوں میں قیام کرنا چاہئے کیونکہ بارش کے دنوں میں سفر سے تمام جانور حیران اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔ انھیں آرام دینا سرداران سپہ سالار پر لازم ہے۔ سپاہیوں کو ان کے وطن کے قریب تعینات کرنا چاہئے تا کہ قطع نسل نہ ہو یعنی سپاہی اپنی بیوی سے محروم نہ ہوں۔

چہارم :۔ یہ کہ عوام کا بندوبست اپنے پر لازم سمجھو اور ہر فرض اور ہر واجب نماز کے بعد اپنے اوقات خلق اللہ کے امور کی تنظیم میں صرف کرو۔ ایک ساعت بھی بیکار نہ کرو تا کہ عاقبت بخیر ہو۔

پنجم :۔ یہ بھی اچھی طرح سمجھ لو کہ میری دولت کا قیام بزرگوں کی برکت اور ان کی دعاؤں سے ہے۔ چنانچہ ابتدا عمل میں دیوان صدارت کچہری بادشاہی میرے خاندان سے تعلق رکھتی ہے اور میں اس وقت تک کہ رحلت کا وقت قریب ہے۔ جو بھی دولت اور تعظیم حاصل

کر سکا ہوں وہ فقراء اور مساکین کی دعاؤں سے ہے۔ اور جو فتح ہر کام میں حاصل ہوی ہے ان کی دعاؤں سے حاصل ہوئی ہے جو بڑے بڑے لشکر سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے تمام امور دین اور دنیا میں یہ کام مقدم سمجھو کہ غرباء و فقراء سے جو حبیب اللہ ہیں مدد مطلب کرتے رہو اور فقراء وغیرہ کو سلام میں سبقت کرو۔ کہ یہ سنت محمدی ہے یہی شیوہ ہمیں بھی اپنانا چاہیے۔

ششم :- یہ کہ زمین اور آسمان قدیم زمانہ سے موجود ہیں اور خلق خدا بھی قدیم ہیں اس صورت میں تمام جہاں کو فقط اپنا حصہ نہ سمجھو کسی کا حق تلف نہ کرو اور ہر ایک ورثہ ملحوظ رکھو۔

ہفتم :- یہ کہ دکن کے مکانات جس کا مطلب دکن کے چھ صوبوں کی سلطنت ہے چنانچہ یہ بات تاریخ کی کتابیں وغیرہ پڑھ کر معلوم کی جا سکتی ہے۔ کہ اس سے پہلے ہر ایک صوبہ میں بادشاہوں نے شان و شوکت سے بادشاہی کی ہے اور انھیں ملوک سے لاکھوں فرقہ سردار و سپاہ خدائے کریم کے فضل سے چند دن مجھ عاصی کو تفویض کئے گئے چونکہ خلق خدا کا رئیس بنایا گیا ہوں اس لئے جہاں تک ہو سکا میں نے ان کی پاسبانی اور غور رسی کی ہے میرے بعد تمہیں یہ سزاوار ہے کہ موروثی خاندان کی خبر گیری کی جائے۔ اور سرکار کے کام کے لئے داناؤں کو مقرر کیا جائے تاہم وہ مسلمانوں ہوں یا فرقہ ہنود سے انہیں سال بسال تبدیل کرتے رہو اگر دولت خواہ ہیں تو تیسرے یا چوتھے سال تغیر کرنا لازم جانو تا کہ دیگر امیدوار محروم نہ ہوں ان کاموں کو اپنے سر رشتہ داروں اور پیش کاروں سے کرواؤ۔ اس مدت میں میں نے کثیر تعداد میں ایسے لوگوں کو جمع کیا ہے جو جواہر تازہ کے مانند ہیں۔ انہیں عنایات اور داد و دہش سے جمع کیا ہوں۔ تم پر لازم ہے کہ انہیں کسی حالت میں اپنے سے

دور نہ کرو انہیں رنجیدہ نہ کرو ان کی چھوٹی موٹی غلطیوں سے درگذر کرو انہیں بے کار مت رکھو بلکہ ان کے لائق کام پر مامور کرو۔

ہشتم :۔ یہ کہ اپنے چھوٹے بھائیوں کو اپنے فرزندوں کی جگہ تصور کرتے ہوئے ان کی پرورش کرو ان پر اس طرح مہر والطاف کرو کہ وہ ہمیشہ تمھارے غم خوار رہیں۔ یقین رکھو کہ جب تک یہ تمہارے قوت بازو رہیں گے پردہ دار ناموس ہونگے اور یہ ہر حال میں خوش حال وخرم رہیں گے اور ہرگز زوال دولت نہ ہوگی جب بوڑھے اور مفلس ہونگے تو میری سلطنت سے زمین کے ٹکڑوں کو مخالفین کے ہاتھوں فروخت کر دیں گے۔ ہدایت محی الدین خان کو اپنے فرزندوں کے برابر سمجھو اور اس کے ساتھ دلی شفقت اور عنایت سے پیش آؤ۔ اس کی دولت کی شکست کا خیال دل میں نہ لاؤ غماز وں کی باتوں پر دھیان نہ دو۔ رذیل قوم کے لوگوں کو اپنی مجلس میں جگہ نہ دو۔ اس سے دولت کا نقصان ہے کیونکہ حضور میں بازیابی کے غرور سے خلق خدا کو نقصان پہنچائیں۔

نہم :۔ یہ کہ ادنیٰ کو عمدہ کام پر اور عمدہ کو ادنیٰ کام پر نہ لگاؤ۔ کیونکہ ان کے حوصلہ نارسائی سے سرکار کے کام میں بے اعتباری پیدا ہوگی۔ میں نے پورن چند کو دیوانی پر مقرر کیا تھا جو کہ بے رتبہ آدمی تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ امراء حضور میرے دیوان کے کاموں کی قدر نہیں جانتے تھے ہر کام میں مجھے ہی تکلیف اٹھانی پڑتی تھی اس لئے ان کے غرور کو توڑنے کے لئے میں نے اسے مامور و مختار کیا تھا۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ چاہئے کوئی بھی ہو کارکن اور کارفرما درست ہونا چاہئے فی الحال پورن چند خوب آدمی ہے۔ اس نے سرکار کے محاصل زر بقایا جو سالہا سال سے باقی تھے وصول کئے ہیں میرے بعد میں دو تین سال اسے کام پر مامور رکھو تو بہتر ہے اس کے بعد تم مختار ہو۔

دہم :۔ یہ کہ ہر حالت میں یہ یقین رکھو کہ ریاست دکن فی الواقع نوکری ہے اس میں بادشاہ سلامت کی فرمانبرداری کرنی ہے نہ کہ خودمختاری اس فرمانبرداری میں غفلت خدا کے نزدیک قابل گرفت اور آدمیوں کے آگے گنہگار ہونے سے مترادف ہے چنانچہ نادر شاہ بادشاہ ایران ہے جن دنوں دہلی میں آیا ہوا تھا ایک دن مجھ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان کی سلطنت تمہیں عطا کرتا ہوں یعنی دہلی کے تخت پر بٹھاتا ہوں میں نے عرض کیا میرے باپ دادا قدیم ایام سے نمک حلال نوکر رہے ہیں۔ اس کام سے نمک حرام کے نام سے مشہور ہو نگے اور حضرت پر بدعہدی اور بدقولی کا الزام عائد ہوگا۔ اس وقت وہ ذاتِ مقدس جو نکتہ رس اور سخن شناس تھے اس بات سے بے حد محظوظ ہوئے اور مجھے شاباشی دی۔

یازدہم :۔ یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے خود کسی جنگ کا اقدام نہ کیا جائے اگر چہ کہ مخالف کے پاس سپاہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اس امر میں دلیر اور مغرور نہیں ہونا چاہئے کیونکہ غرور اور مردم آزادی کو خدا ناپسند کرتا ہے۔ پندونصائح سے مناقشہ کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہاں تک غنیم کے سپاہی دلیر ہوکر بے محابا جنگ شروع کر دیں اس وقت لاچاری ہے۔ ایسے وقت میں عجز والحاج کے ساتھ خدا سے مدد مانگنی چاہئے اور اپنی جگہ آراستہ ہوکر ثابت قدمی کیساتھ جنگ کرنا چاہئے۔ جنگ قبلہ رخ ہوکر نہیں لڑنی چاہئے۔ اگر چہ کہ فتح اور شکست اللہ کی جانب سے ہے۔

دوازدہم :۔ اس مدت العمر میں آزمائش کے بعد مجھے اس بات کا علم ہوا ہے کہ تمام مردمان دکن میں بیجاپور اور برہان پور کے لوگ غرض آشنا ہیں اور ان کے قول وفعل پر اعتماد نہیں ہے۔ پہلے ایسا کام کرتے ہیں جو قابل تحسین ہو اور بعد میں ایسا کام کرتے ہیں جو قابل نفریں ہوتا ہے۔ یہ لوگ گجرات اور کشمیر کے لوگوں جیسے ہیں ان کے فتنہ سے بے

فکر نہیں رہ سکتے۔ بلکہ اس قوم سے احتراز بہتر ہے جو اسباب دولت اس وقت موجود ہیں اگر ان پر بدستور عمل کرتے ہوئے صرف کرو تو طبقہ بہ طبقہ کفایت ہوگی ورنہ دو تین سال سے زیادہ وفا نہیں کرے گی۔ یہ سارا خزانہ کہ جسے میں بار بار اپنے ساتھ رکھتا ہوں۔ صرف سپاہیوں کے دل جمعی کے لئے ہے۔ خزانہ کے ہونے سے ساہوکار ہم سے ہمیشہ خوش دل اور آباد رہتے ہیں اور یقین رکھو کہ ان کی آبادی سے لشکریاں خوش وخرم رہتے ہیں اور سپاہ مخالف خود بخود پریشان اور سلامتی کے متلاشی ہوتے ہیں۔ الحمدللہ المِنۃ کہ میری دولت کی ابتدا سے اس وقت تک جبکہ ہنگام رحلت ہے لشکریوں کی تنخواہوں کا دو تین ماہ سے زیادہ بقایا نہیں ہے۔ اس کے باوجود میں سپاہیوں سے اس قدر ڈرتا ہوں جتنا کوئی بھی شخص اپنے دشمن سے ڈرتا ہے تمہیں چاہئے کہ کسی بھی حالت میں انہیں ناراض نہ کرو۔ کیونکہ یہ سب تمہاری دولت کے رفقاء اور ناموس ہیں۔

سیزدہم :۔ یہ کہ بشریت کے تقاضہ سے مجھ سے بڑھاپے میں ایک فعلِ سرزد ہوگیا اور میں نے محل نو قرار دیا۔ ان تمام کی خبر گیری اور ان کی پاس وناموس کی حفاظت تم پر ہر حال میں لازم ہے ۔ کیونکہ یہ تماری ماں کی ناموس ہے۔ ایسا کام نہ کرو کہ لوگ ہنسی اڑائیں۔

چہاردہم :۔ یہ کہ زنار دار دکنی سبھی قابل قتل اور گردن اڑا دینے کے لائق ہیں خصوصاً اس قوم کے سرکردہ دو کافر ایک مورو پنڈت اور دوسرا رام داس جو ہماری صد سالہ دولت کی جڑوں کو کاٹنے والے ہیں۔ چنانچہ انھیں قلعہ محمد نگر میں قید کر رکھا ہوں ان سے اپنے دولت کا بندوبست نہ کرلؤ اور زنہار انہیں قید سے رہا نہ کرو۔ چنانچہ لفظ پنڈت خانہ سارے عالم میں مشہور ہے جس سے مطلب ان دونوں کی قید ہے والسلام فی الحال جارہا۔ کیونکہ اب

دو تین ساعت سے زیادہ وقت نہیں ہے۔ میں نے تمہیں خدائے کریم کے سپرد کیا کہ وہ ہوں اپنے لوگوں کو کارخانجات پر مامور کرو۔ ہر ایک کو تاکید کے ساتھ مقرر کرو ہدایت کرے ۔ ہر حال میں اسے نصیر اور ممد خیال کرو۔ اوراس کا سایہ عنایت اور فضل تمہارے سر پر رہے، جب یہ الفاظ نواب آصفجاہ کے منہ سے نکلے نواب ناصر جنگ پر رقت عظیم طاری ہو گیا۔ آصفجاہ نے مشقت پدری سے اسے اپنے نزدیک بلا کر اس کے آنسو اپنے رومال سے خشک کیے ۔اور کہا اس قدر رونے سے کیا حاصل میرے حال سے خلق اللہ کا کام برا ہوتا ہے چنانچہ ایسا کام نہ کرو جس سے خوابیدہ فتنہ بیدار ہو ۔ اور رعایا خراب اور ہلاک ہو۔ تمہیں رونے کے لئے تمام عمر پڑی ہے۔ السلام علیکم۔

ان پند و نصائح کے بعد آصفجاہ راہی ءدارالبقاء ہوا اور میر احمد خان ناصر جنگ نظام الملک کا خطاب پا کر باپ کے مسند پر جلوہ افروز ہوا لیکن اس نے اپنے والد کی نصیحتوں کو فراموش کر دیا۔ اور دیوان پورن چند کو قید کر کے مورو پنڈت کو قید سے رہا کیا اور اسے اپنا دیوان مقرر کیا۔ اسی طرح دیگر بے اعتبار لوگوں کو سرفراز کرتے ہوئے ان کو عمدہ کاموں پر مامور کیا۔ اسی سبب سے تمام کارخانجات میں فتور اور قصور راہ پانے لگا۔ چنانچہ اس کی حالت اظہر من الشمس ہے اور بیان کی حاجت نہیں ہے۔

القصہ شاہنواز خان بخشی اور دیگر امراء قدیم مورو پنڈت کو دیوان اور سید رضوی خان کو میر منشی بنانے اور رام داس پنڈت کو قید کر دینے سے بیدل اور رنجیدہ خاطر ہو گئے ۔ اس لئے حق بات کرنے اور ملک کے صحیح حالات سے نواب کو واقف کرانا بند کر دیا۔ خصوصاً خوانین عالیشان یعنی کرناٹک کے افغان جاگیرداروں نے کہ یہ قوم سیر حاصل جاگیرات کی وجہ سے جو انہیں سلاطین کے عہد سے حاصل تھے اور دہلی سے کافی طویل مسافت پر

ہونے کے سبب سے اپنے آپ کو حاکمان مطلق اور مختار کل گردانتے تھے ناظم مغفور کے رعب وہراس اور حضور سلطان دہلی کی ناراضگی کے خوف سے نواب ناصر جنگ سے جدا ہونا پسند نہیں کرتے تھے۔ اس لئے کرناٹک کی مہم میں جس میں ہدایت محی الدین خان، ہمشیرہ نواب زادہ نے چندا صاحب نایطہ اور فرانسیسیوں کی ترغیب پر شورش برپا کی تھی اس مہم کے دوران نواب انوارالدین خان گوپاموی آصفجاہی صوبہ دار کرناٹک پائین گھاٹ خان کا موصوف (ہدایت محی الدین خان) کے ہاتھوں قتل ہوا۔ نواب موصوف نے ساٹھ ہزار سواروں اور بے شمار پیادوں کے ساتھ اس کے تنبیہ اور اس ملک کے بندوبست کے لئے فوج کشی کی۔ اس موقع پر یہ تمام افاغنہ اگرچہ بظاہر نواب موصوف سے ملے ہوئے تھے اور اس کے ہمراہ تین چار ہزار افغان موجود تھے لیکن در باطن خان (ہدایت محی الدین خان) موصوف اور فرانسیسیوں سے ملے ہوئے تھے اور نواب کو قتل کر دینے کے لئے وقت کے منتظر تھے۔

جب آصفجاہ کی افواج موضع آلی گرام متعلقہ چنجی جو یہاں سے تین کروہ کے فاصلہ پر ہے پہنچیں اور برسات یکم ماہ ذی الحجہ سے سولہ شہر محرم الحرام تک لگاتار ہوتی رہی جس سے لشکر کے تمام لوگ خراب وخستہ اور پریشان ہو گئے۔ اور سردار وسپاہ حیران ہو گئے اس موقع پر خبر پہنچی کہ قلعہ چنجی سے فرانسیسی افوج نواب کے لشکر پر شبخون مارنے والی ہے۔ اس بات سے آگاہ ہو کر محمد علی خان سراج الدولہ انورالدین خان مقتول جو اس وقت لشکر کے ساتھ تھے نے تحقیق کرنے کے بعد ان حالات سے نواب کو آگاہ کیا۔ مگر اس وقت افغانوں کے سرداروں نے جو برے وقت کے منتظر تھے۔ محمد علی خان کی سچ بات کو دروغ قرار دیا اور نواب کے مزاج کو اس سے مکدر کر دیا۔

بدقسمتی سے اسی رات جب کے ماہِ مذکور کی سترہویں تاریخ اور سنہ ایک ہزار ایک سو چونسٹھ ۱۱۶۴ھ تھی تین پہر رات گئے شبخون کی خبر سچ ثابت ہوئی اور آسمان شکن توپوں کی آواز اور گولیوں کی آواز سے زمین کانپنے لگی۔ یہ آوازیں نواب کے کانوں تک پہنچیں۔ وہ مضطرب ہو کر ہاتھی پر سوار ہو گیا۔ اس وقت کوئی بھی امیر اس کے ساتھ نہیں تھا۔ اس کے لئے ریختہ کا یہ شکر حسب حال ثابت ہوا۔

روز بد ہرگز نہ رکھ ہر کس سے یاری کی امید
جب زوال آوے تو ٹل جاوے ہے سایہ سا رفیق

غرض نواب نے فیلبان سے کہا کہ فیل سواری افغان سرداروں کی طرف بڑھائے۔ فیلبان دولت خواہ نے عرض کیا کہ حضرت آپ یہ سمجھتے نہیں کہ یہ سارا فتور افغان کا مچایا ہوا ہے۔ اس وقت اس طرف جانا لائق و مناسب نہیں ہے۔ لیکن کہا جاتا ہے قضا جب آتی ہے تو مہلک سمت ہی چلتے ہیں۔ فیلبان سے کہا تجھے کیا معلوم چلا ہاتھی کو اس طرف چلا جس طرف میں کہتا ہوں۔ الحاصل صبح کے قریب نواب مستغاثی کے طور پر افغانوں طرف پہنچا جو سب کے سب برے وقت کے منتظر خانہ خرابی پر مستعد ہو کر جمع ہوئے تھے۔ اور ہمت بہادر خان کنولی سے سادہ لوحی سے اگرچہ اس نے مجراء کے معمولی آداب سے روگردانی کی۔ تھوڑا سا بلند ہو کر کہا۔ اے ہمت بہادر خان یہ وقت یاری اور چارہ گیری ہے کہ دشمن شورش افزا ہیں۔ اسی وقت خانمذکور نے بے تامل پہلے بندوق سے سینہ بے کینہ نواب کو نشان بنایا اور اس کے بعد اپنے ہاتھی کو اس کے متصل لے جا کر محمد خان جعفر آبادی کے ہاتھوں جو خواصی نشین افغان کڑپہ تھا نواب کا سر کٹوا دیا اور اسے نوک نیزہ پر چڑھا دیا۔ چنانچہ کسی نے اس واقعہ پر مصرعہ تاریخ فی الفور یوں نکالی ہے۔ "نا گہاں شد شہید ناصر

جنگ" ۱۱۶۴ھ 1750ء اس حالت میں۔ جو لوگ نمک حلال تھے اس وقت کے آشوب گاہ سے جدا ہو گئے۔ بعضوں نے اپنی راہ اختیار کی اور بعضے برادران نواب سے پیوست ہو گئے جو دشمنوں کے دوست تھے افغانوں سے ملحق ہو گئے۔

اس کے بعد افغانانِ موصوف نے ہدایت محی الدین خان کو جسے اس واقعہ سے پیشتر نواب مرحوم نے اپنی ذاتی رحم دلی سے کلام اللہ کی قسم دیکر جمع خاطر کرائی تھی اور اپنے پاس بلا کر رکھا تھا لیکن چند کام بگاڑنے والوں کی باتوں میں آ کر نظر بند کر رکھا تھا۔ اس وقت وہ چند سپاہیوں کے حوالے ایک ہاتھی پر قیدیوں کی طرح ایک عماری پر برقع پوش تھا۔ جب یہ واقعہ وقوع پذیر ہوا تو عماری کا پردہ اٹھایا گیا۔ اور مبارکبادی کے شرائط اور دکن کے صوبہ داری کی نذر دی جانے لگی۔ خانِ موصوف اگرچہ کہ در باطن اس نامعقول حرکت اور عمل مکروہ سے ناخوش تھا۔ کیونکہ اسے یہ بات نامنظور تھی۔ اس وقت اس کے دل اور دماغ پر ہول وہراس طاری تھے۔ اس لئے اسنے حالات کے پیش نظر یہی بہتر سمجھا۔

رقیب را متواضع نگاہ باید داشت
سگِ گزندہ ہماں بہ کہ آشنا باشد

[رقیب کو بھی تواضع کی نظر سے دیکھو کیونکہ کاٹنے والا کتا بھی جو آشنا ہو بہتر ہے]۔ اسکے بعد نواب شہید کے بھائیوں کو جو صلابت جنگ، بسالت جنگ، اسد جنگ، یعنی نظام علی خان ہیں اس ہنگامہ رستخیز و گرفت دگیر سے بے حد جستجو کے بعد جان پہچان کے لوگوں کی معرفت سے بلوا کر گرگ آشتی سے اپنے پاس بٹھایا اور ان کی تسلی کی۔ اس وقت ایک جانب سے آہ و بکا اور دوسری جانب سے نوبت سرور مبارکباد اور دوسری طرف سے محل کی عورتوں کی آہ وزاری اور رونے دھونے کا عمل قابل دید تھا۔

القصہ افغانوں نے خان موصوف کو ایک تختہ پلنگ پر بٹھایا۔ کوئی شخص منصب طلب کرتا تھا۔ تو کوئی صوبیداری اور کوئی جاگیر طلب کرتا تھا۔ خانموصوف نے سبھوں کو جاگیر اور منصب دینے کا وعدہ کرتے ہوئے ان کے خیموں کو روانہ کیا اور دو تین فرانسیسی سرداروں کو جو کہ موسی بہوسی سپہ سردار موسی سپرنی اور موسی لارس تھے کہا کہ نواب شہید کے بھائیوں کی حفاظت اپنی فوج سے کرو کیونکہ میں ابھی افغانوں سے بے فکر نہیں ہوں۔ فرانسیسیوں نے چند ولایتی سپاہیوں کو ان کی حفاظت کے لیے ان کے خیموں پر مامور کر دیا۔ افغانوں کو یہ بات پسند نہ آئی اور اس کے دشمن ہو گئے تاہم اپنے سپاہیوں کو جو کہ فرانسیسی سپاہیوں کے گرد رکھے ہوئے تھے کے ساتھ۔ خانموصوف اس جگہ سے پھلچری روانہ ہوا اور وہاں پر چند دن قیام کیا۔ افغان اس بات سے خانموصوف سے پوری طرح بدظن و بدگمان ہو گئے یہاں پر موسی ڈوبلیکس گورنر بندر پھلچری سے قرار و مدار جو کہ اس سارے فساد کا باعث ہے کرناٹک پایانگھاٹ کی ریاست سونپنے کے بعد تینوں افغانوں کے ساتھ حیدرآباد روانہ ہوا۔ موسی بہوسی سپہ سردار چار ہزار کلاہ پوشوں اور چھ ہزار آدمیوں کے ساتھ اس کے ہمراہ تھا۔ چونکہ قضاوقدر کو منظور تھا کہ فتنہ و فساد کی خس و خاشاک ملک دکن سے ختم ہو۔ اور امن و آرام کا دور دورہ ہو۔ نواب ناصر جنگ کی شہادت کے دو ماہ بعد انتقام کا وقت آ پہنچا۔ ان لوگوں نے واملچر وگھاٹ عبور کی اور رائے چوٹی جاتے ہوئے لکریت پلی میں قیام کیا۔ اس دن مظفر خان گاڑدی کمندان فرانسیسی کے اشرفیوں سے بھرے چھکڑے کو رائی موتی قصبہ کے قریب جو کہ رائے چوٹی کا تعلقہ ہے پل پار کرتے وقت مردمان افاغنہ بے فرہنگ اور سپاہیاں فرنگ کے درمیان قضیہ اور کشمکش شروع ہو گئی۔

جب یہ خبر فرانسیسی اور افغان سرداروں تک پہنچی تو دونوں طرفین کی طرف سے

طبل ونقارہ تری وتبورہ جنگ بجنے لگی۔اور جنگ کے لئے مستعد ہو گئے آخر کار رشتہ فساد زبان وفہمائش اور کلمات پند ونصائح سے گزر کر توپ وتفنگ تک پہنچ گیا۔

بہادر خان اگر چہ کہ اس وقت سہل (جلاب) کی دوا کھائے ہوئے تھا اور جلاب جاری تھے۔ہاتھی پر سوار ہو گیا اور اپنی اور ساؤ نور والہ کے ساتھ برآمد ہوا۔اس حاکم کڑپہ کو اونٹ پر سوار کر کے کڑپہ روانہ کر دیا۔اس کے بعد مظفر خان یعنی فرانسیسی فوج کی طرف روانہ ہوا۔لیکن توپوں کے گولوں اور بندوقوں کی گولیوں کی تاب نہ لا کر پسپا ہو گیا اور اس نے یہ سمجھ لیا کہ یہ سارا فتنہ فساد اہل مغول کی وجہ سے ہے کیونکہ مغلوں کا یہ قول وقرار خان موصوف کے ساتھ تھا۔اس لئے تیر کھائے ہوئے شیر کی طرح حملہ آور ہوا جنگ کا میدان گرم ہو گیا چالیس پچاس جان باز افغانوں کے ساتھ بازوئے مردانگی اور زدست جلادت دکھاتے ہوئے بے اندیشہ فیل خاصہ تک پہنچا تھا کہ آصفجاہ کے ہوا خواہوں نے ہمت کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیتے ہوئے اس کا گھیرا کر لیا اور تیر وشمشیر وکرپال سے کا کام تمام کر دیا۔

بعضوں نے کہا ہے کہ ہمت بہادر خان نظام علی خان کی تیر جگر گزار سے قتل ہوا بدقسمتی سے اسی زدوکوب کے دوران گروہ افاغنہ سے نکلا ہوا۔ایک تیر خان موصوف کے گلے میں لگا اور وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔اسی جنگ میں ساؤ نور والہ کا بھی قتل ہو گیا۔جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔

القصہ جب خان موصوف ہلاک ہو گیا۔تو صلابت جنگ ،نظام علی خان کے بڑے بھائی کو دونوں بھائیوں اور آصفجاہ امراء اور سرداران فرنگ کی تجویز سے نظامت دکن پر ناصر جنگ کی جگہ بٹھایا گیا اور اپنے لشکر اور اہل فرنگ کے ساتھ عازم حیدر آباد ہوا۔

کنولیوں کی کیفیت کی طرف لوٹتے ہوئے جب ہمت بہادر خان ہلاک ہو گیا اس نے سات سال حکومت کی تھی۔ اس زمانہ میں منور خان پٹنی کو جو خان مرحوم کا بھائی تھا اور اس افراط وتفریط کے موقع پر معمورۂ ہندیالم میں جوتر پاتوں کا یک تعلقہ ہے اپنے قرابت دخویشیوں کے پاس مقیم تھا۔ پالیگار نواح کڑک نے اس موقع کو غنیمت جان کر مظفر خان گارڈی سے سازش کی اور پانچ سو سپاہیوں کی کمک سے اپنی فوج کے ساتھ قلعہ کنول تسخیر کرلیا اور تھانہ قائم کرتے ہوئے ایک عامل کو اس کے بندوبست کے لئے مقرر کیا اور دارالمقر کو لوٹ گیا۔

منور خان اس واقعہ کے بعد اپنے چند رفقاء کے ساتھ کڑپہ کو محسن خان عرف موچا میاں کے پاس روانہ ہو گیا اور اپنے ملک کی بربادی کا حال سناتے ہوئے مدد طلب کی حاکم کڑپہ نے دل دہی اور تسلی دیتے ہوئے زرودولت سے مدد کی منور خان نے دو تین ماہ کی مدت میں چھ سات سو پیادہ اور دو تین سو سوار فراہم کئے اور سامان جنگ فراہم کرنے کے بعد کنول کی طرف روانہ ہو گیا اس کا طالع چونکہ بلند تھا اس لئے اس وقت شاہ مسکین مجذوب فضل خدا سے اس طرف وارد ہوئے اور خان مذکور سے ان کی راستہ میں ملاقات ہوئی منور خان نے ان کا استقبال کرتے ہوئے اپنی غرض بیان کی اور مدد چاہی آنحضرت منور خان کے فیل خاصہ پر سوار ہو گئے اور فوج کو اپنے ہمراہ لے کر روانہ ہو گئے اور جب قلعہ کے سامنے پہنچے تو قلعہ کے تھانہ داروں یعنی سوار اور پیادہ کے قلعہ کے باہر آ گئے اور جنگ کرنے لگے اور منور خان کا کام مکمل ہوا چنانچہ اس کے سپاہیوں نے ایک ہی حملہ مردانہ میں دشمن کے پیادوں کو شکست دی اور قلعدار کے ہوش وحواس گم ہو گئے اور اپنے قلعہ منور خان کے حوالے کر دیا منور خان اپنے اختیار سے مسند وراثت پر متمکن ہوا اس نے اپنے والد اور بھائی کے آئین

کے مطابق ملک و دولت کا اہتمام کیا۔

صلابت جنگ کے دورِ حکومت میں اپنے بھائی نواز خان صمصام الدولہ وکیل کو ممالک پر رعب و ہراس ڈالنے اور رقومات حاصل کرنے کے لئے ایک لشکر کنول روانہ کیا۔ آخر بے حساب زر حصول کرنے کے بعد منور خان پر ہی جاگیر بحال کر دی گئی اس کے بعد منور خان عیش و آرام اور فراغت تمام کے ساتھ حکومت کرنے لگے۔

چند دن بعد نواب حیدر علی خان بہادر اور نواب محمد علی خان کے درمیان جنرل اسمیت کی وساطت سے صلح ہوگئی واپس لوٹتے ہوئے نواب بہادر حاکم کڑپہ سے مبلغ بطور نذر حاصل کی اور شایان شان پیش کش مقرر کی وہاں سے وہ کنول کی طرف روانہ ہوئے۔ اور رعایا کو تاخت و تاراج کیا۔ جب بہادر موصوف قلعۂ کنول پر وارد ہوئے منور خان فیل پر سوار ہو کر جنگ پر مستعد ہو گیا۔

چنانچہ جنگ اس کے آگے کھڑی ہوگئی اس زمانہ میں شاہ مسکین مجذوب جو کہ اس کے مرشد تھے اور منور خان مرید و رشید و صادق الیقین تھا اور ان کے ہر حکم پر عمل کرتا تھا انہوں نے اپنی زبان مبارک سے کہا کہ خوش ہو جاؤ تمہارا غنیم یہاں گریز کر جائے گا خان مذکور اس مژدہ سے خوش ہو گیا اور سمجھا کہ فتح یاب ہو جاؤں گا اس کے بعد شاہ مجذوب سر و پا برہنہ ہاتھی پر سوار ہو گئے اور تین چار سو جان باز افغانوں کے ساتھ نواب بہادر کے لشکر کی طرف روانہ ہوئے نواب بھی ہاتھی پر نمودار ہوئے یہ حال دیکھ کر چند اعیان دولت بہادر موصوف سے کہا کہ یہ ضلع اور قلعہ دلی کامل اور قطب واصل کی پناہ میں ہے۔ اس جگہ کی تسخیر کا خیال باعث خلل بلکہ دولت خدا بخش زوال کا سبب ہوسکتا ہے ایسا نہ ہو کہ آپ کو ملال ہو۔ بہتر ہے کہ اس کے ساتھ صلح کر لی جائے بہادر نے یہ بات سن کر اپنے اعیان دولت

سے سوال کیا کہ میر الشکر کسی قطب ولی کی پناہ میں نہیں ہے کیونکہ میں بے پناہ ہوں اس سوال سے سبھی اعیان دولت لاعلاج ہو گئے بعضوں نے سکوت اختیار کیا۔ اور بعضوں نے جواب دیا البتہ ہمارا سارا لشکر اور سرکار زیر پناہ قطب اوتاد ہے تو انہوں نے اگر ایسی بات ہے تو میری حفاظت کرنے والا جو قطب ہے وہ اس جگہ کے قطب سے مقابلہ ومباحثہ کرے گا اور میں کمند دلاوری او پنجہ بہادری سے منور خان کی گردن نخوت مروڑتا ہوں یہ کہتے ہوئے فیل بان سے کہا کہ وہ ہاتھی کو آگے بڑھائے اس نے قلعہ سے چالیس پچاس قدم کی دوری پر ہاتھی لے جا کر کھڑا کیا۔ اتفاقاً شاہ مجذوب موصوف جو بہادر موصوف کے لشکر کے ساتھ مقابلہ و مجادلہ کی نیت سے نکلے تھے یکا یک پلٹ گئے اور قلعہ کے اندر داخل ہو گئے اور خان مذکور سے کہا کہ اے منور بہادر کو کچھ زر دے کر لوٹاؤ میں صرف تمہارے قلعہ کو ان کے حوالے نہیں کرتا۔ پس خان مذکور ان سے ناامید ہو کر وکیل بہادر موصوف کے پاس روانہ کیا۔ اور چرب زبانی اور اظہار دوستی اور ہوا خواہی کرتے ہوئے ایک لاکھ روپے اور سامان ضیافت روانہ کرتے ہوئے ان کے دست قہر سے خلاصی حاصل کی۔ چونکہ نواب بہادر کو اس نواح کے پالیگاروں اور دیگر مقامات کا بندوبست منظور تھا اس لئے انھوں نے یہ پیش کش منظور کر لی اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد منور خان نے اپنے ملک کا بندوبست نظام علی خان ناظم حیدرآباد سے مضبوط کیا۔ اور بہادر موصوف اور مرہٹوں کے غیض وغضب سے چھٹکارہ حاصل کیا اور اس کی پناہ میں بے غل وغش حکومت کرنے لگا مگر پالیگار بار بار شورش برپا کرتے ہوئے اس ملک کو تباہ اس طرف کے دیہاتوں کو تاراج و بے چراغ کرتا رہتا تھا اس نے جاگیر کنول کے چند مواضعات پر قبضہ کر لیا ہے۔

القصہ منور خان اپنی قدر و منزلت گھٹا کر اپنے اوقات گزار رہا ہے سن ۱۲۰۵ھ

1790ء میں نظام الملک کو اپنے بیٹے فولاد جنگ کے ہمراہ انگریزوں کی مدد کے لئے روانہ کیا جو کہ گورنر جنرل ارل کارن والس بہادر امیر الامراء کی قیادت میں سری رنگ پٹن پر حملہ کرنے اور ٹیپو سلطان کو زیر کرنے کے لئے روانہ ہوا تھا۔ منور خان نے ضعف پیری کے سبب اپنے آپ میں سفر کی طاقت نہ پائی اس لئے اس نے ایک لشکر اپنے فرزند الف خان کی قیادت میں بطور کمک روانہ کیا۔ جب ٹیپو سلطان اور انگریزوں کے درمیان صلح ہو گئی تو افواج دار الحکومت کو لوٹ گئیں۔ منور خان اسی سال اجل طبعی سے جان بحق تسلیم ہوا اس نے اکیالیس ۴۱ سال حکومت کی۔

اس کے بعد اس کا بیٹا الف خان پنی جو خلف صدق تھا ناظم حیدرآباد کی اجازت سے اپنے باپ کی جگہ مسند نشین ہوا۔ وہ حالت تحریر تک زمانہ سازی کے ساتھ حکومت کر رہا ہے۔ یہ مرد قابل، خلیق اقارب نواز نیک اور جوان مرد دل ہے اس نے اپنے تمام بھائیوں اور قرابت داروں رفقاء اور قدماء کے ساتھ شائستہ سلوک روا رکھا ہے۔

تاہم سن ۱۲۱۵ھ 1800ء میں کرنل طامس منرو دیوان ادھونی، بلاری، آنے کنڈی، ہر پھن ہلی، نیلکنڈہ، انتپور اور کڑپہ وغیرہ نے ملک مذکور پر قبضہ جمانے کے لئے لشکر کشی کی اور قلعہ کنول کے قریب خیمے گاڑ دیئے۔ خان سعادت مند، ذی ہمت نے اپنے ملک اور دولت کے تاراجی کے خوف سے دولت دین کے حصول کا ارادہ کیا۔ اس نے ایسا کام کیا جو اس سے قبل کسی بھی امراء ذوی الاحتشام نے نہیں کیا تھا۔ جو درج ذیل ہے۔

گیارھویں ربیع الثانی کی رات کو اس نے اپنے علاقہ کے تمام لوگوں کو اپنے بھائیوں اور عزیزوں کو ایک جوڑا سفید لباس کے ساتھ باغ میں جمع کیا اور عبادت اور ورود خوانی میں مشغول کرایا اور خانساماں کو تاکید کی کہ جو کچھ زر د گوہر گراں بہا خلعت فاخرانہ جو

آباد واجداد سے دستہ دستہ میراث میں موجود تھا پیش کرے۔ان بستوں پر اپنی مہر لگا کر حضرت محبوب سبحانیؓ کے نذر کر دی اور اسی وقت موجود مشائخین، صلحاء، مجردان دل آگاہ میں حسن عقیدت سے تقسیم کر دیا اور کچھ زر و سلاح سپاہیوں میں تقسیم کر دیے گئے اس طرح وہ دنیاداری کے سارے اسباب سے خالی ہو گیا اور اس کے پاس دولت عقبیٰ کے سوا کچھ نہ رہا۔ اس درست نیتی اور عقیدت کے سبب اس کا ملک اس پر بحال ہو گیا اور احباء اور اعزہ میں کام روا ہوا۔

غرض اگر چیکہ ملک کا درد بست اس کے ہی قبضہ اقتدار میں رہا لیکن خیر و برکت مفقود ہو گئی ۔اس قوم کی دلاوری اور مردانگی کے درجات دلاؤ دخان اور ہمت بہادر پر ختم ہو گئے ۔اس وقت کوئی شخص دولت وعزم کے لائق نظر نہیں آتا۔البتہ اس کے حسن نیت کے مطابق خیر و برکت ہے۔

شہر کنول ہندوی زبان میں کندنول یعنی باریک وصاف دھاگہ کے ہیں ۔ کیونکہ سفید کپڑے جیسے شیلہ دڈ وریہ وغیرہ اس مقام پر تیار کئے جاتے ہیں۔یہ آبادی سے بھرپور ہے اور اکثر مواضعات زرخیز اور سیر حاصل ہیں۔یہاں کی آب وہوا خوب ومعتدل ہے۔اس سرزمین کی اکثر عورتیں حسن وجمال، لطافت وناز کی میں شہرۂ آفاق ہیں۔والسلام۔

****

اورنگ ہفتم (ساتواں باب)

پالیگاران نواح ہرپن ہلی اوراس جگہ کی بنیاد کا تذکرہ

اس جگہ کی شرح احوال یہ ہے کہ ریاست کشن راج حاکم آنے گنڈی کے دور میں بیدر سے ایک شخص دادریا اپنے بھائی کے ساتھ جسکا نام رنگریا تھا قریۂ باکلی میں جو کہ ہرپن ہلی سے ڈیڑھ فرسنگ کے فاصلہ پر ہے اقامت گزیں تھا۔ اس کا کام ملک اور رعایا کی نگہبانی تھا۔ دونوں بھائی اپنا وقت سیر وشکار میں گزارتے تھے۔

چندروز بعد دادریا شکاری کتوں کے ساتھ بندوقیں لئے ہوئے جنوب کی طرف جہاں ہولناک بیابان اس کی سرحد کے قریب واقع تھا شکار کرتے ہوئے پہنچا۔ اتفاق سے وہاں پر ایک خرگوش شیر غزاں کی طرح نکل کر میدان میں دوڑتا ہوا نظر آیا۔ دادریا نے کتوں کو خرگوش پکڑنے کا حکم دیا۔ خرگوش نے پورے غیض وغضب سے کتے پر حملہ کر دیا اور اسے نہ صرف مار بھاگایا بلکہ اسے اس قدر زخمی کر دیا کہ وہ اسی جگہ ہلاک ہوگیا۔ دادریا اس واقعہ سے حیران و پریشان ہوگیا اور سوچنے لگا کہ خرگوش کو کتے کا شکار ہوتا ہے شکار نے شکاری کو ایک حملہ میں شکار کرلیا اغلب ہے کہ یہ اس سرزمین کی تاثیر ہے۔ بہتر ہے کہ اس جگہ قلعہ تعمیر کیا جائے۔ پس اس نے اس جگہ پر جہاں پر خرگوش کا غار تھا وہاں پر زمین ہموار صاف کر کے ایک جھونپڑی کی بنیاد رکھی اور اس کے اطراف پتھریلی حصار کھینچ کر اسے اپنی اقامت گاہ قرار دیا۔ جس جگہ کتے نے تڑپ کر جان دی تھی وہاں پر ایک مندر کی بنیاد رکھی اور اس میں بندر کی شکل کا بت جسے لوگ ہنومان کہتے ہیں نصب کیا اور اسے اپنی پرستش گاہ قرار دیا۔ چنانچہ بوقت تحریر یہ جھونپڑی سال بسال مرمت کے بعد جوں کے توں موجود

ہے۔

اس نے رفتہ رفتہ قریۂ باکلی میں اقامت ترک کر دی اور قلعہ نو میں جو اس مندر کے اطراف تعمیر کیا گیا تھا رہنے لگا۔ اس کا نام ہر پن ہلی رکھا گیا۔ اب یہ اسی نام سے مشہور ہے اس شہر کے جنوب اور مغرب میں دو تالاب قریب قریب موجود ہیں۔ قلعہ کو بروج اور حصار سنگی سے مضبوط کیا گیا ہے۔

چونکہ نام بر دلاور، قوی بازو اور تیر اندازی میں یگانہ تھا اس لئے اپنی کوشش اور تجربہ کاری سے نام آور ہوا۔

چیتل ورگ کے پالیگار متی تمانا ئنک کو جو بار ہا پالیگار بسوا پٹن تری کرا اور راجہ بدنور سے جنگ آزما ہو کر کبھی کامیاب اور کبھی ناکام رہتا تھا کو داوریاّ کی دلاوری، شجاعت اور صائب تدبیری کی خبر ملی۔ اس نے اس کی قومیت کا پاس نہ کرتے ہوئے نامہ و پیام شروع کیا اور اپنی قوم کے رسوم کے مطابق اپنی دختر کو اس کی زوجیت میں دیدیا جہیز میں تعلقہ ہوچنگی درگ مع دیہات توابع جن کا محصول چھ ہزار ہون سادنوری تھا بطور جاگیر عطا کیا۔

ارقام نویسندوں نے لکھا ہے کہ رام راج کے آخری ایام میں جو اغلب ہے کہ سنہ ۹۶۳ھ م 1555ء ہو داوریاّ نے ہو چنگی درگ پر ایک مضبوط قلعہ تعمیر کروایا اور اسے ہر طرح سے مضبوط کروایا۔ پالیگار متی تمانا ئنک اس وسیلہ سے اور اپنے قوی بازو دلاور با تدبیر داماد کی وجہ اپنے دشمنوں پر ظفریاب اور منصور ہوا۔

غرض داوریاّ نے روز بروز ترقی کی اور پینتالیس سال حکومت کی اور انتقال کر گیا۔ اس کے بعد رنگریاّ نے اس کے بھائی کے مسند راجگی پر راج کیا اور بغیر کسی عذر کے

اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس کی دولت کے کار پردازوں نے ہنمپا نائک بن داوریا کو مسند ریاست پر بٹھایا۔

ہنمپا نائک دلاور منش اور فتح نصیب تھا۔ اس نے اپنی قوم سے کثیر لشکر جمع کیا اور پالیگار ہلکے پر جو کہ قوم بیڈر ہی سے تھا اور صوبہ ساؤنور کا باج گزار تھا، پر حملہ کیا اور اس تعلقہ کے قلعچہ پر محاصرہ کر کے تھوڑی ہی کوشش کے بعد فتح کر لیا۔

جب ناظم ساؤنور نے اپنے باجگوار کی حمایت میں لشکر فراہم کیا تو ہنمپا نائک نے دفع فساد کے لئے ایلچی مع سامان زر نقد و جنس روانہ کئے۔ یہ رقم پالیگار مذکور کے خراج سے دو تین گناہ زیادہ تھی اسنے یہ رقم ناظم ساؤنور کو روانہ کی اور تعلقدار مذکور سے پیشگی وصول کرنے کے لئے جو وہ قوم بیڈر سے حاصل کرتا تھا اس نے دو تعلقوں پر جو کہ صوبہ ادھونی کے تحت تھے حملہ کیا اور ان سے حاصل ہونے والی رقم ادھونی کے صوبیدار کو روانہ کر دی۔ چند دن کے بعد چیتل درگ کے پالیگار مدکیری نائک تقاضائے وقت سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو پسر میسوریہ کہلاتے ہوئے اس کی پناہ میں اطراف کے ملکوں کی تسخیر اور تاراجی پر کمر ہمت باندھی۔

ہنمپا نایک نے غرور قومیت، دلاوری اور وری کے نشہ میں دوسروں کی پناہ تلاش کرتے ہوئے بنگر والا سے رشتہ جوڑا اور اس سے کئی عہد و پیمان کئے، یہاں کے راجہ کا نام بسونا تھا وہ چیتل درگیہ کی غارتیغماء سے سخت تشویش میں تھا اس لئے اس نے ہنمپا نائک کو خلعت، خاصہ کا گھوڑا معہ ساز براق، ہاتھی معہ علم و ساز و نوبت دے کر سرفراز کیا تا کہ اس طرح پالیگار چیتل درگ کو تنبیہ دی جا سکے۔

پالیگار چیتل درگ جو اپنے آپ کو راجہ میسور کا فرزند کہلاتا تھا اور قوم لنگایت

سے، جو گائے کی پرستش کرتی ہے اور لنگ باندھتی ہے، اس نے جنگی ساز وسامان اور عدد سوزی و نبرد آزمائی کے سامان جمع کیے۔ بلپا نائک نے پالیگار درگیہ کو ملک خراب کرنے سے باز رہنے کے لئے کہا۔ اس بات سے دونوں کے درمیان گرچیکہ ہم قوم تھے اور آپس میں رشتہ نسبت رکھتے تھے عداوت جانی پیدا ہوگئی۔ اور دونوں کے درمیان بار ہا جنگ وجدال ہوا۔

اسی دوران رائی درگ کے پالیگار تمپا نائک نے جو کہ قوم تلنگہ سے تعلق رکھتا تھا اور پالیگار درگیہ کی شرارت اور اپنے ملک کی تباہی و بربادی سے خوف کھایا ہوا تھا بلپا نائک سے دوستی پیدا کی اور رزم اور بزم میں ایک ساتھ رہنے لگے۔ اسی سے ہر پن ہلی شہرت تمام رکھتا ہے۔

اس نے نیا قلعہ تعمیر کیا اسکے اردگرد حصار تیار کروائی حضرت ٹیپو سلطان کے حکم سے حصار ڈھادی گئی۔ اسی نے شہر پناہ اور خندق بھی تیار کروائی تھی مگر اسے بھی اس وقت توڑ دیا گیا۔ نیز ہون ہر پن ہلی جو اس نواح میں رائج ہے اسی زمانہ سے رائج ہے اسی زمانے میں ڈھالے گئے۔ یہ اسی کا سکہ ہے۔

قصہ کوتاہ وہ ضبط وربط اور دلاوری کے ساتھ فراہمی اسباب دولت کرتے ہوئے حکومت کرتا رہا۔ پہلے اس نے لنگایت قوم کی ایک عورت سے شادی کی اور اس کے ہاں اولاد بھی پیدا ہوئی تھی۔ لیکن اعیان دولت نے اسے سمجھایا کہ جب تک اپنی ہم قوم سے پسر نہیں ہوگا وہ قائم مقام نہیں ہوسکتا۔ اس بات سے متنبہ ہوکر اس نے پالیگار جرملہ کی دختر سے اپنی قوم کے دستور کے مطابق شادی کی اور آغوش عیش وعشرت گرم کیا۔ یہاں تک اس عورت کے بطن سے بھی ایک فرزند پیدا ہوا۔

اس کے بعد ہنمپا نائیک نے تین سال ملک ومال کے تردد میں گزارے اور آخر

کار مدکیری نایک درگیہ کے ہاتھوں ہسدرگہ کے قریب جو کہ اس زمانے میں جنگل سخت اور غیر آباد تھا ہلاک ہو گیا۔ درگیہ والا نے اس مقام کو ہزیمت گاہ دشمن گردانتے ہوئے خوش ہو کر یہاں پر قلعہ تعمیر کیا اور اسے آباد کیا۔

اس واقعہ کے بعد ہمپا نایک کی ہم قوم عورت کے فرزند بسونت نایک کو پدر کے قاعدے کے مطابق لنگ باندھ کر مسند پر بٹھایا گیا۔

اس زمانہ سے ابتک ان کے درمیان یہ رواج چلا آتا ہے کہ وارث دولت صرف اولاد زنِ قوم بیڈر ہوتی ہے اگر چیکہ قوم لنگایت کی عورتوں سے بھی شادی رچاتے ہیں اور عیش و عشرت میں بسر کرتے ہیں لیکن بہر حالت میں اپنی قوم کی عورتوں سے بھی ہم بستر ہوتے ہیں۔ اگر زن لنگایت سے فرزنداں پیدا ہوں تو انھیں علاحدہ ناز و نعمت اور دولتمندی کے ساتھ پرورش کرتے ہیں اور ان کی قدر و منزلت اور مراتب کے لحاظ سے جاگیریں عطا کرتے ہیں لیکن قائم مقام پدر اور حکومت میں دخیل نہیں ہونے دیتے اگر زن اصل کو پسر نہ ہو تو اپنی ہی قوم کے کسی رشتہ دار کے فرزند کو اس مسند پر بٹھاتے ہیں۔

القصہ جب ملک و دولت بسونت نایک پر قرار پائی تو اس نے اپنے باپ کے ضابطہ کے مطابق نگر والہ سے پرانے مراسم جاری رکھے اور ڈل والے کی لڑکی سے شادی رچائی جو قوم لنگایت سے تھا، اس نے اپنی قوم کی عورت کو ذاوریا کی تعمیر کردہ جھونپڑی میں رکھا تھا۔

چند دن بعد اس نے اپنے پدر کا انتقام لینے کی غرض سے لشکر آراستہ کیا نگر والہ کے مشورہ اور امداد سے موضع مدکی سے ہوتے ہوئے قریہ انکی ہلی پہنچا۔ یہ جگہ پرانے زمانے سے دریائے ہگری کے کنارے آباد ہے۔ یہاں کی آب و ہوا دلکش ہے بسونت

نایک نے اپنے کارپردازوں کو حکم دیا کہ یہاں دو برجی قلعہ تعمیر کریں۔ انہیں اس کام پر متعین کر کے وہ اپنے پدر کی قتل گاہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ اسنے بہدرگڑھ کا محاصرہ کرلیا اور اس کی تسخیر کی ہمت کی اور خود لشکر کے ساتھ شالی پہاڑ پر اقامت گزین ہوا۔ نگر والہ کے لشکر کو جس کی مدد کے لئے آیا ہوا تھا مغرب کی طرف قیام گزیں کیا۔

دونوں (بسونت نایک اور پالیگار چیتل درگ مدکیری نایک) کے درمیان جنگ شروع ہوگئی۔ نائکواڑیوں نے دو ماہ تک مکمل داد مردانگی وجلالت دی اور ہر اس ونا کا ی کو جگہ نہ دی۔ آخرکار درگیہ والہ نے سامان جنگ فراہم کر کے یکایک شبخون مارا اور دونوں لشکروں پر غالب آ گیا۔ چنانچہ اپنے باپ کا انتقام لینے کی غرض سے آنے والا شخص اپنا فیل خاصہ، عماری اور دیگر اسباب خیمہ گاہ میں چھوڑ کر اور کمک کے لئے آنے والے سردار فوج کو چتور، آفتاب گیری اور علم دیکر ناکام لوٹ گیا۔

اسنے سوادانگی بلی میں چند دن قیام کیا۔ وہ بسون کوٹہ نامی قلعچہ میں چند دن مقیم رہا اور اس کی تیاری کے بعد دارالریاست کو لوٹ گیا۔

مدکیری نایک درگ والہ نے اس کے بعد ہرپن ہلی پر حملہ کر کے اسے تباہ و برباد کیا اور بے شمار مال غنیمت ساتھ لے کر بسون کوٹہ پہنچا اور وہاں کی آب و ہوا کو بے حد پسند کرنے کے بعد وہاں پر ایک مستقل قلعچہ پتھر اور مٹی سے تیار کروایا اور یہاں پر تین سو پیادوں پر مشتمل تھانہ مقرر کیا۔

نایک ہرپن ہلی نے مدکیری نایک کو شکست دینے کی بہت کوشش کی مگر بے سود۔ غرض اس نے تیئیس ۲۳ سال تک ملک کا بندوبست کرنے کے بعد حسرت و آہ کے ساتھ انتقال کیا۔ اس کا بیٹا راجہ شوم شنکر بہوپا اس کی جگہ مسند نشین ہوا۔

وہ مرد دلاور شجیع اور سپاہ پرور تھا اس لئے رعب وداب کے ساتھ مخالفین کی سرکوبی کرتا رہا۔

اس نے اپنی قوم کے بارہ ہزار افراد کو منتخب کر کے اپنی فوج میں جمع کرنے کے علاوہ دوسری اقوام جیسے ہندوؤں اور مسلمانوں پر مشتمل پیادہ اور سوار فوج بھی جمع کی۔

اس کے دورِ حکومت میں اس نے درگ والہ پر جس نے ہر پن ہلی اور بہوچنگی درگ پر ایک کثیر جماعت کے ساتھ حملہ کیا تھا۔ ایک کثیر جماعت کے ساتھ حملہ کیا اور شایانِ شان کوشش اور کارہائے نمایاں انجام دیتے ہوئے دشمن کو شکست دی اور درگ والہ کے لشکر کے سردار کا سر قلم کر کے نیزہ کی نوک پر چڑھالیا اور تمام لشکر کو تباہ و تاراج کر دیا۔

اس نے رسوم نان پرورشی (پنشن) مقرر کئے جو کہ ابتک جاری ہیں۔ اسی سبب اس علاقہ کے ملازم چونکہ اہل عیال کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوتے اور ان کی پرورش کی ذمہ داری سرکار کی ہوتی ہے اس لئے جاں نثاری میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے۔ نایک مذکور راجہ شوم شنکر نے تینوں صوبوں یعنی صوبہ دار ادھونی سرا اور ساؤنور میں اپنے وکیلوں کو مقرر کر کے ان علاقوں کی وقوعہ خبروں کو حاصل کرنے کا انتظام کیا اور زرِ پیشکش ہر سال بلا قصور ادا کر کے فارغبال رہا۔ اسی طرح اس نے چھبیس سال تک حکمرانی کی اور انتقال کیا۔

راجہ شوم شنکر کو زن اہل قوم سے فرزند نہیں تھا اس لئے کارپردازوں نے حقیقی بھائی متوفی کے فرزند کو جس کا نام ویربسپا نایک تھا سرداری پر مقرر کیا اور زمامِ حکومت واقتدار اور اختیارِ حل وعقد ملک ولشکر اس کے حوالے کر دیئے۔

شوم شنکر کے ان فرزندوں نے جو زن لنگایت کے بطن سے تھے اس بات پر

رضامند نہیں ہوئے حالانکہ انہیں ان کے حوصلہ اور قدر حال کے مطابق خرچ ماہانہ مقرر کیا گیا تھا۔ اس لئے وہ بغاوت کرتے ہوئے جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ انھوں نے ڈل والہ اور دیگر لوگوں کی مدد سے لشکر آراستہ کر کے تعلقہ ہر پن ہلی کے دیہاتوں پر حملہ کر دیا اور ہوسپیٹ، نارائن کرا اور کوٹور وغیرہ پر قبضہ کر لیا تو ویریسپا نائک نے بھی لشکر فراہم کر کے ان سے مقابلہ اور مجادلہ کیا اور جنگ وجدال کا یہ سلسلہ دس سال تک چلتا رہا۔

بالآخر نایک کامگار نے بے حد کوشش اور قول وقرار کے بعد جاگیر ومنصب ان پر مقرر کرنے کے بعد انہیں بلا کر ان کے ساتھ بے حد لطف اور غایت دولتمندانہ سے کام لیتے ہوئے ان کی دلدہی کی۔ جب ان کے دلوں سے خوف وہراس دور ہو گیا تو ایک دن اچانک جبکہ یہ اجل گرفتہ کسی خیال فاسد اور بدی کے اندیشہ کو دل سے فراموش کر چکے تھے اور بالکل مطمئن تھے قابو پا کر سب کو قتل کرا دیا۔ اور ان کے لواحقین کو مقید کرا کے ماہوار خرچ کے لئے نقدی مقرر کر دیا۔ اس زمانے سے اس قوم ابلق میں دستور خانہ خرابی پیدا ہو گیا۔ پسران زن لنگایت میں سے اگر کوئی بھی قابل ریاست اور دلاور ہوتا تو اسے ناگاہ ناروا مسند نشینوں کی تیغ سے قتل کر دیا جاتا تھا۔

القصہ نایک مذکور چھتیس سال تک کارفرمائی کرنے کے بعد انتقال کر گیا، اس کے بعد اس کا بیٹا بسپا نایک جلوہ گر مسند ہوا۔ اس نے آباواجداد کے قاعدہ کے مطابق ملک ولشکر کا اہتمام کیا اور دستور دادودہش قائم رکھا۔

چند دنوں بعد اس نے چتل درگ کو فتح کرنے کا عزم کیا اور اس عزم کے تحت کوہ ماہی کنڈہ کا جو کہ درگ والہ کے علاقہ میں تھا محاصرہ کر لیا اور اس کی کشائش کی کوشش کی

ہری مدکری نا یک پالیگار چیتل درگ ایک لشکر گراں کے ساتھ روانہ ہوا اس نے حسین دوست خان عرف چندا صاحب نایطہ آرکاٹی جوانہیں دنوں مرہٹوں کی قید سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے بعد چند سواروں اور پیادوں کے ساتھ چیتل درگ آیا ہوا تھا کو اپنے ساتھ ملایا۔اس کی کیفیت اورنگ گیارہ سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

ان دونوں نے جنگ کرنے کی ٹھان لی ان دونوں کے درمیان ماہی کنڈہ کے قریب کارزار سخت اور آویزش نمایاں ہوئیں۔بدقسمتی سے پالیگار درگ مغلوب ہوا اور نایک ہرپن ہلی غالب آگیا اور اس نے اپنا ہاتھی مدکیری نایک کے ہاتھی کے قریب لے جا کر اس کا سر کاٹ لیا اور فتح کا کوس بجاتے ہوئے مظفر منصور قلعہ اور اس کے توابع کو اپنے قبضہ میں کرلیا اور تھانہ روانہ کیا۔

اس جنگ کے دوران چنداصاحب کے فرزند عابد خان اور داماد اشرف علی خان کام آئے۔

نایک منصور نے خویش وبیگانہ کے اتفاق سے چوبیس سال تک حکومت کی اور انتقال کر گیا۔چونکہ اسے اپنی قوم کے زوجہ سے پسر ملک و مال و دولت نہیں تھا اس لئے ریاست کے عہدہ داروں نے اس کے بھائی کے بیٹے کو جو کہ اس کی قوم سے تھا جس کا نام شوم شنکر تھا کو ریاست پر متمکن کیا۔

شوم شنکر نے وارث ملک و مال ہونے کے بعد اپنی قومیت کے لوگوں سے رشتۂ اخوت مضبوط کیا اور ان کی طرفداری کر کے انھیں اپنا مطیع کیا۔چونکہ وہ بے حد دانا، تجربہ کار، صاحب فراست، کم گو بسیار شنو تھا اسلئے خیال عناد وفساد اور جدال وقتال اور غریبوں کو ستانے کا خیال دل سے نکال دیا اور رعیت پروری اور سپاہ نوازی کا طریقہ اختیار کیا جس سے

وہ مشہور زمانہ ہو گیا۔

اسی دوران نواب حیدر علی خان بہادر نے ترقی کی اور نگر اور دیگر علاقوں کی تسخیر کی ٹھانی انھوں نے میسور کے اطراف و جوانب کے پالیگاروں کو زیر کیا اور میر شریف علی خان بسالت جنگ ناظم ادہونی کی عنایت اور اعانت سے صوبہ سرا میں تھانہ قائم کئے ہوئے تھے۔

نامبروہ (شوم شنکر) نے ان کی بہادری اور قوی طالعی کو دیکھ کر نواب کی اطاعت دل میں رکھے ہوئے تھا۔ اس دوران اس کے ایک کارپرداز نے جو کہ معزول ہو چکا تھا اور جس کی نشو نما اس دربار میں ہوئی تھی جو اپنی ترقی کی امید سے اور جو یہاں کی ہر بات سے واقف تھا کسی کو اطلاع دیئے بغیر نواب کے لشکر میں پہنچ کر وینکٹ راؤ کی معرفت سے نواب کی ملازمت میں داخل ہوا اس کے ذمہ اس علاقہ کے عمدہ ملازمین اور پیادوں کی فراہمی سونپی گئی۔ رفتہ رفتہ وہ صاحب نعمتان شوم شنکر کے استیصال کی فکر کرنے لگا۔ اس نے اس دولت کے جزو کل، وہاں کے رسم نیک و بد سے نواب کو آگاہ کیا۔ راجہ دانا شوم شنکر نے اس بات سے واقف ہو کر نواب کا عنایت نامہ پہنچنے سے قبل خود ہی نواب کی فوجوں سے تباہی سے بچنے کے لئے چیتل درگ والہ کی طرح اطاعت قبول کر لی اور درخواست کی کہ مذکورہ کارپرداز کو روانہ کیا جائے تا کہ پیشکش اس کی معرفت روانہ کی جائے۔

نواب نے خوش و خرم ہو کر یہ بات قبول کر لی اور اس کے نام خلعت بحالی اور ملک کی سند عطا کی۔ اس خانہ برانداز اور ایک ایلچی والہ کو جس کا نام ونکٹ نرسو تھا سرکار خدا داد کے کاموں کی نگرانی اور یہاں کے کاموں میں کسی طرح کا قصور نہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔

جب نامبردہ نے راجہ شوم شنکر سے شرف ملاقات حاصل کی اور بحالی ملک مع

خلعت کی سند پیش کی تو راجہ نے چرب زبانی اور ابلہ فریبی سے اسے دلاسہ دلایا اور خلعت کاسہ پدک جو مالہ دردانہ اور کڑی وتوڑی دے کر سرفراز کیا اور کہا کہ میری دولت کا قیام تیرے ہی زرّیں مشوروں پر منحصر ہے تجھ جیسا مدبر اور قدیم نمک خوار کوئی اور نہیں ہے میری حکومت کی باگ ڈور سنبھالو۔

اس بے وقوف نے نادان نوازی کی ان باتوں کو اپنی خاطر داری سمجھ لیا جیسا کہ کہا گیا ہے۔

چوں عدو سرکش بود ز افتادگی تسخیر کرد

شیشہ چوں گردن کشد پیمانہ می باید شدن

(جب عدو سرکش ہوتو اسے چالاکی سے تسخیر کرو جب گرم شیشہ کو کھینچا جاتا ہے تو وہ پیمانہ بن جاتا ہے)

شوم شنکر نے تمام امورِ دولت میں اسے دخیل مطلق العنان بنادیا حتیٰ کہ خلوت جلوت اور محل خاص یعنی زنانہ میں اسے آنے جانے دینے لگا۔ اس کے بغیر اس کا ایک پل بھی نہیں گزرتا تھا۔ اقسام کی غذاؤں اور شربتوں سے کام ودہن کو چاشنی بخشی، جیسا کہ کہا گیا ہے۔

اصل بد از خطا خطا نہ کند

بے وفا باکسی وفا نہ کند

(بد اصل خطا سے خطا نہیں کرتا۔ بے وفا کسی سے وفا نہیں کرتا)

کارپرداز نے علاقہ سرکار کے غرور اور راجہ نیکوکار کی ناز برداری سے جو کہ صرف مصلحت تھی اس علاقہ کے کارکنوں پر ظلم وتعدی کا بازار گرم کر دیا اور دل آزاری اور من مانی

کرنے لگا اس جگہ کی رعایا اس کے ظلم و تعدی سے تنگ آ گئی اور راجہ سے فریاد کرنے لگی۔ راجہ نے انھیں مقتضائے وقت سمجھتے ہوئے حسب حال جواب دیا کہ اگر اس کے عمل پر رضامند ہو تو یہاں رہو ورنہ جہاں کہیں تمھیں امن ملے وہاں چلے جاؤ۔

لہٰذا اس مقام کے علاقہ دار بددل ہو کر آوارہ ہو گئے وہ مردم آزاری، غربا کشی، دل شکنی خاص و عام، زور و تعدی اور علاقہ کی خوبصورت و شکیلہ خواتین پر دست درازی کا مرتکب ہو رہا تھا لیکن ان تمام کے باوصف راجہ کچھ نہیں کہتا تھا بلکہ روز بروز اسے انعامات شائستہ سے نوازتا تھا یہاں تک کہ ایک دن صبح سویرے راجہ نے اپنا خاص گھوڑا بساز طلاء و جواہر کے ساتھ طلب کیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بہت ہی منت سماجت کے ساتھ اسے اس پر سوار کرایا۔ اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا راجہ کو اس بات کا خدشہ پیدا ہو گیا تھا کہ اس کے ظلم سے ملک و مال میں رخنہ پیدا ہو جائے گا۔

راجہ نے دیکھا کہ کار پرداز ہر طرح سے مطمئن ہے اسی دن دس ساعت کو چند لوگوں کو کمین گاہ میں چھپا دیا اور خود مسند آرا ہو کر اسے طلب کیا اور کہا کہ وہ تنہائی میں اس سے کچھ بات کرنا چاہتا ہے راجہ نے اسے اپنے حجرہ کی طرف جہاں اس کا کام تمام کرنے کا پورا انتظام کیا جا چکا تھا اشارہ کیا۔ جیسے ہی وہ نادان اجل گرفتہ اس طرف روانہ ہوا ناگاہ قتل کر دیا گیا۔

اس واقعہ کے بعد راجہ نے مصلحتاً اپنا ہاتھ قلم تراش سے کاٹ لیا اور اسی وقت سرکار کے اپنی والہ (نامہ نویس) کو طلب کیا اور کہا کہ دیکھا اتنی ساری مراعات دینے کے باوجود اور اتنی خاطر داری کے باوصف اس بداصل نے شیوۂ نمک حرامی اختیار کرتے ہوئے میرے قتل کی کوشش کی تاکہ ملک و مال کا خود وارث بن جائے اسی اثناء حاضر وقت

ملازمین نے اس کا کام تمام کردیا ان باتوں سے جیسا کہ تم جانتے ہو شائستہ الفاظ میں حضور کو مطلع کردو۔

اس نے مقتول کے گھر کا جو کچھ سامان جمع تھا منگا کر اپنے توشک خانہ میں داخل کرالیا۔ اپنی رائے کے مطابق اپنے لواحقین کو حفاظت حال کی خاطر راتوں رات خزانہ کے ساتھ نارائن گڑھ کی پہاڑیوں میں جا کر سکونت پذیر ہو گیا۔

جب حضور نواب میں ایلچی والہ کی جانب سے مضمون پہنچا تو انھیں حالات سے واقفیت ہوئی اور کار لازمی اور دقیق فکر کے بعد ملک داری کی خاطر میر فیض اللہ خان ہمت جنگ کو جو کہ صوبہ سرا کے صوبیدار دلاور خان کے داماد تھے ایک لشکر گراں کے ساتھ راجہ مذکور کی تنبیہ اور تسخیر کے لئے رانہ کیا۔

میر فیض اللہ خان دانائی اور کار آگہی میں یکتائے روزگار تھا۔ اگرچہ کہ وہ یلغار کرتے ہوئے پہنچا اور قلعجہ اوجنی اور کتور کا محاصرہ کرلیا اور عبرت نمائی کے لئے سواروں کو دیہاتوں کی تاخت تاراجی پر مقرر کیا تاہم لطائف الحیل اختیار کرتے ہوئے راجہ کو اس مقصد سے آگاہ کروایا جس کے لئے اسے مقرر کیا گیا تھا اور خفیہ طور پر راجہ کو متنبہ کیا۔ راجہ اس بات سے خوفزدہ ہو گیا اور اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نیک نیتی سے خانمذکور کے وسیلہ سے محالیہ اور تیس ہزار روپے جرمانہ ادا کیا اور ازسرنو خلعت معافی اور ملک و مال کی خلعت بحالی سند حاصل کر کے زر پیشکش مقررہ ادا کیا اور جب بھی حضور کو ضرورت محسوس ہوئی دو تین ہزار افراد کمک کے طور پر روانہ کرتا رہا۔ جنگ میں ہمیشہ تر دو شان شائستہ دکھلاتا رہا۔ چتیل درگ کی تسخیر اور بھرمانا یک کی گرفتاری کے بعد اس نے نواب بہادر کی حمایت اور رائے سے ادھونی اور ساؤنور کو پیش کش دینا بند کر دیا اور سرکار خداداد کو دینا

شروع کیا۔ اسنے اکتیس ۳۱ سال یعنی نواب کے تسلط سے قبل بیس سال اوران کے سایۂ اقبال میں گیارہ سال بسر کئے۔ اور گزر گیا نواب کو جب اس کی موت کی خبر ملی تو بے حد افسوس کیا اور اس کے فرزند کو جس کا نام بسپا نا یک تھا مسند پر متمکن کیا۔ اور تین لاکھ ہون ہر پن ہلی اس پر چھوڑ کر باقی ملک جس کا محصول ڈیڑھ لاکھ تھا اور جو اس کے آباء اوجداد کے تصرف میں تھا داخل سرکار خداداد کرلیا۔

مہم آرٹ کے دوران راجہ کے ملازمین میں سے چہار ہزار پیادے اور تین سو سوار نواب کی ہمرکابی میں موجود تھے۔ ان لوگوں سے اکثر اوقات کوشش بے کراں ظاہر ہوئی۔ نواب نے نرمی گرمی سے ان کی پرورش کی۔

نواب کے انتقال کے بعد ٹیپو سلطان کے عہد و دولت میں ادھونی کی مہم میں اگر چہ کہ راجہ بسپا نایک کو حضور میں طلب کیا گیا لیکن ضروری موانعات کی وجہ سے وہ حاضر خدمت نہ ہو سکا تاہم اس نے ایک شائستہ جماعت حسب قاعدہ روانہ کردی تھی۔ مرہٹوں کے ساتھ صلح کے تقرر کے بعد جب ٹیپو سلطان نے مراجعت کی اور کوپل کی راہ سے دریائے تنگ بھدرا عبور کر کے آنے گنڈی کی طرف روانہ ہوئے تو راجہ نے فرصت پا کر ملازمت میں حاضر لشکر ہوا۔ وہ مجراء کے انتظار میں تھا کہ چند معاندان دولت نے جو ایسے ہی وقت کے منتظر تھے حضرت ٹیپو سلطان سے کہا کہ یہ شخص جو پہلے حاضر خدمت نہیں ہوا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ وہ خفیہ طور پر مرہٹوں سے ملا ہوا تھا اور دولت خداداد کے زوال کا خواہاں ہے۔ ان لوگوں نے آنحضور کے سینۂ صفا گنجینہ کو کینہ سے بھر دیا اور سنہ ۱۲۰۰ھ 1785ء میں جبکہ اسنے تیس سال ریاست کی تھی شب کے وقت فوجیں روانہ کر کے اس کی پوری جماعت کیساتھ اس پر حملہ کروادیا اسی وقت قلعہ ہرپن ہلی اور ہوچنگی

درگ وغیرہ میں ہری داس پنڈت کی سرکردگی میں تھانہ روانہ کر کے اس علاقہ کا سارا بندبست اپنے قبضہ میں کرلیا۔

گرفتار شدہ راجہ بسپا نائیک کو مع اہل وعیال اور اطفال کے بنگلور کے قلعہ کو روانہ کردیا۔ اس کا سارا اسباب دولت جو اس نے چند سال سے جمع کرر کھے تھے جسمیں جواہر نقد زر اور جنس ونفیس شامل تھے داخل توشک خانہ کر لئے گئے۔

اسی دوران اس کے بیمار بھائی نے جو کہ اس موقع پر ایک گاؤں میں قیام کیے ہوئے تھا راتوں رات دریائے تنگ بھدرا عبور کرتے ہوئے ڈمل دالہ کی پناہ حاصل کی اور اپنے جان ومال اور اعیال واطفال کی امان حاصل کی۔

راجہ شوم شنکر جو اس وقت وارث ریاست ہے راجہ محبوس کا برادرزادہ ہے جو اپنے باپ کے ساتھ تھا لیکن اس نے اس جگہ پر سکونت اختیار کرنا مناسب نہ سمجھتے ہوئے باپ سے جدا ہو کر ناظم مرچ پرسرام بھاؤ مرہٹہ کی پناہ حاصل کی اور خدا تعالیٰ سے اپنی ریاست کی وراثت کی بحالی کی دعا کرنے لگا۔

مرہٹہ ارل کارنوالس بہادر امیر الامراء انگریزی نے انگریز سپہ سالاروں کے ساتھ نظام الملک اور رئیس مرہٹہ کے اتفاق سے ٹیپو سلطان کی قلمرو کی تسخیر کا عزم کیا اور لشکر کشی کرتے ہوئے ایک انبوہ کثیر کے ساتھ حصار بنگلور کھولنے کی کوشش کی۔ ٹیپو سلطان کے حکم سے راجہ امیر بسپا نائیک اور اس کے تمام علائقین کو اس وقت قتل کر دیا گیا۔

امیر الامراء موصوف کارنوالس قلعہ بنگلور کی فتح کے بعد قلعہ سری رنگ پٹن کی طرف متوجہ ہوا۔ ناظم مرچ جو دونوں سرکاروں کا شریک رزم وبزم تھا اس صوبہ کے مکانات فتح کرنے میں مشغول ہو گیا۔ جب وہ ہرپن ہلی کی راہ سے گزرا تو اس نے اسی شوم شنکر کو وہا

ں کا حاکم بنادیا اور آگے بڑھ گیا۔

جب سلطان اور تینوں سرکاروں کے درمیان صلح ہوگئی تو راجہ کے تعلقات سابقہ دستور کے مطابق سرکار خداداد میں شامل ہوگئے۔ دریائے تنگ بھدرا کے اس طرف کا ملک مرہٹوں کے تصرف میں چلا گیا راجہ مذکور شوم شنکر نے غضب سلطانی کے خوف میں اپنی دارالریاست میں قیام کرنا مناسب نہ سمجھتے ہوئے دریائے تنگ بھدرا کے اس طرف ڈل کے علاقہ میں پناہ لی۔

اسی دوران ایک شخص نے فرصت وقت کو مغتنم گردانتے ہوئے بغاوت کردی۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ وہ ہرپن ہلی کے خاندان کا یک فرد تھا جسے ٹیپو سلطان کے حکم سے چتیل درگ میں قید رکھا گیا تھا۔ وہ قید سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا اور اسے اپنے آپ کو فرزند مقتول بسپا نایک کے نام سے پکارنا شروع کیا سرداری کی ہوس میں اس نے قوم بیدڑ کے چار ہزار افراد جمع کر کے چتیل درگ اور کوٹور کو فتح کر کے کامرانی کرنے لگا اور جنگ کے لئے مستعد ہوگیا چتیل درگ کے آصف سید محمد خان اور فوج دار دولت خان نے ان حالات سے حضور کو واقف کراتے ہوئے لکھا کہ ایک اجنبی بے پایہ شخص ہرپن ہلی وغیرہ کی ریاست کی ہوس سے اس طرح نواح کے بیڈروں کی اعانت سے کامیاب ہورہا ہے سلطان نے اس واقعہ سے واقف ہوکر قمرالدین خان کی سرکردگی میں ایک گراں فوج روانہ کی تا کہ اس علاقہ کا بندوبست ہوسکے اور شخص کو معقول سزادی جاسکے۔

قمرالدین خان یلغار کرتے ہوئے پہنچے اور انہوں نے پہلے قلعچہ کوٹور کو جنگ اور یورش کرتے ہوئے حاصل کیا اور پھر ہوچنگی درگ کا محاصرہ کر لیا۔ شخص مذکور دو ہزار بیڈروں کی جماعت سے پہاڑ پر دستہ قائم کر کے تردشایان کرتے ہوئے ایک ہفتہ تک

جنگ کرتا رہا۔خان موصوف نے اس قوم بے پایہ کی جلادت اور مردانگی پر خشمناک ہوکر یورش کا حکم دیا اگر چہ کے خودان کے زانوں میں تیر تفنگ کا زخم آیا۔لیکن انہوں نے اس کی پرواہ کئے بغیر پوری دلاوری کے ساتھ پہاڑ پر چڑھ کر پہاڑ کے برج دوبارہ پر قبضہ کرلیا اور محصورین منتشر ہوکر چاروں طرف فرار ہو گئے۔شوم شنکر کے چار یا پانچ سو سپاہی قید ہوئے۔ قمرالدین خان نے حضور کے حکم سے اسیروں میں سے عبرت کی خاطر چند کے دست و بازو کاٹ دیئے اور بعضوں کے آلت مردمی معہ انثین کاٹ دیئے۔اس پہاڑ کے قلعہ اور ہر پن ہلی وغیرہ کے قلعوں کو توڑ پھوڑ دیا گیا۔

سنہ ۱۲۱۳ ہجری م 1799ء تک ملک ہر پن ہلی کا بندوبست آصفان سرکار خدا داد کے قبضہ میں رہا۔ اس کے بعد انگریز سپہ سالار جنرل ہارس نے سری رنگپٹن کی تسخیر کے عزم سے حملہ کیا اور کامیاب رہا۔سلطان شہید ہو گئے۔

شوم شنکر نے موقع پا کر فوج فراہم کی اور اپنے ملک کو جا کر اپنی دارالریاست پر شب خون مارا۔ اس وقت وہاں کا آصف میر صادق کا ہمشیرہ زادہ میر حسین علی تھا۔وہ وہاں سے نکل کر چیتل درگ پہنچا۔راجہ مذکور نے نارائن کرہ میں اقامت اختیار کی اور اپنے ملک کا انتظام کرنے لگا۔

جب جنرل موصوف (ہارس) اور پورنیا زنار دار دیوان ملک میسور اس صوبہ کی طرف متوجہ ہوئے تو راجہ شوم شنکر نے ان سے رجوع ہوکر عرض حال کیا اور اپنی دولت خواہی کی درخواست کی۔ پورنیا کی تجویز پر تعلقہ ہوسپیٹ اور نارائن کراجن کے محاصل پچیس ہزار ہون ہر پن ہلی ہیں جاگیر میں دے گئے۔کچھ وقت بعد یہ تمام علاقہ داخل سرکار نظام الدولہ ہوگیا۔یہی دو تعلقہ راجہ پر بحال کر دیئے گئے۔

ہر پن ہلی بیابانی علاقہ ہے آب وہوا خوب گرم ہے اور یہاں کا پانی سرد وتر ہے۔ یہاں سے دریائے تنگ بھدرا دس فرسنگ ہے۔ اس کے اطراف کچھ فاصلہ پر بیابان سخت اور زمین نشیب وفراز ہے۔ یہ سارا علاقہ خونخوار شیروں کا مسکن ہے چنانچہ اس طرف آنے جانے والے شیروں کا لقمہ ہو جاتے ہیں اس علاقہ کی سبھی رعایا سپاہی پیشہ دلیر اور سفاک ہے

۔

****

اورنگ ہشتم (آٹھواں باب)

رای درگ کی بنیاد اور اس کے حاکموں کی کیفیت

یہاں کی کیفیت یہ ہے کہ ہری چند رائل کے دور میں یعنی انداز ۷۷۳ھ م1370ء میں بہوپت راؤ اس سمت نامزد ہو کر کوہستان کی طرف آیا اور قلعہ کی تعمیر شروع کی۔ تین چار پہاڑیوں پر مٹی کا حصار برج و بارہ کے ساتھ تعمیر کروایا اور اس کا نام رای درگ رکھا۔ اس نے درمیانی پہاڑ پر جو کے سب سے پست اور وسیع تھا اور جہاں کی آب وہوا بہتر تھی عمارت تعمیر کروا کر اسے اپنی اقامت گاہ قرار دیا۔

اگرچہ کے سلسلہ کوہ تین چار فرسنگ جر ہی ہے لیکن اس کا درمیانی حصہ ہولناک بیابان میں واقع ہے اور شیروں کا مسکن ہے جس کی وجہ سے رہزن اور حرامیوں کی جائے پناہ بنا ہوا ہے۔ اس کی مشرق میں میدان ہے اور اکثر مقامات پر کھجور کے باغات اور پہاڑیاں ہیں۔ مغرب میں تین فرسنگ تک پہاڑی سلسلہ اور سخت جنگل اور چیتل درگ کی سرحد ہے آب وہوا گرم وخشک اور میٹھا پانی کم ہے۔

راؤ مذکور نے ناچیز پہاڑ کو اپنا دارلمقر بنایا اور نام آوری اور ترقی دولت کی حسرت میں گزر گیا۔ اس قلعہ اور معمورہ کی حراست بیس سال بعد اس کے فرزند سری پت رایا کے قبضہ میں آئے۔ اس کے بعد یہاں پر کشن راج کے عہد تک اس کی اولاد ہی حکومت کرتی رہی اور اس نواح کی آبادی بڑھانے کی کوشش کرتی رہی۔

جب راجہ موصوف ملک گیری کے عزم اور اپنے محروسہ علاقوں کے دریافت حال کے لئے نکلا یہاں کے حالت کا بندوبست کرنے اور رعایا کے حال پر غور کرنے کے بعد

درگ مذکور میں جا کر قیام کیا۔ اپنے کار پردازوں کی التماس پر سنہ نو سو تیئس ۹۲۳ھ میں تعلقہ معہ قلعہ چمن چاپ نائک کے حوالے کر دیا جو کہ قوم بیڈر سے تھا اور رائل کا بھائی تھا وہ اپنی دانائی اور کار آموزدگی کے لئے مشہور تھا اور اس نے دولت خواہی کے لئے کئی کار ہائے نمایاں کئے تھے اس کی پرورش رایل کو مقصود تھی۔ اس کے بعد سے قلعہ اور اس کے توابع قوم بیڈر کے تصرف میں آ گئے۔

نامبردہ (چمن چاپ نائک) نے قلعہ کوہ کو جو مٹی سے بنا ہوا تھا تڑوا کر اسے پتھر اور گچ سے تعمیر کروایا۔ اس نے درست آئین کے ساتھ پینتالیس ۴۵ تک حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا چھوٹا بھائی بلی چاپ نائک اس حکومت پر متمکن ہوا اور درست آئین کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔

اس علاقہ کی سلامت روی کا قاعدہ یہ تھا کہ سال کے آخر میں ایک بار دسہرہ کے دوران جو کے ہندوؤں کی ایک بڑی عید ہے نذر و تحایف جو کہ اس سرزمین پر دستیاب ہوتے ہیں انہیں لے کر اپنے تعلقات کو جاتے ہیں اور باریاب ہو کر مجرا و نمسکار اور ڈنڈوٹ کر کے انہیں گزارتے ہیں اور خلعت و پان قشقہ اطاعت حاصل کر کے واپس لوٹتے ہیں۔ جنگ کے موقع پر اپنے لشکر کے ساتھ حضور میں حاضر ہوتے۔ نامبرد (بلی چاپ نائک) بھی اسی ضبط و ربط کے ساتھ سینسٹھ ٦٧ سال حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا۔ چونکہ اس کے اولاد قابل حکومت و ریاست نہیں تھی اور اپنا وقت اوباش منشوں کے ساتھ گزارتے تھے۔ اس لئے کہا گیا ہے۔

ہر کہنہ گدائے کہ تو نگر گردد

تا چہل سال از و بوی گدائی نہ رود

پس نائک متوفی کی بیوی نے اپنے چچازاد بھائی کے بیٹے کو جسکا نام بولی نائک تھا شوہر کا قائم مقام بنایا۔ نامبردہ نے چند سال اسی آئین کے ساتھ حکومت کی اور یلتمراج کے ساتھ جسے کہ رام راجہ کے قتل کے بعد بادشاہانِ اسلام کے وسیلہ سے حکومت بیجی نگر پر نامزد کیا گیا تھا سے رجوع ہوا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ سری مل راج سے مل گیا۔ اس کے بعد یہ سارا علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا اور اسے رونقِ ورواج تازہ حاصل ہوا۔

نائک مذکور رن دولہ خان امیر الامراء بیجاپور کی فوج کشی کے بعد ناظم سرا سے مطیع ہو کر بارہ ہزار روپے پیش کش بلاعذر پہنچانے لگا۔ اسی دوران چیتل ورگ والے اور نائیک مذکور (بولی نائیک) کے درمیان سررشتہ مناسبت وصہرات مضبوط ہوا۔ چنانچہ ان دونوں کے درمیان پسران اور دختران کی شادی ایک دیگر کے ساتھ ہوئی اور اتفاق ویک دلی کے ساتھ گزارنے لگے۔ اس طرح اس نے پچیس سال حکومت کی تھی کہ مسلی کونٹی نایڑ بن کستوری نایڑ جو قوم تلنگہ سے اور تعلقہ کندرپی کا پالیگار تھا وہاں وارد ہوا۔

چونکہ مسلی کونٹی نایڑ کے حالات کا تذکرہ ضروری ہے اس لئے بیان کر رہا ہوں۔ یہ بات مخفی نہ ہو کہ رنگ رایل حاکم پنوکنڈہ جو کہ حاکم بیجی نگر کے بھائیوں میں سے ایک تھا ایک ہندو نژاد رقاصہ جو حسن و جمال میں یکتا تھی رکھے ہوئے تھا۔ اس نے اسے دوشیزگی کے دور ہی سے اپنی ہمبستری کے لئے پسند کر کے اسے اپنے مکان میں رکھ چھوڑا تھا۔ اس کے بطن سے ایک بیٹی پیدا ہوئی تھی۔ جب یہ لڑکی جوان ہوئی تو اس کی ماں کو اس کی شادی کتخدائی کی فکر دامن گیر ہوئی اور ہر ایک سے ایک داماد بہم پہنچانے کی درخواست کرنے لگی۔ اس علاقہ کے اکثر لوگ رقاصہ کے نام سے ننگ کرتے ہوئے اس بات پر رضامند نہیں ہوتے تھے۔

اسی تردد کے دوران ایک برہمن جو قوم آچاری سے تعلق رکھتا تھا بھیک کی خاطر کر نا ٹک پایان گھاٹ پہنچا اور ایک دن رقاصہ مذکور کے دروازہ پر پہنچ کر اس نے سوال کیا۔ عورت نے مروت مدارات سے پیش آتے ہوئے اسے اندر طلب کیا اور اس پر اپنا مطلب ظاہر کیا اور جاگیرات وانعامات دینے کا وعدہ کرتے ہوئے کسی بھی قوم کا ایک داماد بہم پہنچانے کی درخواست کی۔ برہمن مذکور ملک و مال وانعام کی ہوس میں وہاں سے لوٹا اور رفتہ رفتہ چندا گیری کی طرف جو کہ تروپتی سے چار کروہ کی دوری پر واقع ہے پہنچا یہاں پر نرسمہا رایل کی اولاد میں سے ایک شخص حکمران تھا۔ اس راجہ کے یہاں تلنگہ قوم کا ایک نوجوان جو نیک سیرت وصورت تھا نوکر تھا۔ اس نوجوان کا نام کستوری تھا۔ برہمن مذکور نے اس سے مفصل کیفیت بیان کی۔ نوجوان ملک و مال کی ہوس میں اس بات پر رضامند ہو گیا اور وہاں سے رخصت لے کر برہمن کے ساتھ پنو کنڈہ پہنچا۔

جب رقاصہ اس بات سے واقف ہوئی تو اس نے بلا توقف نوجوان کو محل میں طلب کیا اسے دیکھا اور اس کے حسن و کردار کو بے حد پسند کرنے کے بعد اپنے شوہر کو اس بات کی اطلاع دی چند دنوں بعد اپنی لڑکی کی شادی اس نوجوان سے کر دی۔ وہ اپنے داماد کو اپنی جان کے برابر گردانے لگا۔

اس علاقہ سے اہل کار نوجوان مذکور کی تعظیم وتکریم نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ رقاصہ کا داماد تھا۔ یہ بات نوجوان کو بے حد ناگوار گزری۔ اس نے اس بات کی شکایت اپنی بیوی اور خوش دامن کے سامنے رکھی اور کہا کہ اعلیٰ اور ادنیٰ کی جانب سے اہانت سے تو بہتر ہے کہ میں کاشی چلا جاؤں۔ خوش دامن نے پریشان ہو کر رنجش دور کرنے کے لئے اس بات کی شکایت راجہ سے کی راجہ چونکہ اس کے عنبرین زلفوں میں بندھا ہوا اور اس کی جادو بھری

آنکھوں میں گرفتار تھا اس لئے اس جگہ اضطرابی سے نکلا اور کہا کہ میں تمام اعیان کو حکم دیتا ہوں کہ اس کی تعظیم کریں۔ بس دوسرے ہی دن اس نے تمام عہدہ داران دولت اور کار پردازوں کو دیوان خاص میں جمع کر کے اسے تعظیم کرنے کا حکم دیا۔ اس قوم کے اشراف نے طوعاً و کرہاً اس کے حکم پر تھوڑا سا سر کو ہلایا۔ اور اکثروں نے اس حکم سے اغماض کرتے ہوئے کوئی حرکت نہ کی اس طور کو دیکھ کر وہ پہلے سے کہیں زیادہ خفیف ہوا۔ اور آزردہ خاطر ہو کر مکان کو لوٹ گیا اور دل برداشتہ ہو کر بستر ناکامی پر لیٹتے ہوئے کھانے پانی سے ہاتھ روک لیا اور عیش و نشاط سے منہ پھیر لیا۔ اس کی بیوی نے بہر طور گرم جوشی اور ہم آغوشی واختلاط کیا مگر اس نے ایک آہ سرد بھرتے ہوئے آغوشی سے انکار کرتے ہوئے بے نشاطی کرنے لگا۔ شوہر کی اس گراں جانی سے وہ پریشان ہوگئی اور ماں کے آگے جا کر رونے لگی اور کہا کہ میرا شوہر مجھے بیوہ بنانے پر تلا ہوا ہے۔ ماں روتی ہوئی باپ کے پاس پہنچی اور فریاد کرنے لگی کہ میرا داماد ہاتھ سے جانے لگا ہے۔ ایسی حالت میں میری اور میری دختر کی زندگی بے کار ہو جائے گی۔ راجہ نے اس کی دلداری کرتے ہوئے کہا خوش ہو جاؤ میں سر دربار اس کی دلداری کرواؤنگا۔ اسکے لئے خود سرو قد کھڑا ہو جاؤنگا۔ اس قرارداد کے مطابق دوسرے دن بر سر عام اہالی موالی کو جمع کر کے داماد آزردہ خاطر کو طلب کیا اور جب وہ روبرو پہنچا تو اُٹھ کر داماد کو ہاتھ تھامتے ہوئے اسے اپنے بازو میں بٹھالیا اس بات سے ادنیٰ و اعلیٰ سبھی اس بات پر مجبور ہو گئے کہ اُٹھ کر تعظیم کریں۔ لیکن چند ارا کین عمدہ جو اس نیچ حرکت سے خوش نہیں تھے نوکری چھوڑ کر رخصت ہو گئے اور کچھ لوگ زمانہ سازی کرتے ہوئے اس عمل پر رضا مند ہو گئے اور اپنا کام انجام دینے لگے۔ داماد اس عمل سے خوش و خرم ہو گیا اور بعیش و آرام بسر کرنے لگا۔

اسی زمانہ میں رن دولہ خان امیر الامراء بیجاپور ایک گراں لشکر کے ساتھ اس علاقہ کے بندوبست اور مکانات و قلعجات کے سرکش راجوں اور پالیگاروں کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا۔ انھوں نے پنوکنڈہ کا محاصرہ کرلیا۔ یہاں کے راجہ نے یہاں پر قیام کرنا مناسب سمجھتے ہوئے داماد کو اپنے سامنے بٹھا کر کہتر و مہتر کے آگے مسند آرا کیا۔ اور قلعہ و توابعش اور محافظین اور مہر خاص خود اس کے حوالے کیا اسے کستوری نایڑ کے نام سے خطاب کرتے ہوئے خود رائے ویلور کی جانب جو کہ قلب دریائے پایان گھاٹ میں موجود ہے روانہ ہو گیا۔

جب کستوری نایڑ کو بلند مرتبہ ملا تو وہ مردانگی اور دلاوری سے کوشش کرتے ہوئے چھ سال تک قلعہ کے اندر محصور ہو کر سعی کرتا رہا لیکن بالآخر اس پر خوف شمشیر اسلامیاں طاری ہو گیا اور خفقان کے مرض میں مبتلا ہو کر جان بحق ہو گیا۔ اس کا بیٹا مسلی کونئی نایڑ جس کی عمر چودہ سال تھی مسند پدر پر متمکن ہوا۔ اس نے بھی اعیان دولت اور سپاہیوں کا دل خوش کر دیا۔ اس نے بھی دو سال تک جنگ جاری رکھی۔ آخر کار سردار لشکر اسلام نے دیکھ کر کہ جنگ طول پکڑ رہی ہے اور قلعہ فتح کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی ہے، دقیق فکر کے بعد نایڑ مذکور کو لکھا کہ اگر تم یہ قلعہ میرے حوالے کردو تو میں اس کے عوض کندر پی کی سند مع توابعین کے جو تیری اور تیری اولاد کی کفالت کے لئے کافی ہونگے عطا کرتا ہوں۔

مسلی کونئی نایڑ نے اس بات کو غنیمت جانتے ہوئے رضامندی ظاہر کی اور کندر پی کی سند حاصل کرلی۔ سردار اسلام نے قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ نایڑ نے محل مذکور کو مستحکم کیا اور راجگی اختیار کی اس نے کثیر لشکر جمع کیا اور روز بروز ترقی کی اور ملک گیری کرتے ہوئے رای درگ تک پہنچ گیا اور اس پر لشکر کشی کی درگ کے نایک نے ہراساں ہو کر دریافت کیا کہ آخر اس جگہ آنے کا سبب کیا ہے۔ نایڑ نے جواب دیا کہ کچھ کام کے سلسلہ میں یہاں آیا ہوں اور

یہاں سے چندر گیری چلا جاؤ نگا۔ یہاں دو چار دن قیام کرونگا۔ نا یک مذکور نے جو عقل و دانش سے بے بہرہ تھا سمجھا کہ غالبا کار پردازان اس سے خفیہ شازش کیئے ہوئے ہیں اس شک کی بنیاد پر اس نے فتنہ کو بیدار کیا اور لشکر طلب کر کے بلا تامل اور بے دریافت سبھی کار پردازوں اور ارکان دولت پر ظلم ڈھانے لگا۔ بعضوں کو قتل کر دیا اور بعضوں کو قید کر دیا بلکہ سارا نظام کو زیروزبر کر دیا اس لئے اس کا نام ہری بول نا یک مشہور ہو گیا۔ جب ارکان دولت نے دیکھا کہ ان کے جان و مال تلف ہو رہے ہیں تو انھیں سخت اندیشہ لاحق ہو گیا اور اپنی جان کیلئے ترسنے لگے۔ نایڑ مذکور کو جو اسی وقت کا منتظر تھا بالاتفاق خفیہ طور پر پیغام روانہ کیا کہ یہاں کا نا یک پاگل ہو گیا ہے اور قتل غارتگری خلق اللہ پر کمر بستہ ہو گیا ہے اور ہم سب اور اپنی ناموس سامی کی حفاظت میں آنا چاہتے ہیں اگر ریاست کی ہوس ہو تو بے خوف و خطر چھوٹی سی جماعت کے ساتھ اندر چلے آیئے۔

راجہ کے سبھی نوکر پیشہ وخوش باش اور دولت کے قدیم دولت خواہ سبھی آپ کی آمد کو مغتنم سمجھیں گے نایڑ نے اس موقع کو مغتنم سمجھتے ہوئے چند ساتھیوں کے ساتھ نا یک سے ملاقات کے لئے روانہ ہو گیا اور بغیر کسی مزاحمت اور ممانعت کے قلعہ پر معہ ساز و سامان قبضہ کر لیا۔ نا یک دیوانہ کو قید کر کے کندر پی کو روانہ کر دیا بس اسی زمانہ سے ورگ صدر راجہائی بلجیوار تلنگہ کے قبضہ میں آ گیا۔ نا یک نے اس مقام کو مستقر راجگی مقرر کیا اور اپنے تابعین کو محل مذکور (کندر پی) سے بلا کر ملک رانی کرنے لگا۔ ملنا سوامی نامی ایک اشراف قوم تلنگہ کی دختر سے شادی رچا کر اس کے نام دیوانی مقرر کر دی چنانچہ وہ آئین کے ساتھ دادگستری کرنے لگا۔

یہ بات مخفی نہ ہو کہ تلنگہ کے راجوں میں یہی رسم و آئین ہے کہ پردھان یعنی مدار المہام اپنی

بیوی کا باپ (سسر) ہوتا ہے اور امور دولت کے سبھی مقدمات اور ملک و لشکر کا بندوبست، صلاح و صلح جنگ اسی سے متعلق ہوتے ہیں مسند نشین صرف عیش وعشرت اور سیر و شکار میں اس کی صوا بدید پر وقت گزارتا ہے۔

غرض نایڑ مذکور بھی اس دستور پر عمل کرنے لگا اسی دوران پالیگار چتیل درگ نے اپنے نسبتی برادر یعنی بول نایک کا انتقام لینے کیلئے آلات حرب وضرب جمع کرنے لگا اور حملہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ چونکہ نایڑ مذکور جوانمرد تھا اس لئے مقابلہ کے لئے نکل آیا اور اس کی فوج کو ایک ہی شبخوں میں شکست دیدی۔ اسی زمانہ سے یہ قتل وخون کا بازار چلنے لگا یہ سلسلہ سال بسال چلتا رہا۔

نایک درگیہ نے کوہ ملکال مڑو پر جو کہ رائی درگ کے تین کروہ کی دوری پر ایک وحشت ناک مقام ہے اور جہاں پر ایک قریہ چند مکانات کے ساتھ آباد تھا پتھریلی حصار کھینچ کر اس پہاڑی کے دامن میں آباد کیا اس کے اطراف ایک دیوار بنا کر اسے مضبوط کیا اور اپنے ایک بھائی کو چھ سات ہزار پیادوں کے ساتھ یہاں متعین کیا۔ وہ بار بار نایڑ کے ملک پر حملہ کرتا رہا اور ملک تباہ کرتا رہا۔

مسلی کونٹی نایڑ نے اس کی بار بار کی حملہ آوری سے تنگ آ کر ہر پن ہلی کے پالیگار بسپا نایک سے دوستی کی اور اس کی حمایت میں آسودہ ہوا۔ اس نے چھبیس سال حکومت کی اور ایک بیماری کے سبب فوت ہو گیا اس کا بیٹا ونکٹ پتی اس کی جگہ متمکن ہوا۔ اس نے اپنے آباد واجداد کے برخلاف کیشو اچاری نام کے ایک برہمن کو اپنا دیوان مقرر کیا وہ خود آرام طلب اور نفس پرست تھا اس لئے عیش وعشرت بازی میں مشغول رہنے لگا۔ اسی دوران چتیل درگ والہ نے فوج کشی کی اور چند دیہات اور مواضعات کو غارت کر دیا۔ اس نے

قلعہ کی کشاکش کی کوشش کی۔ نایڑ آرام طلب نے اپنے دلوائی یعنی پردھان کی سرداری میں فوج آراستہ کی اور اس بات کی اطلاع ہرپن ہلی کے راجہ کو دی اور اس سے مدد کا طلب گار ہوا۔

بسپا نایک ایک لشکر گراں کے ساتھ سیر و شکار کے بہانہ سے ہوچنگی درگ کی طرف روانہ ہوا اور چتیل درگ سے متعلقہ دیہات بسون کوٹہ اور انجی وغیرہ پر حملہ کر کے مویشی وغیرہ طلب کئے اور اکثر رعایا کے مکانات خراب اور برباد کر دیئے۔

جب نایک درگ کو ان حالات کی اطلاع ملی تو ہم قوم دشمن سے جو کہ دلاور تھا خوفزدہ ہو کر اپنے عزم سے باز آ گیا اور اپنے مقام کو لوٹ گیا۔ ونکٹ پتی نایڑ مذکور اپنی جگہ آسودہ ہو گیا اور اسی تردد میں تیس ۲۳ سال حکومت کرنے کے بعد کسی مرض میں مبتلا ہو کر انتقال کر گیا۔

اس کا بیٹا پدہ تمیا نایڑ مسند حکومت پر مقرر ہوا۔ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ نایڑ مذکور قوی جثہ تھا اور اس قدر موٹا تھا کہ دوسروں کی مدد کے بغیر پہلو بدلنا بھی مشکل تھا۔ جس دن صبحدم اپنے آپ بستر سے اٹھ جاتا تھا اس دن شکرانہ کی شکر بانٹتا تھا اس کے کارپرداز دانا اور کار آزمودہ تھے۔ اس کے دور حکومت میں کارخانوں کا بندوبست بے حد اچھا تھا۔ چنانچہ لشکر جمع کر کے ملک گیری کے عزم سے نکلا۔ انہوں نے راجہ کو بھی ہاتھی پر سوار کر کے آلات حرب وضرب سے آراستہ کر کے شمال کی طرف قلعچہ ہریال پر جو کہ اس ملک کا ضمیمہ تھا قیام کیا۔ یہاں سے اس نے محل موکا پر جو کہ دریائے ہکری پر واقع ہے جو تیتیس ۳۳ مواضعات پر مشتمل سرکار ادھونی سے متعلق ہے، حملہ کیا۔ یہاں کے قلعدار نے قرار معاہدہ کے بعد قلعہ نایڑ مذکور کے ارکان دولت کی ابلہ فریبی سے متاثر ہو کر بے جنگ حوالے کر دیا۔

جب اس بات کی اطلاع حاکم ادھونی کو ہوئی تو وہ جنگ پر آمادہ ہوگیا۔ جب انہوں نے حاکم موصوف کی خدمت میں ایلچی کو معہ زرِ نذرانہ اور تحائف روانہ کیے ساتھ ہی ساتھ اس محل کی سالانہ پیشکش بارہ ہزار روپے بھی روانہ کر کے اسے رضامند کیا۔ وہاں سے ہنسور کی راہ ہوتے ہوئے دارالسرور کو لوٹا۔

اسی دوران حضرت حسین نامی مجذوبؒ جو کہ ولی کامل تھے ان کے چھوٹے بھائی ٹیپو مستان بابا حمید قدس اللہ اسرارہم کے ساتھ سنہ ایک ہزار ایکسو انتیس ۱۱۲۹ھ میں ان حدود میں داخل ہوئے۔ دونوں مقتدیان دین ایک شہر آرکاٹ میں اور دوسرے شہر کنجی میں آسودہ ہیں۔ یہ تینوں بھائی حضرت امین الدین اعلیٰ بیجاپوری کی نظر فیض اثر سے اس مرتبہ کو پہنچے تھے۔ حضرت حسین مجذوب ان کے برادران کے ساتھ عازم پایان گھاٹ ہوئے اور آنحضرت نے قصبہ مذکور میں قیام کیا۔

ناپڑ مذکور نے آنحضرت کے خرق عادات اور کرامات کے متعلق سننے مشاہدہ کرنے اور امتحان کرنے کے بعد قصبہ ہنسور ان کی کفالت کے لئے دیدیا۔ اس نے ان کی کفالت کے لئے عالی مکان بھی تعمیر کروادیا۔ اس ملک میں آنحضرت کے کئی کرامات اور مکاشفات ظاہر ہیں۔ تاہم ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے پاس دو راس گائے (بیل) ایک مطلق سفید اور ایک سیاہ ابلق اور ایک راس مادہ گائے جس کا وہ دودھ پیا کرتے تھے موجود تھے۔ ان کے علاوہ چند بلیاں اور کتے ہر قسم کے پرندے ان کے پاس جمع تھے ان تمام کو وہ ایک ہی مٹی کے پیالے میں آب ودانہ اور طعام دیا کرتے تھے۔ نر گاؤں (بیل) کو انسان کے نام سے پکارتے تھے اور وہ جہاں بھی رہتے آنحضرت کی آواز پر جلد حاضر ہو جاتے تھے ان کے پاس ایک شمشیر اور ڈھال بھی موجود تھی۔ آنحضرت برہنہ سر اور بال منڈھائے

ہوئے رہتے تھے۔ ان کے پاس صرف ایک جوڑا کپڑے تھے جو صرف عورتوں سے ستر کرنے کے لئے استعمال کرتے تھے لیکن کبھی کبھی اسے بھی ترک کردیتے تھے۔

ایک دن ایک دیہاتی یعنی پٹیل جو اس قصبہ کے متصل سکونت رکھتا تھا اور جو دردِ لاولدی میں مبتلا تھا، فرزندوں کی آرزو میں اشک کے دریا بہایا کرتا تھا آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور دست بستہ بار بار رونے لگا۔ اس وقت آنحضرت نے ایک نظر ترحمانہ اس پر ڈالتے ہوئے اسی پیالہ سے جس کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے ایک لقمہ طعام اسے عطا کیا پٹیل مذکور صدق اعتقاد اور درست نیت سے اس متبرک کھانے کو اپنے گھر لے گیا زوجہ کے ساتھ غسل کرکے صاف باطنی کے ساتھ اسے کھایا اور اسی آرزو مندی میں سو گیا۔ بفضل تعالیٰ اسے ایک پسر پیدا ہوا۔ پس اس زمانہ میں پسر کو لے کر وہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت نے حکم دیا کہ اس بچہ کو ہمارے مکان کے صحن میں موجود حوض میں چھوڑ دو۔ دیہاتی نے حکم کے مطابق بچے کو بے اندیشہ حوض میں چھوڑ دیا۔

اللہ اللہ ایک شب کا بچہ تبسم کرتے ہوئے پانی پر پشت کرکے قومی بازو پیراکوں کی طرح تیرنے لگا اور تیرتے ہوئے کنارے پر پہنچا۔ حضرت نے اسے اُٹھا کر دیہاتی کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ ایک سال تک دودھ پلانے کے بعد میری امانت مجھے لوٹا دو۔ کہا جاتا ہے کہ اس حوض کا پانی نمکین تھا لیکن طفل کی شناوری کے بعد سے شیریں تر ہو گیا۔

ایک سال بعد دیہاتی نے بموجب ارشاد بچہ کو حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ بچے کے بال کاٹ کر اس کا نام محمد کمال رکھا گیا اور آنحضرت خود اس کی پرورش کرنے لگے۔ آنحضرت کی وفات کے بعد جو کہ سنہ ایک ہزار ایک سو چھاسٹھ ۱۱۶۶ء میں واقع ہوئی اس مرقد مبارک کا مجاور اور خادم یہی شخص ہوا۔

بعدازاں پٹیل مذکورکوکئی بیٹے اور بیٹیاں ہوئیں۔اس کے علاوہ یہ کہ جس وقت ترمک ماما مرہٹہ نے اس ملک پرفوج کشی تو اس کے لشکر کے باز شرارت کیشوں نے موضع پر حملہ کیا اور دست غارت اور جفا کشادہ کرتے ہوئے روضۂ مبارک پرپہنچ کردست درازی کی اور جوکچھ بھی ہاتھ لگا اٹھالیا۔ یہاں تک کے مرقد منور کا غلاف،فرش،حزین،شمشیر اور سپر بھی اُٹھالی۔ایک ہفتہ کے اندر جن لوگوں نے غارت گری میں حصہ لیا تھا ان کی آنکھوں کا نور جاتا رہا اور ان بے عقلوں کے سر پر دست قضا گھومنے لگی۔

جب سردار لشکر کو اس بات کی اطلاع ملی تو اس نے تقصیرانہ پانچ ہزار روپے معہ سامان نذر روانہ کیا اور جو کچھ سامان لوٹا گیا تھا اس کے علاوہ بھی بہت کچھ سامان دیا۔بس ان کی بینا ئی لوٹ آئی۔اکثر اہل ہنود ان کے معتقد ہیں بعض آنحضرت کے نام سے اپنے لباس کو کیروے رنگ میں رنگ کر بال تراش کر مورچل اور عود لے کر گھوم گھوم کر گدائی کرتے رہتے ہیں اور نقد وجنس جو کچھ بھی ملتا اسے آنحضرت کے روضہ پر نذر کردیتے ہیں۔

القصہ نایڑ مذکور آنحضرت کا بے حد معتقد رہا۔رائی درگ کے مشرق کی جانب دامن کوہ میں جو گاؤں ہے وہ اسی کا بسایا ہوا ہے۔کیونکہ اس سے پہلے تمام راجے بالائے کوہ اقامت کیا کرتے تھے۔غرض چودہ سال حکومت کرنے کے بعد اس نے جہان فانی کو خیر باد کہا۔اس کا بیٹا ونکٹ پتی نایڑ جو کہ بہت آرزوؤں،التجاؤں اور آہ وزاری اور آنحضرت کی دعاؤں سے پیدا ہوا تھا سلطنت پر متمکن ہوا۔

اس نے عہدۂ دیوانی کندرپی نرسیا کے حوالے کی جو کہ اس دولت کا ایک رکن تھا۔ اس نے درست آئین سے حکومت کی۔اس کے عہد میں اکثر اوقات ہرپن ہلی اور درگ والہ کے درمیان اکثر جنگ واقع ہوی۔

نایڑ مذکور نے ہر بن بلی والہ کی کئی بار شایان شان مدد کی۔ اسی دوران دیوانِ مذکور (نرسیا) نے درمیانی پہاڑی پر ایک مندر تعمیر کروایا جو ابتک باقی ہے۔ مندر کے اطراف زناردارروں کے مکانات اور بازار کا راستہ ہے۔

وِنکٹ پتی نایڑ چھبیس (۲۶) سال حکومت کرنے کے بعد طبعی اجل سے فوت ہوا۔ نامبردہ کو تین بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ لڑکوں کے نام کونٹی نایڑ دوم راج گوپال نایڑ اور تیسرے کا نام تمیا نایڑ تھا اور لڑکیوں میں ایک کا نام ینکا جی اما اور دوسری کا نام رودرھراما تھا۔

والد کے انتقال کے بعد ان تینوں میں نزاع پیدا ہوگیا۔ بہت ہی رد بدل کے بعد ہر ایک مسند نشینی کا دعویدار تھا۔ کارپردازوں اور دیوان کی تجویز پر کونٹی نایڑ کو مسند پر بٹھایا گیا اگرچہ کہ اس کے بھائی بظاہر مطیع ہوئے لیکن دل سے اس کے زوال کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ پانچ سال بعد اس کے ایک بھائی راج گوپال نایڑ نے رات کے وقت کٹار مار کر اسے ہلاک کردیا خود اس کا قائم مقام بن گیا۔ اس نے دو سال ہی حکومت کی تھی کہ اس پر خون ناحق کا بخار چڑھ گیا اور پاگل پن کے آثار نمودار ہوگئے اور اس کا چھوٹا بھائی تمیا نایڑ مسند راجگی پر فروکش ہوا۔ ملک اور لشکر کی زمام اس کے ہاتھ میں آئی۔

مذکورہ دیوان (نرسیا) چند دن کام کرنے کے بعد فوت ہوگیا تو نایڑ مذکور نے کرشنیا نامی بلجیوار کی لڑکی سے شادی کی۔ وہ بے حد مفلوک اور محتاج تھا لیکن دانائی اور شرافت میں یکتائے زمانہ تھا۔ اسے دیوان مطلق العنان اور مہمات دولت کا مختار بنا دیا۔ حساب و کتاب کا سارا کاروبار بسمت اپا نامی شخص کے حوالے کیا گیا۔ انہیں یہ لوگ پارپتی کہتے ہیں۔ جب دیوان اس وسیلہ سے احتیاج اور ناداری کے گرد و غبار کو دور کر چکا اور بخت

و دولت میں کامیاب ہوا تو ہر کام دانائی اور پیش بندی سے انجام دینے لگا۔
مسند نشین خاطر جمع ہو کر عیش و عشرت اور خطوط نفس کو دوست رکھنے لگا۔ دیوان عدل و انصاف اور غور و فکر سے غربا پروری کرنے لگا چنانچہ سارا ملک اس کے عہد میں خوب آباد اور رعایا خوش و خرم تھی۔ وہ چار لاکھ ہون محمد شاہی بلاقصور سرکار کو روانہ کرتا تھا۔

جس زمانے میں ناظم حیدر آباد رسالت جنگ نے حیدر علی خان کی سازش سے کرناٹک پایانگھاٹ کے بندوبست کے عزم سے اس علاقہ پر فوج کشی کی تو نایڑ مذکور نے موقع کو غنیمت جان کر بے شمار سپاہیوں کی مدد سے سیاہ ڈونگر عرف دیوکوٹہ کو تاخت و تاراج کرنے کے لئے کرشنپا دیوان کو روانہ کیا۔

دیوکٹہ ادھونی کے مغرب میں پانچ کردہ کے فاصلہ پر اوردرگ سے چوبیس ۲۴ فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔ ان دنوں اس جگہ کا قلعدار بادشاہی فاروق خان، قلعدار گلبرگہ شریف کے فرزندوں میں سے ایک تھا۔ اس نے حضور سلطان عالمگیر سے ڈونگر مذکور کی قلعداری حاصل کر کے نام آوری حاصل کی تھی۔ وہ بارہا چند سواروں اور پیادوں کے ساتھ اطراف و جوانب میں چیتل درگ تک قزاقی کرتا پھرتا تھا۔ بعض اوقات اس طرف کے راجوں اور پالیگاروں کے تعلقہ جات تباہ و برباد کر دیتا تھا۔ اسلئے وہ سب اس کے برے وقت کے منتظر تھے۔ لیکن کوئی بھی اس میں کامیاب نہ ہو سکا تھا۔

نامبرد (کرشنپا) عدو شکنی کی تدبیر کرتے ہوئے حوالی ڈونگر پر حملہ آور ہوا اور تھوڑی سی کوشش کے بعد کامیاب ہو گیا۔ اس نے قلعدار بے خبر کو لواحقین زن و بچہ یعنی تمام متعلقین کے ساتھ اسیر کر کے قلعہ توڑنے کے بعد مراجعت کی۔

جب ناظم ادھونی بسالت جنگ مہم مذکور سے لوٹا تو نایڑ نے اس خوف سے کہ کہیں

آصف جاہیوں کے ہاتھوں اس کا ملک تباہ و برباد نہ ہو جائے، کیونکہ قلعدار کا ایک بھائی آصف جاہ کی خدمت میں عمدہ کار پر مامور تھا، قلعدار اور دیگر تمام اسیروں کو قید سے رہا کر دیا۔

قلعدار مذکور قید سے رہائی پا کر ناظم ادھونی سے پیوست ہوا اور اپنی بیدادی کا قصہ مفصل ناظم مذکو کو سنایا ناظم نے حاکم گتی مرارراؤ گھوڑپڑیہ کو ترغیب دی کہ وہ اس ملک کو تباہ و تاراج کر دے۔ چونکہ مرارراؤ اسی وقت کا منتظر تھا اسلئے اپنی جماعت کے ساتھ حملہ آور ہوا اور اس تعلقہ کی اکثر رعایا کو خراب اور زراعت کو پامال کر دیا نایڑ مذکور سے ایک خطیر رقم پیشکش حاصل کر کے اور قلعچہ ہریال پر قبضہ کر کے جو کہ رائی درگ کے توابع میں سے ایک تھا مرارراؤ نے مراجعت کی۔ نایڑ مذکور نے غنیم سے انتقام کے لئے لشکر فراہم کیا۔

اسی دوران حیدر علی خان بہادر نے لشکر کشی کی اور مرارراؤ سے شایان شان پیشکش حاصل کی انہوں نے کرکنات یعنی ساحل تنگ بھدرا تک کے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ جب وہ وہاں سے سری رنگپٹن لوٹے تو معزول پارچی نے مخفی طور پر نایڑ مذکور اور دیوان کی بیدادی کا قصہ اور ملک کی بے بندوبستی کا احوال تحریر کئے اور درخواست کی کہ اس علاقہ پر فوج کشی کی جائے۔ نواب نے اس بات کو فوز عظیم جانتے ہوئے رسالدار جہان خان اور اپنے برادر نسبتی مخدوم صاحب کو اپنی فوج کے ساتھ روانہ کر دیا۔ انہوں نے قلعہ اور تعلقہ پر قبضہ کر لیا۔

نایڑ مذکور (تمانایڑ) کو زاق وزیق (تمام اہل خاندان) اور کرشنپا اور پارچی مغلول فتنہ انگیز کو دارالامارت سری رنگپٹن کو طلب کیا۔

نواب حیدر علی بہادر نے کرشنپا کو تمام امور شایستہ میں جہاندیدہ اور تجربہ کار دیکھ کر ترحم کریمانہ

سے اسے اپنے پاس وکالت کی غرض سے نوکر رکھ لیا۔ نایڑ مذکور پہ ساٹھ ہزار رہون پیشکش مقرر کر کے اسے اپنے ملک پر باز ماموکرتے ہوئے واپس کر دیا۔ قلعہ درگ کا چونکہ ذرو بست نایڑ مذکور کو منتقل ہو گیا تھا اسلئے اس نے اس کا انتقام کرتے ہوئے آسودگی حاصل کی۔ وہ پیشکش مقررہ بلا عذر و بہانہ روانہ کرنے لگا۔ اس کا وکیل مطلق اکرشنپا) اپنی دانائی کے سبب نواب کے تمام اعیان و اراکین کے تسخیر کرنے میں کامیاب ہوا۔ وہ ہمیشہ نواب کے ہمرکاب رہنے لگا۔

اسی دوران واقعہ چرکولی واقع ہوا۔ نواب اس مہلک جنگ سے بچ نکلے، لالہ میاں برادر نسبتیء نواب مقتول ہوئے میر علی رضا خاں اسیر ہو گئے اور کرشنپا بھی زخمی ہو کر مرہٹوں کی قید میں رہا۔ ور بعد ازاں مرار راؤ کی سفارش اور نایڑ مذکور کی عرض و معروض مبلغ ادا کرنے کے بعد رہائی حاصل کی۔ اس نے پھر نواب کی خدمت میں حاضر ہو کر انعامات شائستہ سلوک لایقہ اور سربلندی حاصل کی۔

نواب موصوف نے اس وقت کوہ گتی تسخیر کرنے کی ہمت کی۔ کرشنپا نے حضور کی خدمت میں عرض کر کے فرمان و سند حاصل کی اور اپنی سپاہ کے ساتھ قلعچہ ہریال کا جو کہ مرار راؤ کا ٹھانہ تھا کا محاصرہ کر لیا اور تین ماہ کی کوشش کے بعد اسے فتح کر لیا۔

الغرض نایڑ مذکور نے درست آئین کے ساتھ تیئیس 23 سال حکومت کی اور انتقال کر گیا۔ چونکہ اسے کوئی بیٹا نہیں تھا اسلئے کرشنپا نے حضور میں عرض کر کے اس کے بھائی کے فرزند ینکٹ پتی راج بن راج گوپال کو تخت نشین کروا دیا۔ نامبردہ نے آئین عدل و انصاف سے حکومت کی کرشنپا دیوان کی صلاح سے کامرانی کی۔ چنانچہ عہد ٹیپو سلطان تک ملک درگ اسی حالت میں رہا۔

کرشنپا کے انتقال کے بعد جو کہ حضور سلطان کی مہم بلادنگر کے دوران ہوئی پاپنا نامی ایک شخص کو اس کی جگہ مقرر کیا گیا اسی دور سے اس دولت میں خلل واقع ہوا اور زوال کا سبب بنا جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ٹیپو سلطان نے ادھونی کی مہم کے دوران اسے نایڑ مذکور (بینکٹ پتی راج) کو یاد کیا۔ وہ وکیل نادان کی تجویز پر خود بیماری کا بہانہ کرتے ہوئے حاضر نہ ہوا اس مہم سے واپسی کے وقت اگرچہ وہ بے طلب حاضر ہوا تاہم سلطان نے اسے سزا دینے کی ٹھان لی کیونکہ اس کی پہلی غیر حاضری بغاوت کے مترادف تھی۔ سلطان نے اسے اسیر کر کے ہرپن ہلی والہ کے ساتھ مع خاندان بنگلور روانہ کر دیا۔ اس وقت تک اس نے دس سال تک حکومت کی تھی۔ سلطان نے اس کا سارا ملک اپنے آصفوں کے قبضہ میں دیدیا اور راجاؤں کا نام مٹا دیا۔ لارڈ کارنوالس بہادر کی لشکرکشی کے دوران سلطان کے حکم سے انہیں قتل کر دیا گیا چند بعد درگ کے پہاڑوں پر موجود کوہسار کو سلطان کے حکم پر توڑ دیا گیا۔

قلعہ سری رنگپٹن کی تسخیر اور ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد جو کہ سنہ ۱۲۱۳ھ م 1799ء میں واقع ہوئی راج گوپال نایڑ بن پنکاجی امادختر بینکٹ پتی نایڑ جس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ جو اپنے ماموں کے قتل کے وقت قلعہ سری رنگپٹن میں تباہ حالت میں مقید تھا رہائی پا کر ریاست کی ہوس میں رائی درگ شہر کو روانہ ہو گیا۔ یہاں پر چند ہوا خواہوں اور قدیم ملازمین کی تجویز پر جو خود خانہ نشین تھے اسے موروثی مسند پر بٹھایا گیا۔ اس نے ایک ماہ تک حکومت کی تھی کہ پالیگاروں کا یہ سارا ملک ناظم حیدرآباد کے حصہ میں آیا۔ محمد امین خان عرب اس ملک پر قبضہ کرنے کے لئے اجازت حاصل کر کے پہنچا۔ امین خان اسے اس ملک کی سند حضور سے دلانے کا وعدہ کر کے اپنے ساتھ حیدرآباد لے گیا۔ اس کے بعد

اس کا حال معلوم نہ ہوسکا کہ کیا ہوا۔

سن ایک ہزار دو سو پندرہ ۱۲۱۵ھ م 1800ء میں اس ضلع کا سارا انتظام لشکر انگریز بہادر کی تنخواہ میں ناظم مذکور کی طرف سے مقرر ہوا۔

****

اورنگ نہم (نواں باب)

چک بالا پورا اور وہاں کے راجاؤں کی کیفیت

ایک مورخ نے لکھا ہے کہ پرانے زمانہ میں دریائے گوداوری کی سرزمین میں ایک چرم دوز (چمار) حکمران تھا۔ اسنے اپنی ریاست میں چرمی درم و دینار کو رواج دیا تھا۔ ایک دن اپنے جاہ وجلال کے غرور میں اس نے چاہا کہ اپنی رعایا کے ایک متمول اشرف خاندان بلجوار کی دختر سے جو کہ حسن و جمال اور دلفریبی میں یکتا تھی سے شادی رچائے اور ہمبستری کرے۔ والیان دختر نے جو صاحب غیرت اور آبرو پرست تھے اس بات کو اپنی ہتک عزت و ناموس خاندان سمجھا اور وقت پا کر رات کے وقت سرزمین بالا گھاٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ سات لوگ تھے۔

ایک دن وہ دوپہر کے وقت ایک گولر کے درخت کے نیچے آرام کر رہے تھے اور اس وقت انھوں نے طفل شیر خوار کے گہوارہ کی رسی شاخ سے باندھ رکھی تھی اور گہوارہ کو جنبش دے رہے تھے کہ ناگاہ قضا سے ایک سانپ درخت کے اوپر سے اتر کر گہوارہ کے اطراف حلقہ مار کر بیٹھ گیا اور اپنا کفچہ طفل کے سر پر چھتہ کی طرح کھول کر بیٹھ گیا۔ طفل کے ماں باپ نے سانپ کی اس حرکت کو فال نیک اور شگون دولت متصور کیا اور اسی جگہ رخت سفر کھول دیا اور وہیں پر عمارت تیار کرنے کی فکر کرنے لگے۔ تھوڑی سی مدت میں ان کی سعی سے مکانات تعمیر ہو گئے اور اس جگہ کا نام ''ہاواتی'' رکھا گیا۔ کیونکہ بزبان کنٹر ہاؤ سانپ کو کہتے ہیں اور واتی درخت گولر کو کہتے ہیں۔ قریہ مذکور نندی درگ سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔

اس واقعہ کو چند دن گزرے تھے کہ اس نے حکام آنے گنڈی سے اس علاقہ میں

قریات وقصبات بسانے کی اجازت حاصل کی اور اس کام پر مامور ہوا۔ وہ گوڑ کے نام سے مشہور ہوا۔ ان کی پیشانی سے آثار دولت مندی اور کلانتری ظاہر تھی۔ ایک دن یہ لوگ سیر و شکار کے لئے شکاری جانوروں اور کتوں کیساتھ باہر آئے اور شکار کرتے ہوئے ایک جنگل میں گئے۔ اس وقت یہاں پر چک بالا پور آباد ہے۔ ناگاہ یہاں پر ایک خرگوش نکل آیا شکاری کتوں نے اس کا تعاقب کیا انہوں نے اسے پکڑنے میں ساری قوت اور چالاکی صرف کردی مگر خرگوش کو پکڑ نہ سکے۔ آخر کار خرگوش نے کتے پر شیر کی طرح حملہ کر کر کے اس کا حلق کاٹ دیا۔ شکاری اس واقعہ کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اس بات کی اطلاع انھوں نے اپنے مالکین کو دی انھوں نے آپس میں صلاح ومشورہ کیا اور کہا کہ یہاں کے حیوانات میں اتنی جلادت اور دلیری ہے تو اگر انسان یہاں سکونت اختیار کرے تو ظاہر ہے کہ وہ بھی جوانمرد ہوگا۔ اس لئے یہاں قلعہ بنایا جائے اور شہر آباد کیا جائے تاکہ اطراف واکناف کے لوگوں کے لئے باعث پناہ ہو۔ پس انھوں نے یہاں قلعہ تعمیر کیا۔

ان میں سے سب سے بڑے بھائی میں آثار شجاعت اور عالم پروری زیادہ تھی اس نے تعمیر قلعہ اور نئے شہر کو آباد کرنے کی ذمہ داری اپنے سر لے لی۔ جو کچھ رقم ان کے پاس تھی اس سے یہ کام سرانجام دیا۔ اس نے یہیں سکونت اختیار کر لی۔ جب قلعہ حسب دلخواہ مکمل ہو گیا تو اسے اپنے بیٹے کے نام پر جس کے سر پر سانپ نے سایہ کیا تھا، جس کا نام چک بالیا تھا، چک بالا پور رکھا۔

برادر دوم نے جس کا نام یلونک گوڑ تھا یلونکا گاؤں آباد کیا۔ اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ برادر سوم نے قصبہ ہسکوٹ جو کہ فی الحال تعلقہ ہنکور میں ہے آباد کیا۔ اسنے وہیں سکونت اختیار کر لی۔ برادر چہارم نے دیون ہلی آباد کر کے وہیں سکونت اختیار کر لی۔

پانچویں بھائی نے بڑابالاپورآبادکیااور چھٹے بھائی نے ہسکوٹہ آبادکیا۔

یہ بات مخفی نہ ہوکی بعض تاریخ دانوں نے یہ کہاہے کہ یہاں بھی شکار کے وقت ایک لومڑی نے شکاری کتوں کوزیرکیااوریہی دیکھ کراس مقام کوپسندکیااورمضبوط قلعہ تعمیر کیا۔اورمغرب کی طرف ایک تالاب بناکراسے دارالمقر قراردیا۔ساتویں بھائی نے موضع ہاماتی کواپنادارالمقر بنایاچنانچہ ان کی اولاددرجہ بدرجہ موروثی مکانات میں ترقی کرتی گئی اور راجگی کے لئے ضروری اشیاءجمع کرکے حکومت کرنے لگے۔انھوں نے راجگان آنے گنڈی کی اطاعت اختیارکی اورپشت بہ پشت یہی وطیرہ اختیارکیا۔

وقت گزرتارہااورسن ۱۰۴۴ھ م 1634 ءمیں اس نواح کی ریاست ہاماتی بیڑی گوڑاتک پہنچی جواس وقت فرماں روائی بالاپورکلاں تھااوراس شہرکے بانی کافرزندتھا۔ وہ سرداروں کے آئین کے مطابق عدالت پرست اورانصاف پسندتھا۔اس نے سپاہ اور رعیت کوخوشدل رکھاتھا۔وہ خودکوراجہ کے نام سے پکارتاتھا۔

انھیں دنوں عادل شاہ کے امیرکبیربیجاپوریعنی رن دولہ خان معہ شہنواز خان دکنی اس ملک کی تسخیرکے لئے واردہوئے۔ایک طرف سے بندوبست کرتے ہوئے اس طرف پہنچے۔بھیڑی گوڑانے ان کاشایان شان استقبال کیااورتملق چاپلوسی سے مبلغ خطیراور جواہربےشماراورہمہ قسم کی مٹھائیاں پیش کیں۔کیونکہ یہاں شکربہت زیادہ ہوتی ہے اس لئے اس نے مٹھائیوں سے ایک لشکریعنی پیادگان تمام سازوسامان کے ساتھ سوارمع سلاح ہاتھی معہ کوس' عماری' حوضہ اور باربرداری اونٹ اور بیلوں کے ساتھ تو پیں پیش کیں۔امیرالامراءمذکوراس بات سے بےحدخوش ہوگئے اورحکومت بالاپورخرد' کوڑی بنڈہ' تلکائی کنڈہ اوردیونہلی اس پربحال کردیئے۔اس کے علاوہ انعامات شائستہ سے سرفراز

کیا۔ بڑا بالاپور چند دیہاتوں مواضعات کے ساتھ داخل پرگنات صوبہ سرا ہے۔

یہاں سے لشکر سلکٹہ کی طرف روانہ ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں کا حارث سیوانی گوڑا تھا جو کہ بے شعور محض تھا۔ چنانچہ ایک دن بال تراشتے ہوئے اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حجاموں کا استرا خوب تیز اور براق ہوتا ہے بلکہ تیغ اور تیر سے تیز تر ہوتا ہے بہتر ہے کہ اس سے لشکر استرا بنداں (حجاموں) جمع کی جائے تا کہ اس سے ہمیشہ کامیاب رہا جائے پس اس نے تمام جری اور بارہا جنگ آزمودہ سپاہیوں کی برطرف کردیا اور تمام طرف سے موتراشوں اور استرہ بندوں کو طلب کر کے اور مبلغ کثیر صرف کر کے انھیں سان فراہم کئے۔ یہاں تک کہ چار پانچ ہزار نائی تیز استرہ اس کے احمق جھنڈے کے تلے جمع ہو گئے۔ استرہ بندوں نے قلعہ کو آئینہ کی طرح سجا دیا۔ سردار ناداں ودولت مند وحجام پسند نے اطمینان خاطر اور استقلال مہیا کیا۔ بلکہ اپنی نئی فوج پر ناز بھی کرنے لگا۔

لشکر بادشاہ اسلام نے امرائے خون آشام کے ساتھ بر سر وقت پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کرلیا اس مقام کے حاکم نے نادانی اور غرور سے استرہ بندوں کے گروہ کو جبراً وقہراً سامنے کیا اور جنگ کے لئے قلعہ سے نکلا اس نے جنگجوؤں کی طرح شمشیر آزماتے ہوئے عرصہ جدال وقتال قائم کیا اور صف بندی کی۔ فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔

بادشاہی سپاہیوں نے جو کہ آلات حرب وضرب سے آراستہ تھے دیکھا کہ اپنے مدمقابل سپاہیوں کے ہاتھوں میں سان وسامان ہے۔ وہ اسے استعجاب سے دیکھنے لگے۔ جب انھوں نے گھوڑے دوڑائے تو نائیوں کی جیسے جان ہی نکل گئی۔ وہ چمٹا پکڑے ہوئے اپنے ہوش وہواس کھو بیٹھے۔ انھوں نے اپنے دشمن کے آگے آئینہ اور موچینہ پیش کر کے انھیں مسکرانے پر مجبور کر دیا۔ سردار نے جب اپنی فوج کی بہادری اور دست نمائی کا مشاہدہ

کیا تو اسے اپنی بے وقوفی کا احساس ہوا اور غرق جہالت میں ڈوب کر قلعہ کے اندر دوڑ گیا اور دست افسوس ملنے لگا۔ آخر کار کلید فتح الباب لشکر بادشاہی کے حوالے کر دی۔ اپنی نادانی پر خجل ہوتے ہوئے اس نے قلعہ اور اس کے توابع بادشاہ کے متوصلیوں کے حوالے کر دیئے۔ امیر کبیر نے اسے حکومت کے قابل نہ سمجھ کر معزول کر دیا اور تعلقہ سلکٹہ بھیڑی گوڑا کے حوالے کر دیا اور خود دوسرے علاقوں کے بندوبست کے لئے روانہ ہو گئے۔

بھیڑی گوڑا نے صوبہ سرا کی باجگواری میں اپنے آپ کو منسلک کرتے ہوئے انتظام کیا اور ہوشیاری' دیانت' اور رعیت پروری کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔ خلق اللہ کی دادرسی اور عدل اس کا شیوہ تھا۔ اس کے نائبین کی پرستاری کی وجہ سے وہ کامیاب رہا' اس نے کئی مقامات کی مرمت کی اور اپنے علاقہ کے قلعوں کو مضبوط کیا۔ چنانچہ دیوار قلعہ بائین وبالا گڑی بنڈہ کو مٹی اور پتھروں سے' دیولی کو پتھروں سے کیونکہ وہ قلعہ کوہ پر واقع ہے تعمیر کیا۔ اس جگہ کا بڑا تالاب جو قصبہ کے مشرقی دروازہ کے پاس موجود ہے اسی کا بنایا ہوا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ تالاب کی تعمیر کے وقت بدروئے آب جسے توم کہتے ہیں بار بار ٹوٹ جاتا تھا اس لئے رئیس کی طبیعت مکدر ہو گئی۔ یہاں تک کہ معمار نے اپنی بیوی کو اس بندھ میں کھڑا کر دیا اور اس پر تالاب کا بندھ تعمیر کروا دیا چنانچہ اس وقت تک یہاں کے باشندے اور اطراف واکناف کے باشندے یہاں پر پوجا کرتے ہیں۔

غرض گوڑ مذکور نے بیس سال تک عادل رؤسا کی طرح حکومت کی اور اجل طبیعی سے انتقال کر گیا۔ چونکہ اسے کوئی فرزند نہیں تھا اس لئے اعیان دولت نے اسی کے خاندان کے ایک شخص کو جس میں ملک داری کی لیاقت تھی چک بیڑی گوڑا نام رکھ کر مسند نشین کیا۔ سبھی نے اس بات پر رضامندی ظاہر کی مگر گوڑا کی بیوی نے جس کا نام ونگما تھا اس

بات رضامند نہ ہوئی اور خروج کرتے ہوئے گوڑی بنڈہ روانہ ہو گئی اور وہیں قیام کیا۔ زن مرد صفت کئی بار پاولیگار اور گوڑ مذکور پر فتح یاب ہوئی۔ جنگ کے وقت وہ خود ضرور تا مردانہ وار شمشیر ہاتھ میں لے کر مخالفین کی طرف متوجہ ہوتی تھی اور انھیں دفع کرنے کی کوشش کرتی تھی یہاں تک کہ کامیاب ہو جاتی تھی۔

اس طرح اس نے پندرہ سال مخالفین سے نبرد آزما رہنے کے بعد جان دیدی۔ اس کے بعد اس کا چھوٹا بھائی رامیا گوڑا کے نام سے گوڑی بنڈہ کی مسند پر فروکش ہوا۔ اس نے اپنے ایام حکومت میں جنوب کی طرف ایک تالاب اور مشرق کی طرف ایک مندر تعمیر کروایا۔ یہ مندر قصبہ کے دروازہ کے قریب ایک سنگین چبوترہ پر موجود ہے۔ جب اس کی حکومت کو بارہ سال گزرے تو چک بھیڑی گوڑا چکبالا پور کے حاکم نے جو کہ مرد افگن عورت کے تسلط اور متوفی برادر کے زمانہ سے حسد و حسرت سے اپنی نظریں اس طرف لگائے ہوئے تھا اس خوف سے کہ کہیں وہ حملہ نہ کردے اپنی بیٹی کی شادی اس کے ساتھ کرنے کے بہانے سے طلب کیا اور موضع منڈیگل اور جیگان ہلی کے درمیان اہل بدرقہ کے ہاتھوں قتل کروادیا۔ اسنے گوڑی بنڈہ پر قبضہ کرلیا۔ اس نے سینتالیس ۴۷ سال حکومت کی اور انتقال کر گیا۔

اس کے مرنے کے بعد اس کے بھائیوں میں سے ایک جس کا نام جوگی بھیڑن گوڑا تھا راجگی پر مسلط ہوا۔ اس نے خلق اللہ پر ظلم و جور اور اذیت کا طریقہ اختیار کیا اس لئے اہل کاروں نے دو سال بعد اسے معزول کر کے قید کردیا اور اپیا گوڑا نامی ایک شخص کو مسند بالا پور پر بٹھایا۔ اس نے سلامت روی کے آئین سے پندرہ سال حکومت کی اور جہاں سے رخصت ہوا، اسکے بعد اس کا بیٹا بھیری گوڑا مسند نشین ہوا اس نے ہر مرد و زن کے دل سے آہ

سر وکھنچوائی کیونکہ اسنے بھی ظلم و جور اور اذیت کا طریقہ اپنایا۔ انھیں اسباب کی وجہ سے کارپردازان نے اسے معزول کر کے قید کر دیا اور اس کے ورثاء میں سے پیچی گوڑا نامی شخص کو مسلط کیا جب اس کی حکومت کو دس بارہ سال گزرے تھے کہ اس کے اور راجہ میسور کے درمیان مقاتلہ اور مجادلہ روداد ہوا۔ ان دونوں کے درمیان خصومت کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ قوم بیدڑ کے دوا شخاص جن کے نام ملہ گہاما اور ویرگہاما تھے قریہ کا نڈل چنا متعلقہ بالا پورخرد میں رہا کرتے تھے انھوں نے حکومت کا روپیہ غصب کر لیا اور منحرف ہو کر فرار ہو گئے انھوں نے گمنیر پالیہ میں پناہ لی جب راجہ کو اس بات کی اطلاع ملی تو اسنے گمنیر پالیہ کے پالیگار کو پیام روانہ کر کے درخواست کی کہ نفران مذکور کو جو کہ محاسبہ دار سرکار ہیں کو روانہ کی جائے کیونکہ انھیں پناہ دینا مناسب ہم جنساں نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں دونوں کے درمیان نا چاقی پیدا ہو گئی۔ اس نے اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا۔ بلکہ مفرورین کو پناہ دی۔ لہٰذا معاملہ جنگ تیر تفنگ تک پہنچا۔ راجہ نے ایک گراں فوج کے ساتھ گمنیر پالیہ پر حملہ کیا۔ چنانچہ دونوں طرف سے جنگ شروع ہو گئی۔ اس حال سے واقف ہو کر دونوں مفرورین نے بے اطلاع اس جگہ سے فرار ہو کر میسور کے دلوائی کانتیا کے ہاں پناہ لی۔ جب یہ بات راجہ کو معلوم ہوئی تو اس نے گمنیر پالیہ کے پالیگار سے صلح کر لی اور واپس لوٹ آیا۔ اس نے راجہ میسور سے ان مفرورین کو گرفتار کر کے اس کے حوالے کرنے اور ان کی شرارت ظاہر کرنے کے لئے لکھا۔

کانتیا دلوائی نے جو کہ جاہ تمکنت کے غرور میں آسمان تلے سر نخوت اٹھائے ہوئے تھا اس کے جواب میں پہلوتہی کی اور ایلچیوں کو لوٹا دیا پس اس بحث تکرار میں صورت پرخاش نمایاں ہوئی۔

کا نتیا نے جو اس سے قبل بہانہ کی تلاش میں تھا بالا پور فتح کرنے کے زعم میں اپنے لشکر کے ساتھ حملہ کیا اسنے اس علاقہ کے اکثر مواضعات اور دیہاتوں کو غارتگری کی جاروب سے غارت کر دیا۔ رفتہ رفتہ اس نے چک بالاپور اور نندی گڑھ کا محاصرہ کر لیا۔

نندی گڑھ بالا پور سے تھوڑے فاصلہ پر ایک پہاڑی قلعہ ہے جسے ہاماتی بھیری گوڑا کے دور میں بنوایا گیا تھا۔

چک بالا پور کا راجہ لشکر اور جنگی سامان کی کمی کی وجہ سے قلعہ بند ہو گیا اور حصار کھینچ کر جنگ پر مستعد ہو گیا۔ چند دنوں بعد جب کہ غنیم کے لشکر کا زور زیادہ ہو گیا تو اس نے اندیشہ ناک ہو کر ایک عرضی جس میں میسوریہ کی لشکر کشی کے سبب ملک باج گزار کی تباہی و بربادی کا تذکرہ تھا نواب صوبہ سرا امین خان کو لکھا۔ اور مدد کی درخواست کی و نائب نے کانتیا کو اس عزم سے باز آنے کے لئے لکھا مگر اسنے پوچ زعم اور خیال باطل کے پیش نظر نواب کے عنایت نامہ کے جواب میں کوئی مناسب جواب نہیں دیا اور سر ہلاتے ہوئے اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

نواب کو اس بات سے بے حد غصہ آیا اور انھوں نے تین ہزار سوار باجگزار کی حمایت کے لئے خود منظور کرتے ہوئے یلغار کیا اور ایک حملہ مردانہ میں کانتیا کو شکست دیدی اور کانتیا کا سر کاٹ کر نیزہ پر لٹکا دیا اس کا لشکر تتر بتر ہو گیا اور میسور لوٹ گیا۔

اس واقعہ کے بعد میسور کے دلوائی دیوراج اور نندراج نے اس تمام علاقہ کو فتح کرنے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔

راجہ بیچی گوڑا بھی اس حرکت سے نادم تھا اگر چہ کہ حکام صوبہ سرا نے اس کی ہمت افزائی کرتے ہوئے میسوریہ کو دور کر دیا تھا تاہم اس نے کانتیا کے سر کے عوض سونے

چاندی اور زر و جواہر میں سر بنوا کر نندراج میسور کو پیش کیا اس طرح کینہ دور ہوا۔ نندراج اور اس کے درمیان سلسلہ جنبانی پیدا ہوئی۔ نندراج نے طلائی سر قبول کرنے سے انکار کر دیا اور حیلہ و فریب کی باتوں سے اسے خوش کر دیا لیکن وقت بد کا منتظر رہا۔

پیچی گوڑا نے بتیس ۳۲ سال حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا اپا سوامی گوڑا مسند نشین ہوا اگرچہ کہ اس نے بڑی ہوشیاری اور دانائی سے اپنوں اور بے گانوں کی رضائے خاص و عام کے ساتھ کاروائی کی لیکن لشکر میسور سے غافل نہیں تھا۔ اس نے قلعہ خوب مضبوط کئے اور ان میں آلات و حرب وغیرہ جمع کر کے انھیں مستحکم کیا۔

اس دوران نواب حیدر علی خان بہادر نے ترقی کی اور میسور یہ کی حمایت سے مرہٹوں سے بارہا جنگ کی اور اطراف و اکناف کے جو پالیگار منحرف سرکار ہو چکے تھے انھیں شکست دی جب وہ صوبہ سرا کے بندوبست سے فارغ ہوئے تو انھوں نے ۱۱۷۲ھ م1756 ء میں چک بالاپور کی تسخیر کی ہمت کی۔ راجہ متحصن ہو گیا۔ مگر اس نے ہمت نہ ہاری۔ بروج دوبارہ اپنے خاص معتمدوں کے سپرد کیا اور جنگ کے لئے مستعد ہو گیا۔ راجہ نے جنگ کے لئے ہر دن فوجیں گردہ در گرو روانہ کیں مگر شکست کھاتا رہا آخر سپر انداز ہو کر مرار راؤ کو اپنی مدد کے لئے طلب کیا۔

چنانچہ راؤ مذکور کو اپنی فوج کے ساتھ پہنچا اور گوڑی بنڈہ میں قیام کیا۔ اس نے اس کی حمایت میں اگرچہ کہ تعلقات سرکار خداداد میں تباہی مچا دی۔ لیکن کام خاطر خواہ نہ ہو سکا۔ اس لئے اس نے مجبور ہو کر راجہ نے صلح کی ٹھان لی اور ایک لاکھ روپے دیکر صلح کی۔ اپنے سالانہ تین لاکھ روپے پیشکش دینے کا وعدہ کیا۔ اس نے اس لئے کل سات لاکھ روپے تین قسطوں میں ادا کرنے کی حامی بھر لی۔ پہلی قسط دیون ہلی میں قیام کے وقت، دوسری قسط

بنگلور کے قیام کے دوران اور آخری قسط سری رنگ پٹن پہنچنے پر۔ نواب حیدر علی خان نے یہ بات مان لی۔ اور وہاں سے مراجعت کی۔

اس بات کی اطلاع پا کر مرار راؤ راجہ کے زوال کا خیال کرتے ہوئے بالا پور پہنچا اور اسے سمجھایا کہ یہ کیا بے عقلی ہے۔ اس خیال خام کو دل سے نکال دو اور جو سات لاکھ روپے تو نے نواب کو دینے کا وعدہ کیا ہے انھیں نواب کو دینے کے عوض مجھے دیدو جن کی مدد سے میں لشکر فراہم کر کے بلکہ رئیس پونہ و ناظم حیدر آباد کو ان کی افواج کے ساتھ بلا کر تمھاری مدد کرتا ہوں اور یہ سارا ملک بالا گھاٹ تمھارے زیر نگین کرا دیتا ہوں تم ہمت نہ ہارو تمھارے لئے فی الحال یہی بہتر ہے کہ یہ قلعہ میرے حوالے کر کے دو اور تمام خزانہ و فیلخانہ کے ساتھ کوہ نندی درگ میں جہاں کی دیواریں بے حد مضبوط ہیں محصور ہو جاؤ اور دیکھو کہ میں کیا کرتا ہوں۔

پس وہ نادان شخص اس کی چکنی چپڑی باتوں میں آ گیا قرار و مدار ترک کر کے قلعہ مرار راؤ فتنہ باز کے حوالے کر دیا اور خود نندی درگ میں محصور ہو گیا۔ ان مقدمات کی تفصیل نشان حیدری میں لکھی گئی ہے وہاں سے پڑھی جا سکتی ہے۔

نواب کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انھوں نے تیر خوردہ شیر کی طرح ایسا مردانہ حملہ کیا کہ تھوڑی سی کوشش میں قلعہ فتح ہو گیا اور مرار راؤ عالم خراب زرد رو ہو کر یہاں سے فرار ہو گیا۔ نواب نے قلعہ کو آلات و حرب و ضرب سے مضبوط کیا۔ اور میر علی رضا خان کو نندی گڑھ کی کشاکش کے لئے روانہ کیا۔ انھوں نے کوہ مذکور کوشش سے تسخیر کیا اور برگشتہ بخت راجہ کو اس کے خاندان کے سبھی چھوٹوں بڑوں اور عورت بچوں کے ساتھ اسیر کر لیا۔

حضور کے حکم کے مطابق راجہ کو زن و بچہ کے ساتھ قلعہ بنگلور میں بند کر دیا گیا اس

کے بیٹوں میں دو جوان شائستہ نے دین اسلام قبول کرلیا۔ایک جا ن بحق تسلیم ہوا اور دو سرے نے جس کا نام صفدر خان ہے ابھی زندہ ہے۔

انیا سوامی گوڑا کا بھائی پنجی گوڑا اس تہلکہ سے قبل اپنے تمام متعلقین اور دوسرے برادر زادوں کے ساتھ اس جگہ سے نکل کر پایان گھاٹ میں پناہ گزیں تھا۔چند دن بنگار پالیہ وکا نسترمی میں اس نے قیام کیا اور موروثی حکومت حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا لیکن دولت و منزلت میں کمی کے سبب چونتیس ۳۴ سال کے بعد انتقال کر گیا۔اب اس کے خاندان کے لوگ گراں بہا زیورات فروخت کرکے اور زراعت کر کے اپنی گزراوقات کرتے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ اس ملک کے ورثاء ہیں اس لیئے چھوٹے بڑے ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔

الحاصل جس وقت لارڈ ارل کارنوالس بہادر امیر الامراء انگریزی نے ناظم حیدر آباد اور کارپرداز پونہ کی سازش سے ۱۲۰۶ھ م 1791ء میں بالا گھاٹ کی تسخیر کے عزم سے فوج کشی کی اس وقت رام سوی گوڑا اور نارائن سوامی گوڑا نامی اس کے بیٹوں اور ولد ثین نے کرنل الکنر نڈر ریٹ بہادر کی استعانت اور رائے سے عہد و پیان اور سامان رسد غلات اور ازوقہ لشکر کو پہنچانے کا وعدہ کیا اس کے عوض اپنے ملک کو حاصل کرنے اور بندوبست کرنے کی اجازت حاصل کی اور دوسرے مترصدیوں کی طرح فوج جمع کرنے میں مشغول ہو گئے اور اپنے تعلقات پر مسلط ہو گئے۔

چونکہ قلعہ بالا پور اور نندی گرھ پر سپاہ سلطانی کا قبضہ تھا اس لیئے نارائن سوامی نے انبوہ گرھ میں کرنل موصوف سے ملکر فوج کی کمک طلب کی۔رام سوامی نے دلاوری دکھاتے ہوئے تلکائی کنڈہ وغیرہ پر قبضہ کرلیا۔جس طرح بھوکا خوان الوان نعمت پر ہاتھ بڑھاتا ہے اسی

طرح وہ زر وجنس اور غلہ پر ہاتھ بڑھانے اور انھیں جمع کرنے لگا اور مورد الطاف ہوا۔

قلعہ بنگلور کی فتح کے بعد جب لارڈ کارنوالس بہادر اپنی فوجوں کے ساتھ دیون ہلی کی راہ سے لوٹا اور کچھ دنوں کے لئے چکبالا پور میں قیام کیا۔ وہاں کے قلعہ دار درنائک واڑیوں نے دو روز قبل حضور ٹیپو سلطان کے حکم سے قلعہ نندی گڑھ اور چک بالا پور خالی کر دیا تھا۔

کرنل الکزنڈر ریٹ نے قلعہ بالا پور پر قبضہ کرلیا اور ایک لاکھ روپئے نذر سرکار کمپنی تقرر کرنے کے بعد اس کے تابعین کے ساتھ رام سوامی کے نام لکھ دیا۔ چنانچہ نامبردہ اجازت حاصل کر کے روانہ ہوگیا۔

تعلقہ دیونہلی اور سلکٹہ نارائن سوامی کے نام مقرر ہوئے اس نے کرنل موصوف کے حکم سے سلکٹہ کو اپنا دارالمقر بنایا۔ اس کے ایک بھائی بینکئے گوڑا نے گوڑی بنڈہ کو جنگ کر کے فتح کیا اور اس پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح بھائیوں کے اتفاق سے کام جاری ہوا۔

الحاصل جب رام سوامی کو اپنا دارالمقر دوبارہ مل گیا تو اسنے اپنے قسمت کو یاور سمجھتے ہوئے چھ سو پیادے اور چند سوار جمع کئے اور ایک بھائی کی جو کہ شجیع تھا کی سرکردگی میں قلعہ کی حفاظت کیلئے روانہ کیا اور خود تلکائی کنڈہ کی طرف جو کہ سخت جنگل تھا فی الحال اپنا دارالمقر مقرر کر کے وہاں مقیم ہوگیا۔

جب لارڈ بہادر موصوف انباجی درگ کی طرف روانہ ہوگیا تو سلطان نے عقب سے پہنچ کر قلعہ مذکور کے آگے خیمہ گاڑ دیئے اور حال دریافت کرنے کے بعد اپنے سپاہیوں کو قلعہ کی کشائش کا حکم دیا۔ غازیوں نے قلعہ کے اطراف حلقہ باندھ کر چاروں طرف سے جنگ شروع کردی اور دوسرے دن قلعہ توڑ پھوڑ کر اور حصار پر یورش مردانہ کرنے کے بعد

ٹیپو سلطان شہید کا آخری معرکہ

قلعہ فتح کرلیا۔ ہزار پانچ سوسپاہی ہلاک ہوئے۔ قلعچیوں کو تہ تیغ کھینچ لیا اور بقیہ السیف کو اسیر کر کے حاضر حضور کیا۔ قہر سلطانی کے حکم سے جلادوں نے تین سو افراد کے دست وپا کاٹ کر روانہ عدم کیا۔

ٹیپو سلطان کی روانگی کے بعد چونکہ سلطانی سپاہ وہاں موجود نہیں تھیں رام سوامی نے اپنے عامل کو وہاں رکھا اور نندی گڑھ کی تسخیر کے بعد اس ملک کا اہتمام کرنے لگا اور حسب قرارداد لاکھ روپیے نذرانہ روانہ کیا۔

بدقسمتی سے وہ صرف دس مہینے ہی حکومت کر سکا تھا کہ دفعتاً سلطان اور لارڈ بہادر کے درمیان دوسرے شرکاء کی تجویز سے یگانگت ہوگئی اور بلا دبارہ محل وغیرہ جو کہ دارالسلطنت کے مشرق میں واقع تھے واگذاشت ہوگئے۔

نارائن سوامی، رام سوامی اور وینکٹے گوڑا ناامید ہو کر وہی آش سابقہ اپنے کاسہ قسمت میں لیکر نکل کھڑے ہوئے اور وہاں سے بے مقصود راہ پایانگھاٹ سر کی۔

ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد جو کہ ۱۲۱۳ ہجری م 1799ء میں واقع ہوئی سنا گیا ہے کہ صفدر خان اپنے خاندان کے افراد اور دیگر لوگوں کے ساتھ پائین گھاٹ میں جا کر وہیں ایک گاؤں میں مقیم ہے اور ریاست کے کاموں سے بے دخل ہے۔

****

اورنگ دہم (دسواں باب)

کنچن گڑھ اور وہاں کے حاکموں کا حال

آنے گنڈی کے کرشن رائل کے عہد حکومت میں کنچنا نامی ایک رعیت نے جو بلجیوار قوم لنگایت سے تعلق رکھتا تھا کنول کی طرف سے جو کہ رائلان مذکور کے آباواجداد کا وطن تھا اس نواح میں آکر رائل کی ایماء سے کوہ تنگ بھدرا کی اس طرف جنگل تراش کر ایک گاؤں آباد کیا اور اس کا نام کنچن گڑھ رکھا۔ گڑھ ضم کاف فارسی اور دال مشدد ہندی اور حرکت ہائی حوز اس ملک کی اصلاح میں قریہ کو کہتے ہیں۔ اسے وہاں کے رسوم نار گوڑی یعنی حق سعی محنت ملتا تھا۔ رفتہ رفتہ اس نے اپنی زندگی میں تیئیس ۲۳ قریے حسن تر دد، راستی قول اور رعایا کی خاطرداری سے مغرب، مشرق اور جنوب میں آباد کئے۔ انھیں بیجی نگر کا پرگنہ قرار دیا۔ ان سے ہونے والے محاصل بارہ ہزار ہون جمع کامل ہوتے تھے۔ اس نے اس مکان کو خوب آباد کیا اور دریا کے کنارے مٹی کے ایک تودہ پر حصار کھینچ کر نام آور ہوا۔ اس قریہ کے مغرب میں مذکورہ ندی مشرق اور شمال میں قلعچہ اور گاؤں اور اس کے تھوڑے سے فاصلہ پر شمال کی جانب ایک پہاڑی ہے جس کے اردگرد باغات بے حساب ہیں جن میں ناریل، پھنس، لیموں، سپیاری، اور میوہ جات وغیرہ بے حساب پیدا ہوتے ہیں۔ یہاں سے سیدھے ایک فرسنگ جریبی کے فاصلہ پر سری گپہ کی آبادی ہے جہاں اس نے اپنے باپ گنپا کو نامرد کیا تھا۔ اس کے شمال میں قریب دو فرسنگ بلکہ زیادہ باغہائے میوہ جات، ترکاری سبزی وغیرہ موجود ہیں جو کہ دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ چاول کے کھیت بھی ہیں اس کے مشرق میں تین فرسنگ کے فاصلہ پر دریائے ہگری بہتا ہے۔ یہاں پر اھونی کے دیہات ہیں جنوب

میں تکل کوٹہ کے دیہات جو کہ بلاری کا محل ہے۔ یہ سب پہلے سرکار ادھونی میں شامل تھے مگر وہاں کے راجہ کو منتقل ہو گئے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ تعلقہ سرکار مدگل جو کہ ناظم حیدرآباد کی ہمشیرہ کی جاگیر میں شامل تھا۔ مقرر ہوے۔ چند دن بعد یہ ادھونی کے مضاف میں شامل ہوا۔

آصفجاہیوں کے دور حکومت میں تعلقہ جدا ہو کر اس مقام کے گوڑوں کی ملکیت قرار پایا۔ ان سے دس بارہ ہزار روپئے خراج کے حاصل ہوتے تھے۔ یہ رقم ادھونی کو ملتی تھی۔ میں نے یہ حال مختصر لکھا ہے۔ یہاں پر تفصیل ضروری ہوگئی ہے۔ اس ریاست کی نوبت جب بسون گوڑا اور رگھوتم پتی گوڑہ، جو کنچنا گوڑہ کے فرزند تھے پہنچی تو وہ دونوں پورے اعتبار کے ساتھ رہنے لگے۔

رگھوتم پتی گوڑہ، کنمراج برادر رام راجہ کے دور میں پالکی نشین ہوا۔ ایک دن اس وقت جب کہ کنمراج اور رام راجہ، ہر دو برادورں کے درمیان مناقشہ پیدا ہو گیا تو رام راجہ نے اسے سزا دینے اور گوشمالی کرنے کے لئے لشکر کشی کی۔ رگھوتم پتی اس لشکر کے ساتھ تھا اس نے اس جنگ میں کافی جد و جہد کی۔

رام راجہ اس مقدمہ کے بعد بیجانگر کو واپس لوٹتے ہوئے کنچن گڑھ کے سواد میں یعنی سرکپہ کے مغربی میدان میں جوان دنوں غیر آباد تھا قیام کیا۔ نامبردہ نے لشکر کے جملہ اراکین عمدہ کو جن کی تعداد دو سو کے قریب تھی، ایک وقت کا کھانا کھلانے کی دعوت دی۔ انھیں انواع واقسام کے کھانوں، مشروبات اور وہاں کے خوش گوار میوہ جات وغیرہ پیش کئے اور سبھوں کو خوش کر دیا۔ سبھوں نے راجہ سے سفارش کر کے اسے چنور د آفتاب گیری و نقارہ معہ ساز نوبت عطا کر وایا۔ اس کے علاوہ محل مذکور بھی بطور مستقل اجارہ داری عاریتاً اسے دیدیا گیا۔ اس کے عوض سات ہزار روپئے نذر سالانہ مقرر رہوئی۔ انھوں نے اپنے

مل اورقلعدار سرکار کو ہٹالیا۔اس زمانہ سے اس نے راجگی اپنائی اوراپنے آپ کوراجہ کے
لقب سے پکارنے لگا۔اس نے اس باون سال درست آئین اور عمدگی کے ساتھ بسر کئے اور
انتقال کرگیا۔اس نے بڑا خزانہ جمع کیا تھا۔

اس کے بعداس کا بیٹابھیا گوڑا کلانتری کرتے ہوئے درست آئین کے ساتھ
حکومت کرنے لگا۔چونکہ وقت اس کا ساتھ دے رہا تھا اس لئے اپنے باپ دادا کی جمع کی
ہوئی دولت صرف کرکے دکنی مسلمانوں کے دو تین سوسوار اور دو تین ہزار پیادے جمع کئے اور
نام آوری پیدا کی۔

چنددن بعد اس نے ڈوڈیری نائک کی شراکت سے کنگ گیری والہ ملک
شولاپور اور دیوگڑھ کو تاخت وتاراج کرکے غنائم بے شمار اور مویشی حاصل کئے۔کبھی کبھی وہ
انگیر اور کوپل کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتا تھا اور وہاں کے مال غنیمت کو اپنے آپ پر حلال سمجھتا
تھا۔اس کا سبب یہ تھا بادشاہان اسلام یعنی امراء قطب شاہ اور عادل شاہ کی فوجیں کرناٹکین
کی تسخیر اور بندوبست کرتی آرہی تھیں اس لئے اس وقت رعایا کا کوئی پرسان حال نہیں تھا۔
چنانچہ کم ظرف لوگ زرومال خرچ کرکے حرامیوں کو جمع کرکے کسی بھی طرح عیش کا سامان
جمع کرنے کے لئے خلق اللہ کو ستایا کرتے تھے۔اسی طرح گوڑہ مذکور نے بھی بارہا ارادہ
غربا کشی ومردم آزاری کی۔

جب سدی مسعود خان عادل شاہی کو ادھونی کی صوبہ داری پر نامزد کیا گیا اور
انھوں نے عدل انصاف اور نیک نیتی اور غرباپروری اور مردم آزارشکنی کا کام شروع کیا تو
راجہ نے خان سعید کا حال دیکھ کر اپنا ارادہ بدل دیا اور دیگر رعایا کی مانند باجگزار ہوگیا۔
چنانچہ اس زمانہ میں اس محل کے محاصل سرکار کو پہنچ جاتے تھے صرف رسوم نارگوڑی

اور تالابوں کو مرمت کے انعام کی رقم اس کے پاس رہتی تھی اور اس کی بزرگی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔

رفتہ رفتہ سدی بابا بن مسعود خان صاحب صوبہ کی سفارش سے اسے سبندی کے خرچ کے لئے دس ہزار روپے دیئے گئے۔ اس کا سبب یہ تھا اس زمانہ میں بعض پالیگار اور اس جانب حرامیاں خروج کرنے لگے تھے۔ اس نے بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا اور ان کی شورش کو دبا دیا۔ اسی لئے اسے سرکار میں حاضر ہونے اور مجراء کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

غرض خان سعید کے ایام میں وہ فارغ البال رہا اور ریاست آصفجاہیوں کے دور میں چل بسا۔ اسنے انسٹھ ۵۹ سال حکومت کی۔

اس کے بعد اس کا بیٹا مدگم گوڑہ قائم مقام پدر ہوا۔ اس نے پانچ ہزار روپے اہل کاران سرکار صاحب صوبہ کو نذر ادا کر کے اس محل کی سند حاصل کی اور خاطر جمع رہا۔

انھیں دنوں سید کریم نامی دکنی کنچن گڑھ جا کر اقامت پذیر ہوا۔ وہ اکثر اوقات مکانوں کی تعمیر اور قلعوں کی مرمت کا کام کرتا تھا، اس نے سری کنپہ کی حصار بندی اور قلعچہ کی آبادی میں اضافہ کیا۔ اس کے علاوہ میوہ جات کے درختوں پر نشان لگانے کا کام بھی سرانجام دیا اس کی تدبیر سے زراعت میں اضافہ ہوا یہ لوگ یعنی راجہ خود آرائی اور کرو فرو زیبائی کی کوشش کرتے تھے۔ اس کے پاس ڈیڑھ سو سوار اور ایک ہزار پیادے موجود تھے۔

جب ہدایت محی الدین خان حاکم ادھونی بنا تو اسے حضور میں طلب کیا گیا۔ کچھ دشمنوں نے جو اس کی شان و شوکت دیکھ نہیں سکتے تھے اسے اسیر کرنے کی ترغیب دی۔ لیکن حاکم موصوف نے ان باتوں پر دھیان نہیں دیا بلکہ موقع کا منتظر رہا۔

اس دوران مدگم گوڑہ نے حالات سے واقف ہو کر راتوں رات چند ملازمین اور

پورے خاندان ومعہ خزانہ اپنا وطن چھوڑ دیا اور وہاں سے روپوش ہو کر شولا پور کی پہاڑیوں میں پناہ لی۔

دو تین سال اس نے ہر قسم کا فتنہ برپا کیا اور کسانوں کو تاکید کر دی کہ زمین پر ایک بھی ہل نہ چلائیں اور بیوپاری خرید وفروخت نہ کریں بلکہ اپنے گھر چھوڑ کر جلاوطنی اختیار کریں جرامیوں نے اس بات سے واقف ہو کر ملک ادھونی اور مدگل خراب وویران کر دیا۔ اگرچہ کہ ناظم ادھونی نے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر اس نے اس کے اقوال وقرار پر اعتبار نہ کیا۔ یہاں تک کہ ناصر جنگ قائم مقام آصفجاہ ہوا نامبردہ ہیپا گوڑہ نے اپنا ایلچی معہ ہزار روپے نذر مورو پنڈت اور سید رضوی خان کی معیت میں حضور کی خدمت میں روانہ کئے اور خان مذکور کے ظلم وجور اور اپنی جلاوطنی کا قصہ کہلا بھیجا اور سند اجارہ محل خود معمول کے مطابق معہ تاکید عدم مزاحمت چونکہ خان موصوف کے نام تھی حاصل کر کے اپنے وطن کو لوٹا اور کاروبار کرنے لگا۔

اس نے کرناٹک پایان گھاٹ کی مہم کے دوران بیس ہزار تھیلے باریک چاول نواب ناصر جنگ کے مودی خانہ کے لئے روانہ کئے اور اس طرح مورد الطاف وعنایات ہوا۔ اس نے سید محی الدین نامی ساکن کنجن گڑھ بن سید کریم کی وساطت سے میر شریف علی خان شجاع الملک بسالت جنگ کے پاس پہنچ کر اپنی دانائی اور تجربہ کاری سے اس کا منظور نظر بن گیا اور زیب افزائی مسند دیوان ہوا جس کا احوال اورنگ سیوم میں بیان کیا گیا ہے۔

اس نے اپنے دیہات کا بندوبست خود کیا اور سرکار کی فرمائش کے مطابق کاروبار کیا اور جو کچھ زر سرکار حساب کے رو سے ہوتا تھا بلا عذر پہنچا دیا کرتا تھا۔

جب حیدر علی خان ساؤنور وغیرہ کے کاروبار سے فارغ ہو کر اس طرف آئے اور

شجاع الملک بسالت جنگ سے دس لاکھ روپے حاصل کئے اور ابراہیم خان دھونسا کا تعاقب کرنے کے بعد چند پیادوں کو کنچن گڑھ کی تسخیر و ضبطی کے لئے روانہ کیا۔ شیخ النصر رسالدار مسطور پیادوں کے ساتھ اس نواح میں کوس وطنبورہ ملک گیری بجاتے ہوئے پہنچے بلپا پتی گوڑہ نے عیال واطفال اور اپنے تمام کارخانجات کے ساتھ قلعچہ قائم کر کے شجیع مردوں اور آلات حرب وضرب کے ساتھ قلعہ کو مستحکم کر کے دو تین ماہ تک جنگ کی۔ یہاں تک کہ نواب بہادر نے خود اس طرف توجہ کی اور قلعچہ کا محاصرہ کر لیا۔ نامبردہ نے ہمت ہاردی اور نادانی سے مطیع وفرمانبردار ہو گیا۔ نواب نے بارہ ہزار روپے اس کے حاصل کر کے وقت کے تقاضے کے مطابق محل مذکور اسی کے سپرد کیا اسے اور اسکے ایک بیٹے کو جس کا نام مدکم گوڑہ تھا اپنے لشکر کے ساتھ رکھ لیا۔ کوہ گتی کی فتح اور مرارراؤ بدطینت کو مسخر کرنے کے بعد جب دارالسلطنت پٹن لوٹے تو بلپا پتی گوڑہ کو اس کے بیٹے کے ساتھ اس کے تعلقہ کو لوٹا دیا بدقسمتی سے اسے اسی دوران پیچش کا عارضہ لاحق ہو گیا اور اسی بہانہ دشت عدم کی سیر کی۔ اس نے بائیس سال حکومت کی۔

اس کے بعد اس کی بیوی جس کا نام تنگما تھا قائم مقام ہوی کیونکہ بیٹا قابل حکومت نہیں تھا۔ اس لئے وہ ملک داری کے کام سرانجام دینے لگی۔ وہ اپنے دونوں طفلوں کے نگہداشت کرتی رہی۔ اگرچہ وہ عامل بلاری کی معرفت زرمقرر بلاعذر روانہ کرتی رہتی تھی مگر نواب بہادر سے جمع خاطر نہیں تھی۔ چند دن بعد اس کا بیٹا مدکم گوڑہ عارضہ چیچک میں فوت ہو گیا۔ دوسرا بیٹا اس کے سائیہ عاطفت میں پلنے بڑھنے لگا۔

نواب حیدر علی خان کے انتقال کے بعد تنگما سرکار سے منحرف ہو گئی او صلابت جنگ بن بسالت جنگ ناظم ادھونی کی طرف متوجہ ہوئی۔

ٹیپو سلطان نے ادھونی کے نظم ونسق کے بعد اس محل کی راہ سے تاخت کی اور مذکورہ قلعچہ کو تسخیر کرنے کے لئے فوج متعین کر دی۔ زن مذکور تنگما چند مردوں خزانہ اور اثاثہ کے ساتھ بلا کھٹکے دریائے تنگ بھدار میں کود گئی اور اسے عبور کر کے جان سلامت لے گئی۔ لیکن اس کا ایک آٹھ سالہ فرزند جس کا نام پہنی گوڑہ تھا بدقسمتی سے اسے اسیر کر لیا گیا۔ تعلقہ عامل سلطانی کے قبضہ میں دیدیا گیا حضور کے حکم سے قلعچہ کو توڑ پھوڑ دیا گیا۔ زن مذکور ہری پنڈت پھڑکیہ مرہٹہ کی وساطت سے پونا کی طرف روانہ ہوگئی۔ مذکورہ طفل نے حضور کے حکم سے اسلام قبول کیا اور اس کی ختنہ کی گئی اور نام علی مردان خان رکھا گیا۔ چند دن بعد اس کی شادی خانجہاں خاں پسر دیشکھ کولار کے ساتھ کر دی گئی۔

بتایا گیا ہے کہ خان جہاں خان اپنے ہم قوم استاد کی مار پیٹ سے بددل ہو کر خدائے ایزدی کی توفیق سے نواب مرحوم کی پناہ میں آ کر اسلام قبول کر چکا تھا۔ نواب نے اس کی تربیت اور پرورش کی جہد بلیغ کی تھی۔ یہاں تک کہ وہ عہدِ ٹیپو سلطان میں میر میراں کے عہدہ تک ترقی کر گیا۔

مرہٹوں اور سلطان کے درمیان آشتی کے بعد جو سن ایک ہزار دو سو ہجری میں واقع ہوئی اس علاقہ کے چند دیہات یعنی سری کپہ وغیرہ ہری پنت پھڑکیہ کو پان خوری کے لئے دیئے گئے۔ اس نے زن مذکور (تنگما) کو ایک سو روپیئے تقرر کر کے سوائے زمین داری کے بھروسہ اس سرحد کو روانہ کیا۔ زن مذکور سری کپہ میں مقیم ہوگئی اور بہت سا روپیہ خرچ کر کے سند اجارہ وتاکید حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی۔ وہاں کے عامل کو مرہٹہ مذکور (ہری پنت پھڑکیہ) واپس بلالیا۔ دیہات خود اس نے قبضہ کر لیا۔ اور دروازہ قلعچہ پر اپنے نوکر بٹھا دیئے۔

یہاں کا قلعدار جسے مرہٹہ نے مامور کیا تھا اس بات سے ہراساں ہو گیا اور اس نے اپنی حفاظت کے لئے تیس چالیس افراد کو نوکر رکھا اور حضور کا انتظار کرنے لگا۔

تنگما نے اس بات سے پریشان ہو کر اپنے پیادوں کو حکم دیا کہ اس کے گھر کی دیوڑھی پر گولیاں برسائی جائیں۔ قلعدار اجب باہر آیا تو گولی کھا کر ناکام فوت ہو گیا۔ وہ بے فکر ہو کر بیٹھ گئی۔

ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد چونکہ یہ علاقہ داخل سرکار حیدر آباد ہو گیا۔ اس لئے زن مذکور نے اپنے تعلقہ کے محاصل ادھونی کے تحصیل دار کو روانہ کئے اور ۱۲۱۵ ہجری 1800ء میں کرنل طامس منرو صاحب جو کہ اس تمام علاقہ کے ناظم ہیں ملاقات کر کے اسناد حاصل کئے اور مطیع و منشاء ہو کر بیٹھ گئی۔

******

اورنگ یازدہم (گیارہواں باب)

حقیقت مرارراؤ گھوڑپڑیہ اوراورکوہ گتی کا ذکر

سلطنت بیجاپور کی تاراجی اور سلطان عالمگیر والی دہلی کے انتقال کے بعد سلطان کے بیٹوں کے درمیان دولت وسلطنت کے لئے مناقشہ پیدا ہوگیا اور ایک دوسرے کی شکست کی کوشش میں مصروف ہوگئے۔ یہاں تک کہ پٹیل اور مرہٹے اور علاقہ اورنگ آباد کے زمیندار ترقی کرنے لگے۔ ان کی جمعیت کا سرگردہ سنبھاجی ساہو بھونسلے تھا۔

اسنے پہلے عبداللہ قطب شاہ سے پھر حضور عالمگیر سے رعایاء ہندودکن سے ان ممالک کے محاصل کا ایک چوتھا حصہ وصول کرنے کی اجازت حاصل کی تاکہ اسے سبزی کے خرچ کے لئے استعمال کیا جاسکے۔ چنانچہ اسی بہانے سداشیو بھونسلہ بن سنبھاجی ساہو نے ملک کوکن و بیجاپور میں شرارت مچائی اور سلاطین بیجاپور بلکہ سلطان عالمگیر غازی سے کوئی ایسی گستاخی نہیں تھی جو اس نے نہیں کی۔

غرض اس کے بیٹوں نے وقت کو غنیمت جان کر اس سرزمین میں ہر طرف علم خودسری بلند کیا اور روز بروز ترقی کرتے ہوئے شہر پونا، ناگپور اور خاندیس کو اپنا دارالمقر قرار دیکر کامرانی کی سلاطین دہلی کی جانب سے انھیں ناظمین دکن مقرر کیا گیا۔ چونکہ ان میں دولت شان کی بنیادوں منہدم کرنے کی قوت نہیں تھی اس لئے کبھی ان سے متفق ہو جاتے اور کبھی جنگ کرتے تھے۔

ناظم دکن کے اغماض اور ان کے امراء کے کارخانجات کی بے بندوبسی کی وجہ سے کہ ہرصوبہ میں اپنے اختیار سے خدائی کرتے تھے مرہٹوں نے یہ ارادہ کرلیا کہ تمام ہندودکن

کا بے مزاحمت بندوبست کیا جائے انھوں نے اپنے چند امراء کو جابجا مقرر کردیا۔ چنانچہ مانا جی سنگھ بھونسلہ کو ملک تنجاور سپرد کیا۔ اس پر اس ملک کا چوتھا معاف کردیا گیا۔ بعضوں نے کہا کہ تنجاور والہ کے آباد و اجداد کا ملک ناگپور ہے اور عبداللہ قطب شاہ نے ناگپور والہ کے ایک بزرگ کو تنجاور جاگیر دی تھی۔ اسی طرح سردار پونہ، ہندوراؤ کو جو کہ اس کے لشکر کے ہراول کا سردار تھا اور جس کا لقب گھوڑ پڑیہ تھا پایانگھاٹ اور پائین گھاٹ کے بندوبست پر مقرر کیا۔ گجندر گڑھ کا پرگنہ مع مواضعات خرچ کے لئے جاگیر مقرر ہوا۔ نامبرزدہ وہاں سے روانہ ہو کر اپنی جاگیر میں پہنچا اور یہاں پر چند قزاقوں اور اوباشوں کو جمع کر کے، پالیگاروں سے چوتھ وصول کرنے کے بہانے بادشاہی زمینداروں اور قلعداروں کو اذیت پہنچانے لگا۔ چونکہ اکثر منصبدار جاگیردار اور بادشاہ کے نائب صاحب حشمت اور دلیر واقع ہوئے تھے اس لئے لشکر مرہٹہ سے لڑ پڑتے اور انھیں شکست فاش دیتے تھے۔ کیونکہ لشکر مرہٹہ کے سپاہی خلق اللہ کو انواع و اقسام کی تکلیف دیتے اور ان کی خرابی پر کمر بستہ رہتے اس لئے یہ تمام ملک ان کی گرفت میں نہ آسکا۔ چنانچہ کتاب ''نشانِ حیدری'' اس بات کی دلالت کرتی ہے۔

القصہ راؤ مذکور (ہندوراؤ گھوڑ پڑیہ) چند دن ملک گیری کی حسرت میں دست و پا مارنے کے بعد اسیر پنجہ اجل ہوا ہندوپور جو پنکنڈہ کے قریب ہے اسی کا آباد کیا ہوا ہے اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا سدھوجی گھوڑ پڑیہ مسند نشین ہوا۔ اس کے دو بھائی تھے جن کے نام سنبھاجی اور پرنسوجی تھے ان دونوں کی تالیف قلوب کرتے ہوئے انھیں اپنی فوج کا سردار مقرر کیا۔ اس نے اپنی ہی قوم کی ایک عورت سے شادی کی تھی جس سے چار بیٹے ہوئے جن کے نام گوپال راؤ، دولت راؤ مراری راؤ اور بھوجنگ راؤ تھے۔ اس نے قبلکہ یہ سن تمیز کو

پہنچتے اور دولت رانی کے قابل ہوتے سدھوجی راؤ انتقال کر گیا۔ اس کی بہن سکنا بائی نے بھا ئی کی جگہ خالی پا کر اور برادر زادوں کی کم سنی کا فائدہ اُٹھا کر ملک رانی کا ذمہ اپنے سر لے لیا۔ وہ سامان جنگ فراہم کرنے لگی۔ اس نے دلیران قوی بازو کا لباس زیب تن کیا اور صوبہ سرا کے چند منصبداروں اور پائین گھاٹ کے جاگیرداروں سے زر چوتھ حاصل کیا۔ جب برادر زادے سن تمیز کو پہنچے تو دولت راؤ کو گجند رگڑھ کا اور گو پال راؤ کو تعلقہ سونڈور کا جسے سدھوجی راؤ نے سیندوڑ کے ہاتھوں سے مردانہ وار لڑتے ہوئے حاصل کیا تھا جاگیردار مقرر کیا لیکن مراری راؤ جو کہ مرار راؤ کے نام سے مشہور ہے اور بھو جنگ راؤ کو اپنے لشکر کے بخشیوں کا کام سونپا اور خودان کی تربیت کرنے لگی۔

چند دن بعد انھوں نے ترقی کی اور اپنے سامنے جو بھی کام آیا اسے بہتر طور پر سرانجام دینے لگے۔ ملک گجند رگڑھ اس کی اولاد پر بحال رہا۔

اسی دوران ناظم آرکاٹ نواب سعادت علی خان کی دولت میں خلل واقع ہوا۔ چنانچہ اسکی تفصیل یہ ہے کہ ناظم موصوف کے انتقال کے بعد نواب دوست علی خان کو آرکاٹ کی صوبیداری پر نامزد کیا گیا۔ ان کے دامادوں کی سرکشی کے سبب جس میں سے ایک حسین دوست خان عرف چندا صاحب تھا۔ وہ تھر نگر عرف ترچنا پلی پر نامزد تھا۔ اس نے راجہ مدورا تر ملا نائک کے برادرزادہ کی بیوی منگا رانی کو لطائف الحیل سے فریفتہ کر کے اور کلام اللہ پر قسم کھا کر کہ اسے کسی طرح رنجش نہیں دے گا اس کے بعد ملک پر قبضہ کر لیا۔ اگر چہ کلام اللہ کی قسم کا پاس کرتے ہوئے اس کا ملک لوٹا دیا تاہم رانی کو کافی رنج پہونچایا۔ اس نے اپنے سسر سے بھی بغاوت کی راہ اختیار کی۔ چندا صاحب نے اپنے ہمشیرہ زادوں بڑے صاحب اور صادق صاحب کو جو مدورا اور ترناولی کی فوجداری پر مامور تھے۔ اپنی طرف ملا لیا اور

اس علاقہ کا انتظام حسبِ دلخواہ کرنے لگا۔ سرکار کا روپیہ صرف کر کے آلات حرب وضرب اور لشکر فراہم کرنے لگا۔

دوسرے داماد مرتضی علی خان نے جو کہ رائے ویلور کا جاگیردار تھا ریاست و نظامت کی ہوس سر میں بھر کر حیلہ بہانے کرنے لگا۔

جب صفدر علی خان بن نواب دوست علی خان نے پدر کی نیابت میں سرکاری زر طلب کیا تو وہ لیت ولیل کرنے لگا بلکہ صاف جواب دیا کہ میرے پاس زر کہاں ہے اگر چاہتے تو سپاہ وتفنگ حاضر ہیں۔ آخر کار ملک میں فساد برپا ہو گیا اور نواح آرکاٹ کی سعادت شامت میں تبدیل ہوگئی۔ خان صفدر نے اپنے باپ کو اطلاع دئے بغیر ناظم پونہ فتح سنگھ کو خط لکھ کر صوبہ آرکاٹ پر لشکر کشی کی دعوت دی۔

مرہٹہ نے اس بات کو مغتنم جانتے ہوئے دندانِ تیز سے اپنے کار پرداز رگھو کی سرکردگی میں دو لاکھ سوار و پیادے لے کر حملہ کیا۔ اس نے سونڈور کو آکر سکنا بائی، مرار راؤ اور بھوجنگ راؤ کو دس ہزار سواروں اور بیس ہزار پیادوں کے ساتھ اپنے ساتھ ملا لیا اور ملک کڑپہ کو تاراج و برباد کرتے ہوئے رائے چوٹی تک پہنچ گیا۔

نواب دوست علی خاں نے اس بات سے واقف ہو کر چار پانچ ہزار سواروں کے ساتھ سبقت کر کے گھاٹ داملچر وہیں مقابلہ کیا اور اسی گھاٹ پر غنیم کے ہاتھوں وہ مارا گیا۔ خاں صفدر بقیۃ السیف سپاہیوں کے ہمراہ قلعہ دیلور میں پناہ گزیں ہو گیا اس نے اپنا دار الامارت غنیم کے حوالے کرتے ہوئے درخواست کی کہ جلد از جلد چندا صاحب کو گرفتار کیا جائے تا کہ وہاں کے نواب کو قتل کر کے وہ مظفر ہو اس نے خان فتنہ کے اشارہ پر خود اپنا دار الامارت دشمنوں کے ہاتھوں برباد کروادیا اور خود نہتر نگر کی طرف روانہ گیا۔ وہ اور سکنا بائی

ہر کام میں خوش تھے۔سکنا بائی خوش آمد گوئی میں طاق تھی اور رعایا کو خوش وخرم رکھے ہوئے ترقی کر رہی تھی۔اس کے علاوہ اپنے براورزادوں کی ترقی میں بھی وہ کوشاں تھی۔

اس سے وہ اپنے بھائیوں سنبھاجی اور پرسوجی کو ریس پونہ سے درخواست کر کے انہیں صاحب لشکر بنا چکی تھی۔

غرض سپہ سالار لشکر پونہ نے مراراؤ کو کرناٹک کے پالیگاروں اور منصب داروں کی طرف لشکر دے کر روانہ کیا راؤ مذکور نے آرکاٹ کے اطراف وجوانب کو خاک سیاہ میں تبدیل کر دیا اور زر چوتھ کے عوض یہاں کے خلائق کی جان و مال تباہ و برباد کر دئے۔ایک خطیر رقم اور مال کثیر تعداد میں مال غنیمت لے کر تنجاور کی راہ سے لشکر میں لوٹا۔

چندا صاحب محصور ہو کر جنگ کے لئے مستعد ہو گیا اور اپنے ہمشیرہ زادگان کو ترنا ویلی اور مدھرا سے کمک کے لئے مع سامان رسد غلات طلب کیا۔ ہر دو صاحبان مع سامان آذوقہ ولشکر سرحد ڈنڈیگل تک پہنچے تھے کہ اس کہ خبر نے امیر ہراول امرت راؤ اور مراراؤ کو ستر ہزار فوج کے ساتھ انہیں دفع کرنے کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ حامی یعنی ہمشیرہ زادے جنگ میں کام آ گئے۔اور دولت دنیا سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

چندا صاحب نے جو محصور تھا چھ سات ماہ تک زنداں کی شکل میں محصور رہنے کے بعد آذوقہ کی کمی اور کمک نہ پہنچنے کی وجہ سے قلعہ مرہٹوں کے حوالے کر دیا۔اس طرح مرہٹے کامیاب رہے چندا صاحب کو اس کے فرزند عابد خاں اور داماد شریف علی خاں اور پورے اہل وعیال کے ساتھ زیر حراست کر لیا گیا۔پس مرہٹہ کامیاب ہو کر اس صوبہ کی قلعہ داری اور صوبہ داری مراراؤ کے نام مقرر کر کے خود پونہ روانہ ہو گیا۔اس نے چندا صاحب کو اس کے اہل خاندان کے ساتھ اپنے ہمراہ رکھ لیا۔

مرار راؤ نے کامیاب ہو کر اپنے چھوٹے بھائی بھو جھنگ راؤ کو اپنے لشکر کا سردار مقرر کیا۔

صفدر علی خاں آشوب جہاں نے مرہٹوں کی مراجعت کے بعد ملک آرکاٹ کی نظامت پر قبضہ کر لیا۔ خاں ویلور نے جو کہ صفدر علی خاں کا حقیقی برادر نسبتی تھا اور جو روز بد کا منتظر تھا۔ ایک دن صفدر علی خاں عید کے موقع پر خود بہن سے ملاقات کے لئے گیا۔ اتفاق سے اسے رات وہیں گزارنی پڑی۔ خان ویلوری نے اسے میٹھے اور مرغ کے شوربے میں زہر ہلاہل ملا کر پلا دیا بتایا جاتا ہے کہ بہن نے اپنے شوہر کی خاطر خود زہر بھرا پیالہ بھائی کو دے دیا۔ شوربا پینے کے بعد سے قئے ہوا اور اسے زہر آمیزگی کا علم ہوا تو اس نے ان کے سامنے مونچھوں کو تاؤ دے کر کہا دیکھیں اس رات کی سحر کیسے ہو گی۔ جب یہ الفاظ خان ویلوری نے سنے تو اسے اس بات کا خوف پیدا ہو گیا کہ نجانے صبح کو کیا ہو۔ اسلئے اس نے چند بکتر پوش سپاہیوں کو جو پہلے ہی سے مستعد تھے حسن رضا خان برادر نسبتی کی سرکردگی میں بلا کر صفدر علی خان کو جو کہ زہر خورانی سے مضمحل ہو کر بستر پر لیٹا ہوا تھا اور اس وقت اس کے پاس پیکدان کے سوا کوئی اور ہتھیار نہیں تھا۔ صفدر خان نے اس حالت میں بھی پیکدان سے دو تین سپاہیوں کو زخمی کر دیا۔ مگر کہا جاتا ہے کہ بغیر اسلحہ کے مرد بوڑھی عورت سے بھی زیادہ کمزور ہوتا ہے۔ اسطرح خان قاتل خود ناظم آرکاٹ ہو کر کامیاب ہوا۔ خان مقتول کے اقبال مند فرزندوں کو جن کی تعداد تین تھی قتل کروا دیا۔ بڑے لڑکے کو جس کا نام محمد سعید خان تھا اور جس کی عمر بارہ سال تھی کو یزید خصائل شخص نے یدلخاں جمعدار جاہل کے ہاتھوں قتل کروا دیا۔ اس کام کے لئے اس نے اپنا پیش قبضہ دیا تھا۔ یدلخاں نے باقر صاحب میر بخشی آرکاٹ کی بزم شادی میں حراست خان کے قریب ماہیانہ وصول کرنے کے بہانے قتل کر

دیا۔ دیگر بچوں کو بھی زہر دے کر ہلاک کر دیا گیا۔

جب اس فتنہ وفساد کی خبر نظام الملک آصفجاہ کو جو کہ برہان پور اور صوبہ بڑاڑ کے بندوبست پر مامور تھا' کو پہنچی تو اس نے ۱۱۵۷ھ م 1744ء میں کثیر ساز وسامان اور بڑی فوج کے ساتھ آرکاٹ کی طرف کوچ کیا اور اس خانہ برانداز پر پہونچا۔ اگر چیکہ اس نے بڑی آہ ولجاحت کے ساتھ اس بات سے انکار کیا۔ آصفجاہ نے اس پر نفرت بھیجتے ہوئے صوبہ کی نظامت سے معزول کر دیا۔ اس سے صفدر علی خان کی دیت کے طور پر ایک خطیر رقم وصول کی اس کے علاوہ تقصیرانہ لگ وصول کیا۔

آصفجاہ یہاں سے تھر نگر کی طرف روانہ ہوا اور چار پانچ ماہ کی کوشش کے بعد مرار رواؤ سے قلعہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ یہاں سے وہ صوبہ آرکاٹ میں داخل ہوا۔ نواب انوارالدین گوپاموی کی جو نواب محمد علی سراج الدولہ شہامت جنگ کے والد تھے کو صوبہ کی نظامت پر مقرر کیا۔ مرار راؤ نے اس کے بھائی کو اپنے ساتھ رکھ لیا۔ چونکہ یہ دونوں ناظم پونا کی حق نوکری ادا کرتے تھے اس لئے انہیں چھوڑ دیا گیا۔ وہ اپنے ملک کو روانہ ہو گئے اور آصفجاہ حیدرآباد لوٹ گیا۔

راؤ مذکور رہائی پا کر سونڈور پہنچا اور کچھ دیر آرام کیا۔ اسی دوران کوہ گتی کا قلعدار جس کا نام میر عابد علی خان تھا جو کثیر العیال تھا گزر گیا۔ اس کی جگہ اسکا بڑا لڑکا قلعدار بنا۔ اس نے یہاں کے دوز ناروں کو جو یہاں کے قدیم زمیندار تھے معزول کر دیا۔ انہوں نے فتور اور حرام خوری کرتے ہوئے خفیہ طور پر مرار راؤ سے خط وکتابت کی اور قلعہ گتی کا بندوبست کرنے کے لئے فوج روانہ کرنے کی درخواست کی راؤ مذکور نے جو ایسے ہی وقت کا منتظر تھا اور اپنی ترقی میں کوشاں تھا باپی خان نامی ایک شخص کی سرگردگی میں ایک فوج روانہ

کی۔ چونکہ گتی کا قلعدار ان تمام باتوں سے ناواقف تھا اس لئے غداروں کی سازش کامیاب ہوگئی اور بابی خان نے قلعہ سر کیا قلعدار کو گرفتار کر کے ناروا قتل کر دیا گیا۔ اپنے قلعہ کی تسخیر کی خبر اپنے نائک کو روانہ کی۔

سمرار راؤ مذکور نے رفتہ رفتہ کو مذکور کو پسند کیا اور ۱۱۶۵ھ م 1751ء میں اسے اپنا دارالمقر بنایا اور اسے خوب مضبوط کیا۔

مرارراؤ نے چند اوباش لوگوں کو جمع کیا اور سامان جنگ فراہم کرنے کے بعد کرناٹکین کا بندوبست کرنے کی ٹھان لی۔ یہاں تک اس نے بالاجی راؤ نانا کے چند امراء کی وساطت سے جورگھوراؤ اور اس کے والد کے انتقال کے بعد یہاں کی دولت کے وارث تھے اور کم سن تھے انہیں ستارہ کے قلعہ میں قید کر دیا اور علم سرداری ونخوت بلند کرتے ہوئے تمام ملک دکن پر حکومت کرنے کا دعوا کرتے ہوئے بالاجی نانا سے کہا کہ وہ بالا گھاٹ کے علاقہ کی چوتھ کی رقم روانہ کرے اور کبھی اسطرف لشکر کشی کی ہمت نہ کرے۔

یہ بات سن کر بالاجی راؤ نانا غضبناک ہوا اٹھا اور کہا کہ اللہ اللہ مراری میں اتنی ہمت پیدا ہوگئی اور اتنا زدرآور ہوگیا کہ مجھ سے زر چوتھ طلب کرنے لگا ہے میں خود جا کر رقم ادا کرتا ہوں۔ اس نے اپنے امراء اور احصار کو لشکر فراہم کرنے کا حکم دیا۔

مرارراؤ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اسنے پوچ غرور کے تحت بیس ہزار سوار اور تیس ہزار پیادے جمع کئے اور مظفر خان گارڈی کو جس کے پاس سات آٹھ ہزار افراد اور بارود و توپ خانہ تھا ساتھ لے کر ساؤنور کی طرف روانہ ہوا۔

بالاجی راؤ نانا نے صلابت جنگ سے صلح کی اور ستر لاکھ روپیوں کے ملک کو اپنے قبضہ کرنے کے علاوہ شہر بیجاپور اور دولت آباد کی سپردگی کے بعد جو کہ صوبہ سرا کا حصہ ہے اور

صوبیداران آصفجاہ کی نگرانی میں تھے حاصل کرنے کے بعد اس طرف کا بندوبست کرنے کا فیصلہ کیا اور مرارراؤ کی قسمت پر مسکرانے لگا۔ وہ مست ہاتھی کی طرح اپنی بے اندازہ فوج کے ساتھ ساؤنور کی طرف روانہ ہوا۔ ان دونوں کے درمیان جو بن گڈھ کے قریب زبردست جنگ رونما ہوئی۔ چونکہ پونہ کی فوج بے حساب و اندازہ تھی اس لئے مرارراؤ کو شکست ہوئی اس نے میدان چھوڑ کر شہر ساؤنور میں پناہ لی۔ اس نے اس شہر کے اطراف بستیاں تعمیر کروائیں اور توپ اور تیرو بندوقوں سے آراستہ ہو کر بیٹھ رہا۔ لشکریاں پونہ نے کئی حملے کئے لیکن ان کی کوشش بارآور نہ ہوسکی۔ مرارراؤ اور افاغنہ ساؤنور نے ہمت نہ ہارتے ہوئے پورے استقامت سے اپنی جگہ تھامے رکھی۔

ایک دن لشکر پونا کے چھ سات ہزار سواروں نے ایک بتیری جو کہ شہر ساؤنور کے دروازہ کے سامنے تھی عبور کی اور مظفر خان گارڈی کی فوج پر جو یہاں متعین تھی یورش کرتے ہوئے خندق عبور کی۔ اہل بیتری پر حملہ کرتے ہوئے اکثروں کو قتل کردیا۔

راؤ محصور نے اپنی فوج کی کم ہمتی اور دشمن کی فوج کی بہادری کا معائنہ کیا تو اس نے اپنی فوج کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اپنی دولت کی تباہی کا ایسا وقت آ گیا ہے کہ میرے آلات حرب دشمن کے حوالے ہوتے جارہے ہیں اور میرے نمک حلال سپاہی کیا خوب نمک حلالی کر رہے ہیں میں ناحق ہی ایسوں کو روپے کھلا رہا ہوں۔ جب یہ بات جمعداروں کو جن کے نام یعقوب خان اور حبیب خان تھے اور جو بے حد شجاع تھے اور مرارراؤ کے ملازم تھے کے کانوں میں پہنچی تو وہ تین سو سواروں کے ساتھ مرارراؤ کے سامنے پہنچے اور کہا کہ بے شرم تو خود عورتوں کا لباس پہن کر جوانمردوں پر لعن طعن کر رہا ہے دیکھ ہماری جرأت یہ کہہ کر وہ گھوڑے دوڑاتے ہوئے اپنے رفقاء کے ساتھ ایسا صف شکن حملہ کیا کہ

دشمن کوفرار ہونے کے سوائے کوئی چارہ کار نہ رہا چنانچہ وہ توپوں کو چھوڑ کر فرار ہوئے جنہوں نے جنگ کی وہ ہلاک ہو گئے دونوں بھائیوں نے ان کا تعاقب کیا اور مورد الطاف ونوازش ہوئے انہوں نے انعامات تحسین حاصل کئے۔

ناظم پونہ نے سمجھا کہ ہزاروں افراد کی جانیں تلف کرنے کے باوصف انہیں مغلوب نہیں کیا جا سکتا۔ اسلئے اس نے صلابت جنگ کو ورغلا کر طلب کیا وہ پچاس ہزار سوار اور چالیس ہزار پیادوں اور فرانسیسی سردار موسیب ہوسی کے ساتھ آپہونچا۔ انہوں نے محصورین پر ایک دن میں پچاس ہزار گولے برسا کر انہیں سوکھے پتوں کی طرح لرزہ براندام کر دیا۔

راؤ فتنہ باز اور مجید خان نے اس دمدمہ کے افسوں سے گھبرا کر صلح وہ آشتی کا سلسلہ شروع کیا۔ مرارراؤ نے قوم مرہٹہ کے چند امراء کی شفارش سے صلح صفائی کروائی اور گتی اور سونڈور کی سند حاصل کر کے آسودہ ہوا۔ اپنے بھائی بھو جنگ راؤ کو پونا کے لشکر میں متعین کر وادیا۔

صوبہ سرا کے ناظم نواب دلاورخان کے عہد حکومت میں اس نے وقت غنیمت جان کر پالیگاران باجگذار کو ورغلا کر فتنہ برپا کیا اور خود حملہ کر کے ملک سرا کا ایک قصبہ رتن گیری اور اننت پور والہ سے کوری کنڈہ حاصل کیا۔

اسی دوران چونکہ حاکم سرا ماں باپ سے زیادہ نرم دل تھا اسلیے راؤ مذکور نے صوبہ سرا کے محل امراء پور پر قبضہ کرلیا اور کامران وہ مغرور ہوا۔ محمد علی خان سراج الدولہ ناظم آرکاٹ کی طلب پر کارپرداز میسور نندراج کی مدد سے کیونکہ چنداصاحب نایطہ نے ناصر جنگ کے قتل کے بعد تھرنگر کے قلعہ کا محاصرہ کرنے کے بعد سامان رسد اور آذوقہ روانہ

کرنے کی ہمت کی۔ مگر چنداصاحب کے قتل کے بعد نواب سراج الدولہ نے نندراج کو عقل ودور بینی سے واپس لوٹا دیا۔ یہ تمام قصہ کتاب نشان حیدری میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

مراررراؤ بھی مایوس ہو چکا تھا لیکن نواب محمد علی خان سے قرار کے مطابق روپے حاصل کرنے کی امید میں چند دن وہیں مقیم رہا آخرکار عبدالوہاب خان نصیرالدولہ برادر نواب محمد علی خان اور فرانسیسیوں کے ساتھ تعلقہ تر وادی میں جنگ ہوئی جس میں مراررراؤ کا بھائی بھو جنگ راؤ مارا گیا اور حسب قرارداد روپے بھی نہیں ملے۔ اسلئے حیران پریشان ہو کر واپس لوٹ گیا۔

۱۱۷۱ھ م 1751ء میں نواب حیدر علی خان نے بسالت جنگ کی حمایت سے صوبہ سرا فتح کر لیا اور یہاں کے تمام پرگنات میر رضا علی خان کے حوالے کر دئے۔ دوسرے سال چک بالا پور فتح کرنے کی ہمت کی۔ یہاں کے راجہ نے حیدری شمشیر سے گھبرا کر مراررراؤ کی مدد طلب کی۔ راؤ مذکور پندرہ ہزار سوار اور پیادوں کے ساتھ اس کی مدد کو اپنی مطلب براری کا سبب جانتے ہوئے روانہ ہوا اور گڑی بنڈہ میں قیام کیا۔ اسنے ملک خداداد میں گڑبڑ مچانا اور رعایا کو ستانا شروع کیا۔ جب چکبالا پور کے راجہ نے اپنے ملک کی تباہی کے خوف سے نواب بہادر سے صلح کر لی اور سات لاکھ روپے تین قسطوں میں ادا کرنے کی حامی بھر لی تو راؤ فتنہ باز نے اسے فریب دیکر صلح وآشتی سے دور ہٹا دیا۔ اس نے بالا پور میں اپنا تھانا مقرر کر کے وہاں کے قلعدار کو نندی گڈھ روانہ کر دیا۔

جب نواب بہادر کو اس بات کا علم ہوا تو فوراً واپس لوٹے اور جبر وقہر کے ساتھ قلعہ تسخیر کر کے راؤ مردم آزار کے مقابلہ کو پہنچ گئے۔ وہ حیدری سپاہ سے مقابلہ کی طاقت نہ

دیکھ کر گوڑی بنڈہ روانہ ہو گیا۔ نواب بہادر نے گوڑی بنڈہ فتح کرلیا اور راؤ مغرور کے لشکر پر جو کہ کوڑی کنڈہ کے قریب خیمہ زن تھا شبخوں مارا اور اسے شکست دی چنانچہ وہ لشکر چھوڑ کر بھاگا اور گتی کے حصار میں پہنچ کر ہی دم لیا۔ نواب بہادر نے مراررراؤ کے قلعہ داروں سے کوڑی کنڈہ، پنوکنڈہ، مڑک سرا وغیرہ حاصل کر کے ان پر قبضہ کرلیا اور واپس لوٹ گئے۔

اس زمانہ سے راؤ مذکو دولت خداداد کی شکست کے درپے ہو گیا۔ ناظم ادھونی بسالت جنگ، سے موافقت کر کے بہانہ ڈھونڈنے لگا۔

سنہ ۱۱۸۲ھ م 1768ء میں ترمک راؤ ماما نے فوج کشی کی مراررراؤ نے آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا۔ اس جنگ میں حادثہ چشم زخم عظیم، یعنی چرکولی کی جنگ پیش آئی جس میں نواب بہادر کو بے حد نقصان اٹھانا پڑا۔ نواب کے وکیلوں نے ترمک راؤ ماما سے دائمی صلح حاصل کی مگر راؤ مذکور نے کام کو درہم برہم کرتے ہوئے لشکر یان نواب کو صدمۂ عظیم پہنچایا۔

سنہ ۱۱۸۵ھ م 1771ء میں نواب محمد علی خان سراج الدولہ نے بالا گھاٹ تسخیر کرنے کا عزم کیا اس کے ہمراہ جنرل اسمتھ کرنل ووڈ بہادر بھی تھے۔ راؤ مذکور کو بارہ لاکھ روپئے بندوبست کے بعد خود دینے کا وعدہ کر کے بلوایا گیا۔ چنانچہ راؤ بہانہ جو اپنے لشکر کے ساتھ نواب محمد علی خان کی رزم و بزم میں چند دن شریک رہا۔

اسی دوران راؤ کور نے قلعہ ونکٹ گیری کوٹہ کو جو کہ بتل پلی سے تین کروہ کے فاصلہ پر واقع رہنے اور چارکل کے پالیگار متعلقہ انبور گڈھ ہے پر ایک شبخون مار کر فتح کرلیا۔ اور تھانہ قائم کیا۔

بلا آخر نرسی پورم کے قریب جو کہ کولار کا تعلقہ ہے حیدری جمعیت نے ایک شبخون

مار کر اسے شکست دی۔ نواب محمد علی خان کا لشکر تاخت وتاراج ہو گیا۔ راؤ ملامت انگیز زخمی ہو کر افواج فراہم کرنے کا انتظار کئے بغیر گتی کو روانہ ہو گیا۔

اس طرح اکثر اوقات وہ نواب کے باجگزار پالیگاروں جیسے رائے درگ، رتن گری، اننت پور وغیرہ پر ناظم ادھونی کی ترغیب پر حملہ کر کے ملک ویران اور انسان وحیوان کو پریشان کیا کرتا تھا۔

یہاں تک کہ بسالت جنگ اور راؤ بے ننگ کی انگیخت پر ابراہیم خان دھونسا، امیر نظام علی خان صاحب جاگیر سرکار نرمل نے حیدرآباد سے اور تاتیا مرہٹہ نے پونا سے ملک خداداد پر حملہ کیا اور راؤ مذکور نے پانچ چھ منزل آگے بڑھ کر دھونسا کا استقبال کیا۔

نواب بہادر نے جو اعداشکنی میں کافی دانا تھے تاتیا مرہٹہ کو دفع کرنے کیلئے محمد علی شجیع کو سردار لشکر بنا کر روانہ کیا اور خود تیزی کے ساتھ بسالت جنگ کی سرکوبی کیلئے نکلے جو اپنے سردار فوج صفدر جنگ اور فرانسیسی کی مدد سے قلعہ بلاری کا محاصرہ کئے ہوئے تھا انہیں ایک ہی شب خون میں شکست دی قلعہ کوہ بلاری نواب کی اقبال مندی اور غیب سے فتح ہوا۔

نواب بہادر وہاں سے سیدھے ادھونی پہنچے اور بسالت جنگ سے دس لاکھ روپے حاصل کرنے کے بعد دھونسا کی طرف متوجہ ہوئے۔ دھونسا سیماب کی طرح نواب کی شمشیر سے گھبرا کر اور پارہ پارہ ہو کر بھاگ نکلا۔ راؤ مذکور پریشان ہو کر اپنے دارالمقر کی طرف لوٹ گیا۔

الحاصل اگرچہ نواب نے کسی بھی طرح اس کی مزاحمت نہیں کی بلکہ تالیف قلب کیلئے اسے چچا صاحب کے نام سے یاد کیا کرتے تھے لیکن وہ اپنی ازلی شقاوت کے سبب نواب کو نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا تھا۔ اسلئے نواب بہادر نے اس

حدیث شریف پر کار بند ہوتے ہوئے کہ موذی کا قتل اس کے ایذا پہنچانے سے قبل بہتر ہے اس طرف توجہ کی سنہ ۱۱۸۷ھ م 1773ء میں گتی فتح کرنے اور اس بدطینت کو گرفتار کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ اس طرف روانہ ہونے کے بعد نواب بہادر نے کہلا بھیجا کہ تعلقہ سونڈور کا بندوبست میرے حوالے کردو اور بغیر کسی زحمت کے اپنا کام کرو۔ البتہ آلات حرب وضرب سے دست بردار ہو جاؤ اس سینہء پرکینہ شخص نے جو اپنے آپ کا دشمن تھا اس بات پر دھیان نہیں دیا بلکہ جنگ پر آمادہ ہوگیا۔ نواب کی سپاہ قاہرہ نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا اور محصورین کو تنگ کردیا۔ چاروں طرف سے گولے برسانے لگے۔ تھوڑی سی مدت میں محصورین مجبور د عاجز آگئے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے آب وداث ایام جوانی کی طرح وفا نہیں کرتے۔ جب راؤ مذ کور نے اپنے امراء اور توابعین کو عاجز و نالاں پایا تو اپنے کار پرداز پالے خان کو نواب کی خدمت میں روانہ کرتے ہوئے اطاعت و فرمابرداری کا اظہار کیا۔ چھوٹی اور بڑی غلطیوں کی معافی مانگی۔ نواب نے جو رحمدل تھے اس کی بے چارگی پر ترس کھا کر قولنامہ روانہ کیا اور زنانہ کے ساتھ طلب کیا۔ وہاں سے اس پرفساد وخاندان کے ساتھ دارالسلطنت پٹن کو روانہ کردیا اور اس کے تعلقات کو عمال حیدری کے سپرد کردیا۔ وہ اسی جگہ گھٹی ہوئی منزلت اور ندامت کے ساتھ اس دار فانی سے کوچ کرگیا۔ اگر اس تمام واقعہ کی تفصیل درکار ہو تو کتاب نشانِ حیدری سے حاصل کرسکتے ہیں۔

. اس کے بھائی کے بیٹوں میں سے ایک جس کا نام گوند راؤ تھا اس واقعہ سے قبل گتی سے نکل کر اکنور کے راجہ شنکر رایل کے ہاں پناہ گزیں ہو چکا تھا۔ وہ دولت کی تاراجی کے بعد یہاں سے نکل کر اکنور کے موضع ہیروہلی میں جو کرپنات سانگڈھ کا تعلقہ ہے قیام پذیر ہوا۔ اس نے ملک گیری کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکا، حضرت ٹیپو سلطان

کی شہادت کے بعد اس نے فوج جمع کر کے سونڈور پر قبضہ کر لیا لیکن نام آوری نہ پیدا کر سکا۔

*****

جنرل ہیاریس

ا ورنگ دوازدہم (بارہواں باب)

سرہٹی اور اس کے نواح کے حکام کی کیفیت

آن کس خان امیر با کرامت جسے صلاحیت جاں و مال بمرتبہ کمال حاصل تھا اس نے سن 999ھ م 1590ء میں حضور عادل شاہ سے صوبہ بنکا پور وغیرہ کے بندوبست کی اجازت حاصل کی اور معمورہ ملکیت کو جو خوب آباد تھا اپنا دارالامارت قرار دیا اور صوبیداری کرنے لگا۔ اس نے ایک بہت ہی خوبصورت مسجد تعمیر کروائی۔ اس مسجد کا ہر مینارہ کافی وسیع ہے۔ یہ مینارات اتنے خوبصورت ہیں کہ استادانِ فن اور ہنرمند اس پر عش عش کرتے ہیں۔ وہ اس مسجد کی وجہ سے مشہور و معروف ہے۔ ایک مورخ نے لکھا ہے کہ امیر مذکور صبح بستر سے اٹھنے کے بعد حوارج ضروریہ سے فارغ ہو کر طہارت ظاہری سے فراغت پا کر نماز فجر ادا کرتا اور دو گھڑی روز ہونے پر ذکر و تسبیح اور وظائف شروع کرتا اس ورد کے دوران اس کے قلب کی صفائی اور زبان کی تاثیر سے پتھر جیسے موم میں تبدیل ہو جاتا اور مقررہ سنگتراش اس میں اپنے دلخواہ نقش بنا لیتا اور زیر تعمیر مسجد میں لگوا دیتا۔ بس خان معزالیہ نیک نیت پاک باطن تھا نظم و نسق اور معاملات دینوی میں دین کے آئین پر قائم رہتا تھا۔ ایک دن شب کے وقت وہ محل سرہٹی میں شطرنج کھیل رہا تھا کہ چراغ میں تیل ختم ہو گیا۔ مودی خانہ میں اس وقت تیل موجود نہیں تھا۔ اس کے کارکن تیل کی تلاش میں دوڑ پڑے۔

اس وقت سومنا نامی ایک لنگ بلجیوار جو اس علاقہ کا رہنے والا تھا ترپتی جانے کے ارادہ سے گاؤں کے باہر خیمہ زن تھا۔ اس کے پاس تیل سے بھرے ہوئے تین چار کنستر موجود تھے۔ اس نے ضرورت کے مطابق تیل ان کے حوالے کیا۔ غرض اس پٹیل کے تیل

سے کاشانہء سرور روشن ہوا۔

رات کو بازی ختم ہوئی۔ صبحدم خان کرامت نشان نے نوکروں سے دریافت کیا کہ رات کو ہمارے کارخانہ میں تیل موجود نہیں تھا تم نے کہاں سے فراہم کیا کارگزاروں نے تفصیل بتائی۔ امیر موصوف اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر للکمبیر کی طرف روانہ ہو گیا اور چند لوگوں کو اس بات پر معمور کیا کہ پٹیل مذکور کو اولین فرصت میں ان کے سامنے پیش کیا جائے۔ جب پٹیل حاضر ہوا تو خان کرامت نشان نے اس کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے اہالی و موالی اور اپنے خویش و اقارب اور کارپردازوں کے آگے فرمایا اس نیازمند نیک نام نے جس کی اولاد کو فلاح و بہبود کیلئے میں دعا گو ہوں میری شب دیجور کو روشنی دی جو تا ابد قائم رہے گی اسی سبب سے میں اسے اپنے فرزندی میں لیتا ہوں اور اس کے سود و بہبود کی ذمہ داری اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ اسکے بعد اس نے ولیپانڈگری للکمبیر معہ رسوم فی روپیہ دو آنہ سے نوازا۔ ساتھ ہی ساتھ عادل شاہ سے کہ کر پچہزار روپے کی جاگیر بھی دلوائی۔ اس کے بعد ایک بزم ترتیب دے کر اسے بلوایا اور اسے خان گوڑا بہادر کے خطاب سے نوازا۔ اس کے ساتھ ہی خلعت دیتے ہوئے اس صوبہ کی نگہداشت ان کے سپرد کی۔ جب خان موصوف کا وقت قریب پہنچا تو انھوں نے خان گوڑا کو اپنے پاس بلوا کر علم خاص نوبت فیل سواری حوضہ اور عماری زرنگار کے ساتھ اسے عنایت کیا۔ اور اسی جگہ للکمبیر کے قریب مدفون ہوا۔ اس سعادت آمادہ کی والدہ اور زوجہ بھی صاحب کرامت ہیں۔

اگرچہ کہ خانمذکور کے فرزند والد کے انتقال کے بعد بیجاپور روانہ ہو گئے اور انھیں خاطر خواہ نوکری بھی ملی لیکن اوباش منشی کی وجہ سے ترقی نہ کر سکے اور منزلت کی کمی کی وجہ سے انتقال کر گئے۔

پٹیل مذکور اپنی حسن نیت اور خان مرحوم کی دعا کی تاثیر سے روز بروز ترقی کرنے لگا۔ اسی کے دوران خاندان میں کجک فیل جو خان مذکور کے نام سے موسوم ہے ابھی تک نسب ہے اور اس کے خاندان میں اب بھی شام کے وقت پہلا چراغ خان خلد آشیاں کے نام سے جلایا جاتا ہے۔ امیر کرامت تخمیر کی رحلت کے بعد یہ صوبہ بنکاپور اور بائیس محل کے شمولیت کے بعد جبار خان میانہ کی جاگیر مقرر رہوا۔ اس کے فرزند بہلول خان نے اپنی جاگیر کے بندوبست کی اجازت حاصل کر کے چانور ہلی نامی قریہ بے حد پسند کیا اور وہاں پر ایک عظیم شہر کی بنیاد رکھ کر اسے اپنا دارالامارت قرار دیا۔ جب خان مذکور وہاں پہنچا تو وڈ خان گوڑہ نے اس کی ملازمت میں پہنچ کر امیر رحمت تاثیر کی سند پیش کی اور اسباب جاہ وحشمت حاصل کر کے رجوع ہوا۔

جب بہلول خان اپنے والد جبار خان کے انتقال کے بعد اس کا قائم مقام ہوا تو اس نے وہیں جاگیر اور سامان ثروت گوڑہ بہادر پر جاری رکھی بہادر اس کا قائم مقام بنا۔ نامبردہ نے بلاقصور وفتور کار ہائے سرکار جاری رکھا اور آخر کار بے تشویش فوت ہو گیا اس کا بیٹا چک خان گوڑہ بہادر کا قائم مقام بنا۔ اگرچہ کہ وہ اسی جاگیر پر مکتفی تھا اور اپنے پیر حدود سے باہر نہیں نکالے اور نہ ہی ملک گیری کا عزم کیا اور تاہم سواری کی زیب وزینت اور شان ودولت مندی کے لئے دو تین ہزار پیادے نوکر رکھ چھوڑے تھے۔

اسی دوران غفار خان بن دلیل خان سادنوری نے جو نومسند نشین تھا اس خیال پوچ ونخوت سے کہ ایک ادنیٰ رعیت عبد اصنام دولت اسلام کے عہد میں بے باکانہ ہاتھی پر صبح شام نوبت بجاتا ہے بالکل نامناسب بات ہے اسے تنبیہ کرنا چاہیئے اور اس کام سے منع کرنا چاہیئے۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے یکا یک اس کے استیصال کا عزم کیا۔ اس کی

دولت خدا بخش کو ختم کرنے کے ارادہ سے فوج مستعد کی۔

جب خان گوڑہ کو افغان کی نیت سے واقفیت ہوئی تو ایلچی روانہ کرتے ہوئے پیغام دیا کہ یہ تمام ساز و سامان ثروت و جاہ اس نواح کے ایک رئیس دین پناہ کا بخشا ہوا ہے اگر چہ میں اہل ہنود سے ہوں لیکن مطیع اہل اسلام ہوں۔ اس سے قطع نظر ایک باجگزار رعیت پر جو کہ آپ کے آباواجداد سے مطیع ہے ظلم کرنا اور اس کی رعیت کو قتل کرنا نامناسب ہے۔ یہ بات صاحب نعمتان کے لائق نہیں ہے۔ اگر چہ ایلچی نے بہت ہی چرب زبانی سے سمجھایا مگر خان جہل منش نے ذیل کے اشعار کے مصداق کوئی بھی بات نہ مانی۔

بحث با ناقص خیالاں صرفۂ استاد نیست

عقل افلاطون علاج جہل مادر زاد نیست

اس نے اپنی دلیری اور فوج کی زیادتی کے غرور سے جلد از جلد حملہ کرنے کا منصوبہ باندھنے لگا اور التماس قبول نہیں کی اور بلا تامل قلعہ فتح کرنے کے لئے فوج روانہ کردی۔

خان گوڑہ لاعلاج ہو گیا اور مغفور باکرامت کے نام سے صندل کا ٹیکہ پیشانی پر لگا کر اس کے یادگار علم کو اپنے سامنے رکھ کر جنگ کے لئے تیار ہو گیا۔ دو تین سو سوار اور ایک ہزار پیادوں کے ساتھ روانہ ہوا۔ چونکہ فتح و شکست من جانب اللہ ہے بقول ''کس را وقوف نیست کہ انجامِ کار چیست'' کسی کو خبر نہیں کی انجام کیا ہوگا۔

دونوں کے درمیان سخت آویزش ہوئی اور ناگاہ فتح نصرت پرچم آنکس خانی کو نصیب ہوئی اور لشکر افغان کو شکست فاش ہوئی۔

خانموصوف کا ہمشیرہ زادہ خان میاں مجروح اور اسیر ہو گیا۔ اس جنگ کے بعد خان جہالت نشان ہم جنسوں میں ٹھٹے کا باعث بن گیا۔ اس لئے نادم ہو کر اس نے خان

گوڑہ کو بہادر کے خطاب اور تسکین بخش خلعت سے نوازا۔

قصہ کوتاہ مرہٹوں نے ترقی کی اور چوتھ وصول کرنے لگے وہ اس کی وجہ سے ترقی کرنے لگے۔ انھوں نے ساؤنور کے چند محلات پر قبضہ کرلیا۔ چک خان گوڑہ ان دنوں فوت ہوگیا اس کا داماد ہمنت گوڑہ اس کا قائم مقام ہوا۔ اس نے بالاجی راؤ نانا کارپرداز پونہ سے دولت خواہی کی اور سرہٹی جس کے محاصل دو لاکھ اور ساٹھ ہزار روپئے ہیں اجارہ کے طور پر اپنے تصرف میں لے لئے۔ رفتہ رفتہ لطائف الحیل اور زرپاشی سے اس نے اپنے علاقہ کے لئے پیشکش مقرر کروائی۔ جب حیدر علی خان کا تسلط ہوا اس وقت یہی دستور جاری تھا۔

جب نواب موصوف مادھوراؤ ترمک ماما سے جنگ آزمائی کے بعد اس کے دستبرد سے محفوظ ہوئے اور بالاجی راؤ نانا کے بھائی راگھو کی فوجیں آوارہ ہوگئیں تو انھوں نے دھاڑ واڑ اور بادامی پر قبضہ کرلیا اور علم محمدی اس علاقہ پر بلند کیا اور رام رام عبد اصنام کی جگہ تحیت وسلام اسلام رائج ہوا۔

خان ساؤنوری بھی نواب کی طرف متوجہ ہوا۔ نامبردہ خان گوڑہ نے بھی پیشکش مقررہ روانہ کرنے کی حامی بھرلی۔ نواب معزالیہ نے اس علاقہ کے پالیگاروں کی تالیف قلب کے لئے خان مذکور کو خلعت بحالی خدمت ایک زنجیر فیل ایک منزل پالکی چنور اور آفتاب گیری دیکر سرفراز کیا۔

نامبردہ نے چند دن عیش وآرام میں گزارے اور راہی ملک عدم ہوا۔ اس کا بیٹا وڈکنچن گوڑہ اس کا قائم مقام ہوا۔ اور اس نے بھی اپنے باپ ہی کی سی سلامت روی اختیار کی۔

ان دنوں دھونڈ و جی واگیہ بن مادھو جی واگجی جو کہ قوم کا مرہٹہ ہے اور جن کا لقب شیر ہے اور جن کے جدو آبا کا پیشہ سپاہ گیری ہے اور دھاڑوار کے اطراف واکناف میں سکونت رکھتے ہیں اور بعضے شہر پونہ میں نوکری کی خاطر سکونت پذیر ہیں۔

دھونڈو جی واگیہ سن ۱۱۷۴ھ م 1760ء میں نیک ساعت میں موضع ڈبل میں جہاں اسکے والد چند سال سے مقیم تھے پیدا ہوا۔ اور ناز و نعمت، شجاعت و حشمت سے پرورش پانے لگا۔ بارہ سال کی عمر میں اپنے بڑے بھائی سکو جی واگیہ سے جھگڑ کر اسے قتل کر دیا اور گھر سے بھاگ کر گوڑہ مذکور (وڈ کنجن گوڑہ) کے ہاں پناہ گزیں ہوا اور کچھ مدت معقول تنخواہ پر نوکر رہا۔ اگر حالات ساز گار ہوں اور ایام سعادت مقصد براری کے لئے مددگار ہوں تو اس کا احوال اور اس نواح کے چند دولت مندوں کے حالات کے لئے علاحدہ اورنگ بناؤں گا اور انھیں لکھونگا۔ فی الحال اس بات کے لئے معذرت خواہ ہوں کہ قلم اس طرف مڑ گیا۔

بہر حال سابق ذکر کی طرف مڑتا ہوں۔ الحاصل گوڑہ مذکور نواب بہادر کی حیات تک بدل رجوع رہا اور دولت خواہی کرتا رہا۔ لیکن نواب بہادر کے انتقال کے بعد جب ٹیپو سلطان مسند آرا ہوئے تو صوبہ نگر کے ناظم ایاز خاں عاقبت نامحمود جو کہ نواب بہادر کا متبنیٰ تھا کے سبب اس علاقہ میں قصور و فتور واقع ہوا۔ اس کے علاوہ مرہٹوں اور نواب نظام علی خان نے اس علاقہ پر حملہ کیا جس سے سارا علاقہ پر فتنہ و شر انگیز ہوگیا۔ وڈ کنجن گوڑہ اور عبدالحکیم میانہ افغان ساؤنور نے ایک ہو کر مخاصمت کی راہ اپنائی۔ جب سلطان اور مرہٹوں کے درمیان صلح ہوگئی تو وڈ کنجن گوڑہ چند دن کے لئے سلطان کا باجگذار رہو گیا۔

سن ۱۲۰۶ھ م 1791ء میں اس علاقہ کا بڑا حصہ دشمن کے قبضہ میں چلا گیا تو

دڈنجن گڈھہ اس طرف چلا گیا۔ پس ان کا دستور یہی تھا کہ جو بھی اس علاقہ پر یعنی جوی کرشنا تنکبھدرا کے مابین کے علاقہ پر حکومت کرتا وہ اس طرف ہو جاتے اور زر پیشکش اور نذرانہ جو کہ مقرر ہوتا روانہ کرتے اور اس کی دولت خواہی کی کوشش کرتے۔ اس علاقہ میں ان کو دیسائی کہتے ہیں۔

یہ بات مخفی نہ ہو کہ یہ بارہ اورنگ مضمون صدق کے ساتھ ترتیب دئے گئے تھے اور انھیں منتشر کرنا مناسب نہ سمجھ کر سن ۱۲۱۵ہجری م 1800 میں ایک کتاب بنام تذکرۃ البلاد والحکام وخاتمہ ترتیب دیا گیا۔

اس کے بعد اورنگ سیزدہم اور چہاردہم بحسب اتفاق سن ۱۲۲۵ھ م 1810ء میں بقید قلم لاکر داخل کتاب مذکور کئے گئے اور اس کا خاتمہ لکھا گیا۔ اس سے قبل جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں یہ دو اورنگ موجود نہیں ہیں۔

****

اورنگ سیزدہم (تیرھواں باب)

بلاری اور ہندی اننتپور کی بنیاد اور وہاں کے حکام کا ذکر۔

کشن رائل چھتری کے دور حکومت میں تمپا نامی ایک شخص جو قوم کر بریعنی چرواہوں کی ذات سے تھا کوہ سہسا جل سے جو نواح کوکن میں واقع ہے سے اعیال واطفال اور بے شمار مویشیوں کے ساتھ ان حدود میں یعنی بیجی نگر عرف آنے گنڈی میں داخل ہوا اور دریائے تنگ بھدرا پر ایک جگہ پسند کر کے ڈیرہ ڈال دیا۔

اس نے وہاں کے حاکم کا نام دریافت کر کے اسے ایک سو چاندی کے مٹکوں میں دودھ، چالیس مٹکے مسکہ اور ستر مٹکے روغن (گھی) سے بھرے ہوئے اپنی بیوی جس کا نام کر بما تھا کی وساطت سے حاکم کے خاص مطبخ میں روانہ کیا اور درخواست کی کہ اسے یہاں رہنے کی جگہ اور مواضعات کو آباد کرنے کی اجازت دی جائے۔ زن مذکور نے بیجی نگر پہنچ کر کار پرداز رامنا کی معرفت رائل مذکور کی زوجہ کو یہ تمام چیزیں پہنچائیں اور اپنی عرضی پیش کی اور جگہ کی درخواست کی۔ زوجۂ رائل نے خوش ہو کر راجہ سے سفارش کی اور چار بیابانی اور پہاڑی قریے پہلا بلاری، دوسرا کرگوڑ، تیسرا انکل کوٹہ اور چوتھا اننت پور جو کہ غیر آباد تھے اور جن میں مواضعات نہیں تھے اس کی اقامت اور مویشیوں کی چراگاہ کیلئے دلوائے۔ اسے تاکید کی گئی کہ وہ انہیں بسائے۔ اسے چاروں محلات کی سند ناگوڑی اور وہاں کے محاصل جمع کرنے کی اجازت دی گئی۔

اس وسیلہ سے تمپا کامیاب ہوا اور چند احباء کو جمع کر کے بلاری میں جو دامن کوہ میں واقع ہے سکونت پزیر ہوا۔ اس نے اپنے ایک بھائی کو جس کا نام ہنمپا تھا اننتپور کو روانہ کیا

اور چند دن اس قریہ میں آسودہ حال رہ کر اپنے محلات کی آبادی بڑھانے کی کوشش کی اور آخر کار اجل طبیعی سے گزر گیا۔

اس کے بعد اس کا بیٹا رنگپا نایڑ اس کی جگہ کلانتری کرنے لگا۔ اس نے اپنے باپ کے آئین کو برقرار رکھتے ہوئے دوست احباب کا دل جیت لیا۔ وہ خود اپنے آپ کو نائر کے نام سے پکارنے لگا۔ اس نے پہاڑی پر جو وسیع جگہ ہے اور جہاں پانی وافر مقدار ملتا ہے مٹی کی دیوار کھینچوائی اور اسے مضبوط کیا۔ اس نے معمورہ کو بھی خوب آباد کیا اور چار پانچ سو پیادے نوکر رکھ کر نام آوری حاصل کی۔

اس بات کی اطلاع جب رام رائل چھتری کو جو کہ کشن رائل کا رشتہ دار تھا کو ملی تو اس نے فوج روانہ کر کے اسے بلا بھیجا اور اس سے زر کثیر بطور جرمانہ وصول کیا کیونکہ اسنے بلا اجازت قلعہ تعمیر کیا تھا اور تاکید کی کہ آئندہ بلا اجازت کوئی کام نہ کرے۔

رنگپا نایڑ کے دل میں چونکہ سرداری کی تمنا تھی اس لئے وہ چند دن حاکم صوبہ ادھونی کے حکم پر عمل کرتا رہا۔ حاکم ادھونی بیجی نگر کے چھتری خاندان سے تعلق رکھتا تھا اس لئے حسب معمول ناگوڑی کے تحت مذکورہ تعلقات اس پر بحال رہے اور وہ سالانہ تیس ہزار روپے پیشکش روانہ کرتا رہا۔

حاکم صوبہ کے حکم سے اس نے اپنے محلات میں قلعجات تعمیر کئے اور ان کی مرمت کی اور محلات و مواضعات کی آبادی بڑھائی۔ چنانچہ محل بلاری تینتیس ۳۳ موضوعات پر کرکوڑ بتیس ۳۲ مواضعات پر اور محل تکل کوٹہ تینتیس ۳۳ مواضعات پر مشتمل تھے۔ ان کی کل آمدنی اس وقت دولاکھ گیارہ ہزار ہون بیجی نگر تھی فی ہون سوا تین روپے کے برابر ہے۔

تعلقہ اننتپور رہنمپا نایڑ کی اولاد پر بحال تھا۔ نایڑ مذکور ابتدائی سن ۱۰۳۰ھ م 1620ء

میں پچاس سال سعی کرنے کے بعد گزر گیا۔ اس کا خلف صدق دیو پا نایڑ اس کی جگہ تخت پر بیٹھ کر ہنگامہ ملک گیری برپا کرنے لگا۔ اس نے نام آوری حاصل کی۔

اس وقت آنے گنڈی کے چھتریوں کی حکومت ختم ہوگئی چنانچہ ملک صنم پرستوں کے ہاتھوں سے نکل کر سبحہ شاروں میں پہنچ گیا۔ چنانچہ پہلے ملک ریحان خان اور اس کے بعد مسعود خان بیجاپور سے صوبہ ادھونی کی نظامت پر مقرر ہوئے۔ دیو پا نایڑ نے ان کی ملازمت میں پہنچ کر کثیر رقم بطور نذرانہ پیش کر کے بڑی ہی سماجت اور لجاجت سے سند ناگوڑی حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ اس نے ایک جرار فوج جمع کر کے اسباب راجگی فراہم کئے اور اپنے اوقات امتیاز اور اعتبار سے گزارنے لگا یہاں تک کہ بیجاپوریوں کی حکومت ختم ہوگئی اور سلطان عالمگیر نے بیجاپور کا محاصرہ کر لیا اس وقت دیو پا نایڑ نے حضور سلطان میں پہنچ کر ذوالفقار خان امیر الامراء کی وساطت سے سعادت مجرا حاصل کیا۔

کچھ مدت بعد ذوالفقار خان ناظم دکن بنا۔ دیو پا نائڑ نے حضور سلطان سے سند دلسپانڈگری، ناگوڑی اور دیسموکھی حاصل کی۔ اس نے بادشاہی ضابطہ اور امیری قانون کے مطابق ملک کا اہتمام وبندوبست کیا اور راجگی کے اسباب جمع کئے لیکن اجل نے فرصت نہ دی اور اکیالیس سال حکومت کرنے کے بعد چل بسا۔

اس کے بعد اس کے بیٹے ہنمپا نایڑ نے مسند نشین ہو کر راجہ کا لقب اختیار کیا اور جد و پدر کے ضابطہ کے مطابق حکمرانی کرنے لگا۔

چند دن بعد اس نے سومتا نامی ایک شخص کی دختر سے شادی کی اور اسے اپنا پردھان بنایا اور ملک کا نظم ونسق اور انتظام مالی اس کے حوالے کر دیا۔ پردھان مذکور نے جب تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں پائے اور راجہ کو اپنی مٹھی میں پایا تو ملک میں آتش فتنہ

وفساد برپا کر بیٹھا اور دل میں جدال وقتال کا عزم رکھ کر قلعہ کوہ ملیکنڈ ہ پر جو کہ بلاری کے مغرب میں دوفرسنگ کی دوری پر واقع ہے ٹھانہ روانہ کیا۔ راجہ کو اس بات کی حرص دلائی کہ اولاد چھتریاں کو اسیر کرلے۔ راجہ اس بات کو مانتے ہوئے بارہ ہزار ار پیادوں اور چار سو سواروں کے ساتھ نکل پڑا۔ صوبیدار ادھونی کو اس بات سے اغماض کے لئے پچاس ہزار روپے نذرانہ پیش کیا۔

راجہ بیجی نگر سری مل راج کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس نے اپنے سابقہ غرور کے مطابق مقابلہ کی ٹھان لی۔ چنانچہ دونوں کے درمیان میدان کیلی میں زوردار جنگ ہوئی ۔لشکر آنے گنڈی دشمن کے حملوں کی تاب نہ لا سکا اور اپنے دارالمقر کو لوٹ گیا۔ ہنمپا نایڑ نے اپنی فتح پر خوش ہو کر قلعہ کیلی پر جو کہ بیجی نگر کے تابع تھا حملہ کیا اور دس بارہ دن سخت محاصرہ کر کے قلعہ فتح کرنے کی سعی کی۔ ایک رات حارس قلعہ نے جو شجیع تھا ایسا سخت شبخون مارا کہ بلاری کے پردھان کا بیٹا مارا گیا اور اس کا لشکر منتشر اور منہدم ہو گیا اور ہنمپا نایڑ بے نیل ومرام اپنے دارالمقر کو لوٹ گیا۔

کچھ عرصہ بعد اس نے سامان جنگی اور سوار و پیادے جمع کئے اور محل موکاپر جو کہ ایک زرخیز تعلقہ تھا اور تینتیس ۳۳ موضعات پر مشتمل تھا حملہ کرنے پر کمر بستہ ہوا۔ یہ تعلقہ اس وقت رائے درگ کی سرکار میں شامل تھا۔ اس نے اس علاقہ میں غارت گری مچائی تا کہ قلعہ اس کے قبضہ میں آجائے لیکن اس جگہ کا قلعدار جس کا نام ویدپتی نایڑ تھا اور جو رائے درگ کے پردھان کشتپا کا رشتہ دار تھا نے مردانہ سعی کی اور اپنے آقا کو اس بیدادی کی مفصل روداد روانہ کی۔

راجہ رائے درگ نے اپنے ہمشیرہ زادہ سامی نایڑ کو ایک گراں فوج کے ساتھ

روانہ کیا اس نے ایک ہی حملہ میں دشمن کو شکست فاش دی اور بہت سے سپاہیوں کو تہ تیغ کھینچ لیا۔ نایڑ بلاری فرار ہو گیا اور دریائے تگری پار کر کے بلاری کے کوہستان میں داخل ہوا اور اپنی حفاظت کی کوشش کرنے لگا۔

فتح مند سوامی نایڑ نے بلاری پر فوج کشی کی یہاں کے نایڑ نے ایلچی روانہ کر کے دوستی اور یگانگت طلب کی اور عہد کیا کہ آئندہ کبھی ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ اور مجادلہ نہیں کریں گے اور ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے نایڑ منصور لوٹ گیا۔ شکست خوردہ نایڑ اپنی جگہ سکون سے رہنے لگا۔ تاہم اس طرح کی فتنہ انگیزی کے خیال میں چند دن گزارنے کے بعد فوت ہو گیا اس نے اکتیس سال حکومت کی۔

ہنمپا نایڑ کے بعد اس کا بھائی چک رامپا نایڑ اس کا جانشین ہوا۔ وہ ملک وفوج کا اہتمام کرنے لگا۔ اس کے دور حکومت میں رائل آنے گنڈی والہ نے کنگیری (جو کہ بیجی نگر کا شہر ہے) کے پالیگار سامی نایک کے اکسانے پر فوج کشی کی اور اس علاقہ کو تاخت وتاراج کیا۔ چک رامپا نایڑ نے چار سو سوار پانچ ہزار پیادوں کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا اور ایک دن کی سعی کے بعد دشمنوں کو شکست دیدی۔ رائل مذکور کے اسباب ثروت، جلوئے خاصہ، فیل سوار اور نوبت ونقارہ اس کے ہاتھ لگے۔ رائل مذکور (وینکٹ رائل) شرمندہ ہو کر بیجی نگر کو لوٹ گیا۔ فتح مند نایڑ اس تعاقب کرتے ہوئے بیجی نگر تک پہنچ گیا۔ نایڑ مذکور نے ہراساں ہو کر بیجاپور فرار ہونے کا عزم کیا لیکن اس کی نانی ہنس کنور بائی نے اسے حرم سرا میں چھپا کر اپنے کارکن کو نایڑ مذکور کے پاس روانہ کیا اور پند ونصائح سے اس کی فہمائش کی دونوں کے درمیان صلح صفائی ہوئی۔ نایڑ مذکور خوشنودی حاصل کرنے کے بعد بلاری لوٹ گیا۔ رائل مذکور اپنی جگہ آسودہ ہوا۔

کچھ عرصہ بعد نایڑ مذکور نے اسباب جنگ فراہم کرنے کے بعد ہنڈی انت پور پر حملہ کیا۔ اس جگہ کا حاکم ونکٹ نایڑ بن سدپا نایر برادر تما کر بر تھا۔ اپنے چچازاد بھائی کی آمد کی خبر سن کر اس نے رشتہ داروں کے درمیان جنگ وقتال مناسب نہ سمجھتے ہوئے کچھ چیزیں تحفہ اور سامان ضیافت روانہ کر کے اسے باز رکھنے کی کوشش کی اس جہل منش نے اگرچیکہ سبھی سامان اپنے پاس رکھ لیا مگر اس کے روانہ کردہ ایلچی کو بڑی ہی شقاوت قلبی کے ساتھ قتل کر دیا۔ اور ونکٹ نایڑ کو پیغام روانہ کیا کہ مع عیال واطفال ملازمین کے ساتھ اس کے پاس چلا آئے اور قلعہ خالی کر کے اس حوالے کر دے تاکہ جان کو امان پاسکے۔

ونکٹ نایڑ اسکے ارادہ فساد سے واقف ہو کر قلعہ کی سپردگی کو باعث ننگ سمجھتے ہوئے جنگ پر آمادہ ہوگیا۔ چنانچہ انت پور سے چھ کروہ کے فاصلہ پر دونوں کے درمیان سخت جنگ ہوئی چونکہ حق اس کے جانب تھا اس لئے ونکٹ نایڑ کو فتح ہوئی اور رامپا نایڑ کو شکست فاش کا منھ دیکھنا پڑا وہ تمام سامان اور نوبت ونقارہ چھوڑ کر فرار ہوگیا اور بلاری تک کہیں دم نہ لیا۔

ونکٹ نایڑ فتح سے خوش ہو کر نوبت بجاتے ہوئے مال غنیمت کے ساتھ دارا لحکومت کو لوٹ آیا۔

اس کے بعد سے ان دونوں کے درمیان دشمنی پیدا ہوگئی اور ان کے درمیان بار بار جنگ ہونے لگی لیکن رامپا نایڑ اپنی زندگی میں کبھی ان پر کامیاب نہ ہوسکا۔

جب اس کا وقت آپہنچا تو اس نے اپنے بیٹے کو بلا کر مسند پر بٹھایا اور ملک رانی اور انت پور والہ سے انتقام لینے کی وصیت کرنے کے بعد فوت ہوگیا اس کے فرزند دڑھمپا نایڑ نے تا مزد ہو کر ملک اور لشکر کی تنظیم کی اور ہر ایک موضع کے اطراف قلعچے تعمیر کروائے ہر

جگہ پیادے اور محافظ متررکئے اور اس طرح حرامیوں کے داخل ہونے اور مرہٹوں کی فوج سے اپنے ملک کی حفاظت کی ۔بجرز مین کواس نے اپنی فوج اور محافظین میں تقسیم کیا اس نے اپنی فوج کو داد و دہش سے خوش دلی اور رعیت کو آسودہ کر رکھا تھا۔اس نے ایک ہزار پانچ سو. سوار اور دس ہزار پیادے آلات حرب وضرب اور پانچ چھ توپیں بنکری جمع کر کے ملک گیری کا عزم کیا۔اس نے ناگاہ کنگیری دیہات پر جو کہ دریائے تنگ بھدرا کے اس طرف واقع ہے حملہ کیا اس جگہ کی رعیتوں کے مکانات جلا کر خاک کر دیئے۔

کنگیری کے پالیگار سومنا نایک جو کہ صاحب لشکر تھا اپنے سپاہیوں اور ملازمین کی پاس ناموس کے لئے جو کچھ فوج موجود تھی اس کے ساتھ مقابلہ کے لئے نکل کھڑا ہوا۔لیکن اپنی فوج کے شعلۂ شمشیر اور ہمت و جرأت کو آزمانے کے عوض جنگ کی تاب نہ لا کر پیام آشتی روانہ کیا اور دو لاکھ روپئے نذر روانہ کرنے کی خواہش ظاہر کی۔نایڑ فوجکش نے اس بات کو مغتنم سمجھتے ہوئے مبلغ حاصل کر کے مراجعت کی۔اس نے مال غنیمت کا آدھا حصہ اپنے لشکریوں اور کارکنوں میں تقسم کر کے انھیں خوش دل کر دیا۔اس واقعہ کے دس سال بعد اس نے راجہ آنے گنڈی پر حملہ کیا اور اس پر غالب آ کر بے حساب زر و گوہر حاصل کئے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک سال اس کے علاقہ کی خواتین نے اس بات پر اصرار کیا کہ ہنمپا کی مندر کے دیو کی پرستش جاترہ کے دوران کرینگے۔یہ مندر شہر بیجی نگر میں واقع ہے۔نایڑ مذکور نے انھیں غرباء کا لباس پہنا کر بیلوں پر سوار کر کے روانہ کیا۔

پر سہ سال میں ایک بار کیا جاتا ہے اور اس موقع پر ہر قوم ملک و شہر کے لوگ اجناس و پارچہ کے بیوپاری جوق در جوق آ کر جمع ہو جاتے ہیں یہاں پر عورتوں اور مردوں

کا ہجوم مور وملخ کی طرح ہوتا ہے۔اس موقع پر بت کوایک رتھ کے اوپر سب سے بلند مقام پر رکھ کر کوچہ بہ کوچہ گھماتے ہیں۔ بت کی پوجا اور اس کے نظارہ کے بعد لوگ ہٹ جاتے ہیں اور خرید وفروخت میں لگ جاتے ہیں اس لئے اس اجتماع کو یہ لوگ پرسہ اور جاترہ کہتے ہیں۔

ناپڑ مذکور نے اپنی خواتین کو بدرقہ اور چند نوکروں کے ساتھ روانہ کیا۔اگر چہ اس کی اطلاع کسی کونہیں تھی اور یہ لوگ رات کے وقت بغیر کسی کو اطلاع دئے ہمپا کے مندر میں داخل ہوے تھے اور اس دیو کی پوجا کرنے اور تماشا دیکھنے میں مشغول تھے کہ بلاری کے رہنے والے ایک شخص کی نظر جوان سے بددل اور عداوت رکھتا تھا پڑی اس نے ان کی موجود گی کی اطلاع آنے گنڈی کے رایل کو دیدی اس نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے چند ملازمین کو بھیج کران تمام کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ اس نے ناپڑ کی لڑکی سے جو جوان اور حسین تھی مباشرت بھی کی۔

جب اس بات کی اطلاع ناپڑ کو ملی تو وہ سانپ کی طرح تڑپنے لگا اور اپنے ناموس کے پاس سے لرزنے اور کف افسوس ملنے لگا لیکن عجز الحاح کے سوا کوئی چارہ کار نہ دیکھ کر ایلچیوں کو پانچ لاکھ روپئے اور دیگر تحایف وساماں ،عفوور گزر کے خطوط بیجی نگر کے پردھان سیونا کی وساطت سے روانہ کئے اور ہزار جدوکد کے بعد اپنے متعلقین کی رہائی حاصل کی۔ اس کے بعد اس نے ناظم ادھونی کا باجگذار ہو کر اسی ندامت اور کوشش میں بیس سال گزارنے کے بعد خفقان کے مرض میں مبتلا ہو کر اپنی جان خازن نیران کے سپرد کی۔

اس کے بعد اس کا بیٹا ڈوڑ راماپاناٹو اس کی جگہ مسند نشین ہوا۔اس نے اپنے ملک کے نظم ونسق کیلئے لشکر جمع کیا۔اس نے اپنے والد کے زمانے سے اپنے دادا کی یہ وصیت سن رکھی تھی کہ انتقو روالہ سے انتقام لیا جائے۔اس نے وصیت پورا کرنے کی کوشش شروع کی۔

چنانچہ اس نے اننت پور پر یکا یک حملہ کیا اور آبادیوں کو خاک میں ملادیا۔ اس نے قلعہء اننت پور جیتنے اور چچیرے بھائیوں کو گرفتار کرنے کی کوشش کی۔

اننت پور کے راجہ تمانایڑ بن ونکٹ نایڑ نے اس وقت موجود سپاہیوں سے سامان کی قلت کے باوجود جنگ شروع کی مگر کم عمری اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے وہ دشمن کو رفع نہ کرسکا۔ اس نے اپنی گھریلو عورتوں کی بات مان کر جنگ سے دست کشی اختیار کی اور قلعہ کے دروازے کھولدیئے اور زنانخانہ میں بیٹھ رہا۔ نایڑ بلاری نے جب اپنا بلہ بھاری دیکھا تو فتح ونصرت کے نوبت بجانے اور توپ چلانے لگا۔ اس نے ناحق شناسی کو اپناتے ہوئے تمانایڑ، اس کے تمام اہل وعیال اور لواحقین کو گرفتار کرلیا اور اس کا سارا سامان ضبط کرلیا اور انہیں لے کر بلاری لوٹ آیا۔

چند دن بعد وہ آصفجاہیوں کی بے بندوبسی اور ظلم وجور سے تنگ آکر روپوش ہوگیا اور بلاری چھوڑ کر کبھی تنکل کوٹہ اور کبھی تنگ بھدرا کے اس طرف کے علاقہ میں بسر کرنے لگا۔ اس کے اشارہ پر اس کے ملازمین نے ادھونی کے اطراف کے علاقہ میں چوری اور ڈاکہ زنی کرنا شروع کردی۔ انہوں نے شارع عام مسدود کردی۔ یہانتک کہ ہدایت محی الدین خان مظفر الدولہ ادھونی پر رونق افروز ہوا۔ اس کا حال دریافت کرنے بعد خلق اللہ اور باجگذاروں کی حفاظت کا خیال کرتے ہوئے اس کی شوخی سے اغماض کیا اور قولنامہ روانہ کرکے اسے طلب کیا اور چوروں کو سزا اور تنبیہ کرنے کی تاکید کرکے ادھونی کے سارے علاقہ میں رسوم کاویلی مقرر کیئے جو کہ فی صد پانچ ہون پر مشتمل تھے۔ تاہم ہدایت محی الدین خان نے رسوم کاویلی کے عوض پہلے سے مقرر شدہ پیشکش قبول کی اور اسے معاف کردیا نایڑ مذکور مکمل اطمینان کے بعد اپنے دارالحکومت کو لوٹ آیا اور اہل اسلام کی اطاعت کرنے

لگا۔ اس نے پندرہ سال اور کچھ ماہ حکومت کی اور چل بسا۔

اس کے بعد اس کا بھائی چک ہنمپا نایڑ مسند نشین ہوا۔ وہ منصف، اقارب پرور اور دوست نواز تھا۔ اس نے تمنا نایڑ انت پور والہ کو بلا کر اپنے بھائی کا قائم مقام کیا۔ مگر اس کا کارپرداز اس بات پر رضامند نہ ہوا اور اس نے کافی جدوجہد کے بعد دوڈیا نایڑ کو جو کہ چک ہنمپا نایڑ کا متبنیٰ تھا کو راجگی اور سرداری پر بٹھا دیا۔

جب یہ خبر اننپور روالہ کو ملی تو اس نے غصہ میں آ کر اس کے استیصال پر کمر باندھ لی۔ اس نے شجاع الملک بسالت جنگ کی خدمت میں 40 ہزار روپئے روانہ کرتے ہوئے حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ جنگ سے قبل ایک عنایت اس مضمون کا روانہ کیا گیا کہ تو اجنبی شخص یعنی اولاد غیر اور پرورش یافتہ سرداران موروثی ہے اور تجھے نطفہ مناسب دولت حاصل نہیں ہے اگر تجھے اس قوم سے واقعی نسبت ہے تو سرکار کی طرف رجوع ہوا اور اپنی حقیقت ظاہر کر اور سند بحالی ریاست حاصل کر اور دارالحکومت خود سرکار کے قلعہ دار کے حوالے کر دے۔

نایڑ مذکور نے مناسب جواب دینے کے عوض سرکشی کی اور ناظم ادھونی نے لشکر جمع کر کے بلاری کی تسخیر کا فیصلہ کیا اور کوچ کا حکم دیا۔ چنانچہ ان دونوں کے درمیان چھ ماہ تک جنگ و جدال ہوتی رہی آخر کار قلعہ کے سپاہیوں نے جن کی تعداد بے حد کم تھی مغلوں کے لشکر پر شبخون مارا اور لوٹتے ہوئے اس کے سرداروں نے تنگل کوٹہ کو جو کہ بلاری کا محل تھا تسخیر کر لیا۔ اور اس طرح شادکام لوٹے۔ بسالت جنگ اس بات سے طیش میں آ گیا۔ اس نے ایک حربی فوج تربیت دی۔

اسی اثناء نظام علی خان اسد جنگ ناظم حیدرآباد کو پائین گھاٹ کی مہم درپیش ہوئی

اور حیدر علی خان کے ساتھ جنگ گھاٹ جنگم درپیش ہوئی جو کہ مشہور ہے۔ بسالت جنگ بھی اپنے بھائی کے ساتھ اس جنگ میں موجود تھا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھائے ہوئے نایڑ مذکور نے تکل کوٹہ پر حملہ کر کے وہاں کے قلعدار کو شکست دے کر قلعہ پر قبضہ کرلیا۔

جب رئیس حیدرآباد اور ناظم آرکاٹ کے درمیان صلح صفائی ہوگئی تو بسالت جنگ ادھونی لوٹ آیا۔ چونکہ اس کے دل میں نایڑ مذکور (ہمپا نایڑ) سے خلش باقی تھی اسلئے بسالت جنگ نے صفدر جنگ اور فرانسیسی موسی لالی کی سرکردگی میں ایک سنگین فوج بلاری کی فتح کیلئے روانہ کی۔

ایک مورخ نے لکھا ہے اس وقت نواب حیدر علی خان بہادر اپنے لشکر کے ساتھ ابراہیم خان دھونسہ کی نخوت شکنی کیلئے چیتل درگ اور صوبہ سرا کو مرکز بنائے ہوتے۔ بسالت جنگ نے نواب حیدر علی خان سے اس قلعہ کی تسخیر میں مدد طلب کی۔

مختصر یہ کہ نواب موصوف نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے کیونکہ وہ بھی چند دنوں سے اس قلعہ کی تسخیر کا عزم کئے ہوئے تھے سنہ ۱۱۸۷ھ م 1773ء میں ناگاہ حملہ کیا اور ایک ہی حملہ میں لشکر بسالت جنگ کو جو آسمان کی نیرنگ سازی سے غافل تھا شکست دی اور لشکر کو درہم برہم کر دیا۔ چنانچہ موسی لالی چند بندوقچیوں اور صفدر جنگ نے چند سواروں کے ساتھ راہ عافیت اختیار کی۔

نایڑ مذکور نے لشکر مغل میں توپ اور بندوقوں کی آسمان شکن آواز سنی تو کسی کو روانہ کر کے حالات دریافت کئے۔ جب اسے حالات سے واقفیت ہوئی تو اپنی جان کے خوف سے لرزہ براندام ہو گیا اور راتوں رات چند یگانہ ملازمین اور تمام خزانہ زنانہ کے ساتھ عقب کوہ سے اتر کر فرار کی راہ اختیار کی۔ اس طرح سارا جنگی سامان فدائیان نواب قوی طالع

کے ہاتھ لگا۔

نواب ظفر مند نے درگاہ واہب العطیان اور فتح بخش حقیقی کے آگے اس بلا توقع فتح غیبی پر سجدہ شکر ادا کیا۔ انہوں نے خوش ہو کر وہاں تھانہ مقرر کیا اور قلعہ اور حصار کی مرمت پر زر کثیر صرف کیا۔ کہا جاتا ہے کہ نایڑ مفرور نے انیس سال حکومت کی تھی۔ جب غیب سے بلاری نواب کے تصرف میں آ گیا تو اننت پوروالہ اور بسالت جنگ کف افسوس ملتے رہ گئے۔

القصہ وہاں کی تنظیم و تنسیق اور بسالت جنگ سے دس لاکھ روپیے وصول کرنے کے بعد نواب بہادر نے کوہ گتی کی تسخیر کا عزم کیا اور اننت پور کی طرف گھوڑے دوڑائے۔ وہاں کے نایڑ نے جان کے خوف سے راتوں رات اپنے لواحقین زن و فرزند زر و گوہر کے ساتھ راہ فرار اختیار کرتے ہوئے کوہستان شولا پور میں پناہ لی۔ وہاں سے پاکتور آ کر چند دن محمد امین خان کی پناہ اختیار کی اور وہیں انتقال کر گیا۔ اس کے بیٹے سدپا نایڑ نے اس کی جگہ کلانتری کی۔

سنہ ۱۲۰٦ ہجری م 1791ء میں نواب نظام علی خان، مرہٹہ اور انگریز نے یکدل ہو کر ملک ٹیپو سلطان کی تسخیر کا عزم کیا اور اس پر حملہ کر دیا۔ ہنمپا نایڑ نے ہری پنت پھڑکیہ کا ساتھ دیا اور اچھے دنوں کی تمنا کرنے لگا۔ ٹیپو سلطان اور رؤساء موصوف کے درمیان صلح صفائی کے بعد ہری پنت پھڑکیہ نے ٹیپو سلطان سے سفارش کر کے سدرام پورہ نامی ایک قریہ جو کہ اننت پور کا ایک تعلقہ تھا بطور جاگیر دلوا دیا۔ چنانچہ ہنمپا نایڑ اپنے زن و فرزند کے ساتھ وہاں مقیم ہے اور نام و نشان نایڑ اس بلاری اس وقت زمین سے ناپید ہے۔

سرزمین بلاری کی آب و ہوا گرم خشک ہے۔ شہر کے اطراف اگرچہ کہ میٹھا پانی

موجود ہے لیکن سرد وتر اور بلغم افزاء ہے۔ دریائے تنگ بھدرا بارہ فرسنگ کی دوری پر شمال کی جانب ہے۔ بیجی نگر کی سرحد پانچ فرسنگ کے فاصلہ پر ہے اور دس فرسنگ کے فاصلہ پر سرحد ادھونی موجود ہے۔ یہاں کی اکثر رعیت کمبل باف ہے اس لئے یہاں کی کمبل نرم اور باریک ہوتی ہے۔

******

ٹیپو سلطان شہید کی نعش کی بازیافت

اورنگ چہاردہم (چودھواں باب)

شیخ احمد ملک جہاں خان نصیب الدولہ عرف دھونڈو جی واگیہ کی کیفیت۔

اس کی اصل یہ ہے کہ اس کے جد و پدر سپاہی پیشہ تھے جن کا تعلق قوم مرہٹہ سے تھا ان کا لقب واگیہ یعنی مرہٹوں کی اصطلاح میں شیر ہے۔ وہ پہلے پہل تعلقہ باوامی اور دھارواڑ میں سکونت رکھتے تھے ان میں سے بعض پونا میں نوکری کی خاطر سکونت پذیر تھے۔ بعضوں نے اسی جگہ زراعت کا پیشہ اختیار کر رکھا تھا۔

دھونڈو جی واگیہ سنہ ۱۱۷۰ھ م 1756ء میں تعلقہ ڈمل میں جہاں اس کے والد چند دنوں سے زن و بچہ کے ساتھ سکونت پذیر تھے، تولد ہوا۔ اس کے باپ کا نام مادھو جی واگجی تھا۔

سن شعور ہی سے اس میں صولت اور جوانمردی کے آثار نمایاں تھے۔ جب اس کی عمر بارہ سال ہوئی تو اس نے ایک گھریلو جھگڑے کے دوران اپنے ہی ایک بڑے بھائی کو جس کا نام سکو جی واگیہ تھا جان سے مار دیا اور بھاگ کر سرہٹی کے زمیندار جس کا نام ہمنت گوڑا تھا۔ پہنچا اور وہاں پر چند دن نوکر رہا۔ اس جگہ ایک معمولی سی بات پر وہاں کے کارکنوں سے جنگ کرتے ہوئے دو تین افراد کو زخمی کر دیا۔ جس کے سبب اسے برطرف کر دیا گیا۔ وہاں سے وہ پونہ میں اپنے چچا جس کا نام ترکیا واگجی تھا چلا گیا۔ چند دن وہ اپنے عمو کی رفاقت میں بسر کرتا رہا۔ یہاں اس نے کافی مال و دولت حاصل کیا اور وہاں سے نکل کر چند اوباش منشوں اور قزاق طبعوں کی سرداری کرتے ہوئے ملک مرہٹہ تاخت و تاراج اور رعایا کو غارت کرنے اور دیہاتوں کو نذر آتش کرنے لگا۔ اس وقت ملک مرہٹہ کیپا لیگاروں اور

فوجداروں نے جواس کی قزاقی اور دست برد سے تنگ آ چکے تھے فوج کشی کی اور بسیار کوشش کے بعد اسے اس کے ساتھیوں کے ساتھ گرفتار کر کے صوبہ پونا کو روانہ کردیا۔ چنانچہ وہ پانچ سال یہاں مقید رہا۔

نارائن راؤ پسر دوم بالا جی راؤ نانا حاکم پونا کے دور میں اس کے چچا اور دیگر کار پردازوں کی سفارش پر اس شرط پر کہ وہ دوبارہ ایسی نامناسب حرکات نہیں کرے گا اسے رہا کیا گیا۔ اس پر یہ شرط لاگو کی گئی کہ وہ دیہات غارت نہیں کرے گا۔ خلق اللہ کو نہیں ستائے گا۔ ڈاکوؤں کی طرح ملک کو تباہ وتاراج نہیں کرے گا اور اس علاقہ میں سکونت نہیں رکھے گا۔

ڈھونڈو جی واگ نے قید سے رہائی پاتے ہی ایک گھوڑا اور دو تین خدمتگاروں کے ساتھ صوبہ مرج کا رخ کیا اور وہاں چند دن قیام کیا۔ چونکہ ناظم مرج پرسرام بھاؤ نے اس کی خاطر خواہ تواضع نہیں کی اس لئے وہ وہاں سے بھی روانہ ہو گیا لیکن جاتے ہوئے اس کی ہم قوم ایک عورت سے شادی کرلی۔ بعضوں نے کہا ہے کہ ناظم مرج کے رشتہ داروں میں سے ایک کی دختر اس کی جوانمردی، جرأت اور حسن تردد پر عاشق ہو گئی اور خفیہ پیغام ہمبستری روانہ کرتے ہوئے اس کے ہمراہ ہو گئی۔

غرض وہ مروصفت خاتون کے ہمراہ بادامی بھشٹپا برہمن کے پاس جو کہ لشکر نواب حیدر علی خان بہادر کی فوج میں سواروں کی بخشی گری کے عہدہ پر فائز تھا پہنچا اور سابق کی طرح اس سے معرفت بلکہ محبت و یگانگت حاصل کی۔ یہاں اس نے چند دن آرام کیا اور اس کے ہمراہ لشکر نواب موصوف میں رہ کر پائین گھاٹ کی دوسری مہم میں حصہ لیا لیکن اس نے نواب موصوف کی نوکری قبول نہیں کی۔ اس کے اخراجات بھشٹپا زنار دار خود اپنی طرف

سے پوری کرتا رہا۔

نواب کے انتقال کے بعد وہ ساؤنور کی طرف روانہ ہوا چونکہ صاحب تدبیر تھا اس لیے راستہ میں ڈیڑھ سو سوار اور چند پیادوں کو اپنے ساتھ لینے میں کامیاب ہو گیا اور ساؤنور پہنچ گیا۔ دو تین دن موقع پا کر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نواب کے دروازہ پر بیٹھ گیا اور اپنی سپہ گری کے ناز پر نوکروں کی آمد و رفت میں مزاحم ہو گیا۔

عبدالحکیم خان کو جب اس بات کی اطلاع ملی تو اسے تشویش لاحق ہو گئی۔ اس نے دریافت کیا کہ میری ڈیوڑھی پر کیوں ہجوم کئے ہو اور مجھ سے تمہیں کیا علاقہ ہے کہ ایسی شوخی اور جوانمردی کرتے ہو اور تمہیں کیا چاہئے۔

دھونڈو جی نے جواب دیا کہ سپاہی زادہ تہی دست اور تن کا ننگا ہے۔ مجھے امید ہے کہ سالانہ ایک لاکھ روپے مجھے عطا کر کے اور جو بھی مشکل کام ہو گا مجھ سے کروا لو گے۔ حکیم خان نے کہلا بھیجا کہ فی الوقت اس جانب کے اکثر محلات مرہٹوں کے اقتدار میں ہیں اور قلمرد کے جو محاصل ہیں ان سے چند سپاہ اور دیگر ملازمین کا ماہیانہ ادا کرنا بھی مشکل ہے اس لئے زر سالانہ کی ادائیگی کی درخواست پر عمل کرنا میرے لئے دشوار ہے دھونڈو جی نے دوبارہ التماس کی کہ اگر ایسی بات ہے تو نقد مشاہرہ مجھے نہیں چاہئے لیکن جو علاقہ مرہٹوں کے قبضہ میں ہے اس کی سند دیوانی میرے نام مقرر کر دو تا کہ میں ہر تدبیر اور حیلہ سے جس کی میری صائب عقل رہبری کرتی ہے عمل کروں۔

حکیم خان نے طوعاً و کرہاً یہ بات مان لی اور اس مرد شجیع کو اپنے سامنے طلب کیا اور خلعت گراں بہا مع فلکی اور شمشیر طلائی عطا کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ دھونڈو جی واگیہ میرے کارکنوں میں سے ایک ہے۔

شجیع دھونڈو جی نے اپنے مقصد کو پالیا تو وہ اپنی جمیعت کے ساتھ مصری کوٹہ کے نواح میں جو کہ ساؤنور کے محلات میں سے ایک تھا پر حملہ کیا۔ اس وقت یہ علاقہ مرہٹوں کے قبضہ میں تھا۔ اس نے کافی سوچ بچار کے بعد اپنے ساتھیوں کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ اس کے ہاتھ پیر باندھ کر واجب القتل مجرمین کی طرح قلعہ دار کے روبرو پیش کریں اور وہ خود ہتھیاروں سے لیس تیار رہیں اور مجلس میں پیش کرنے کے بعد میرے اردگرد موجود رہیں اس وقت میرے ہاتھوں کے بند آہستہ سے کھولدیں۔

اس کے رفقاء نے اس کے مشورے کے مطابق اسے دست بستہ قلیچہ کے اندر قلعدار کے آگے پیش کیا اور کہا کہ دھونڈو جی شرارت کیش کو جو کہ پھر سے سوار و پیادے جمع کرنے اور ملک سرکار کو تباہ و تاراج کرنے کے ارادہ سے اس نواح میں آیا ہوا تھا گرفتار کر لائے ہیں۔

اس مقام کا قلعدار اس بات سے بے حد خوش ہو گیا اور اس علاقہ کے تمام علاقہ داروں کو اس ارداہ سے جمع کیا کہ ڈھونڈو جی واگیہ کو طوق و زنجیر پہنا کر صوبۂ پونہ روانہ کرے۔ قلعہ دار نے اپنے روبرو بٹھا کر اپنی زبان سے تنبیہ اور گالی گلوج شروع کی اسی اثناء ڈھونڈو جی کے ایک رفیق نے اس کا بازو کھول دیا اور اس کے آگے تلوار اور ڈھال پیش کی۔ ڈھونڈو جی جوانمردی سے جست لگا کر نرغے سے نکلا اور شمشیر نیام سے نکال کر پہلے ہی حملہ میں قلعدار کا سر قلم کر کے قلیچہ کے دروازہ کے قریب پھینک دیا۔ اس کے رفقاء نے وہاں کے کارکنوں کو قتل کر دیا۔ اس طرح قلیچہ اور اس کے توابع ڈھونڈو جی کے قبضہ میں آ گئے۔

اسی وقت اس نے اپنی جمیعت اور زن شیر صفت کو جو کمین گاہ میں چھپے ہوئے تھے طلب کیا اور گاؤں کو غارت کر کے تین چار لاکھ ہون ہمدست کیے۔ اس میں سے پچاس

ہزار ہون ہیرے جواہرات کی چند چیزوں اور پاندان طلائی اور دیگر لوازمات اور حقہ طلاء حاکم ساؤنور کی خدمت میں روانہ کیا۔ حاکم ساؤنور نے وہاں سے چنور آفتاب گیری ونقارہ اورعلم سرخ معہ کہار اورانعام روانہ کئے۔

اس کے بعد ڈھونڈو جی تین چار سو سوار اور چھ سات سو پیادے جمع کر کے ملک مرہٹہ اورنواب نظام علی خاں کا ملک تباہ کرنے لگا۔

سنہ ۱۱۹۹ھ م 1784ء میں مرہٹہ اور نظام علی خان نے ملک ٹیپو سلطان کی تسخیر کے لئے اتفاق کرلیا اور فوج کشی کی مرہٹوں نے مصری کوٹہ گدگ وغیرہ کی کشایش کا ارادہ کر کے اس طرف فوج کشی کی۔

جب اس فوج کے سردار نے قلعچہ کا محاصرہ کرلیا اور مورچال کیا تو اس زن مردانہ صفت نے جسے اس قلعہ کی قلعداری پر مامور کیا گیا تھا داد شجاعت دی۔ مرد دلاور اپنی قلیل جمعیت کے سبب میدان جنگ میں نہیں پہنچا بلکہ ڈمل اور سرہٹی کی جانب جا کر شولا پوروالا کے ہاں پناہ لی۔ اس نے تکاپو اور ترکتازی کی کوشش ترک کردی، جب زن مذکور نے دیکھا کہ قلعچہ کی دیوار توپوں کی ضرب سے ٹوٹ رہی ہے اور باروو اور ضرب کا سامان ختم ہونے کو ہے تو وہ ایک رات موقع پا کر جوانمردوں کی طرح شمشیر ہاتھ میں لے کر پوری جمعیت کے ساتھ قلعہ سے باہر نکل آئی ناگاہ دشمن کے طلایہ گردوں نے اسے باہر نکلتے ہوئے دیکھ لیا اور حملہ آور ہوئے۔ اس تہور منش عورت نے جوانمردی کا ثبوت دیتے ہوئے تین چار گھنٹے میدان جنگ میں داد شجاعت دی۔ اور اپنے تن نازک پر کئی زخم کھائے اور غنیم کے سپاہیوں کو اپنے آگے سے ہٹا کر اپنے شوہر کے پاس پہنچ گئی۔ اگر چیکہ غنیم کے سپاہیوں نے ان پر قابو پانے اور اسیر کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکے۔

شجیع موصوف حزم واحتیاط کو اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیتے ہوئے پوری آگہی کے ساتھ بسر کرنے لگا۔

جب ٹیپو سلطان نے صوبۂ ادھونی کی تسخیر کے بعد ساؤنور کی طرف فوج کشی کی۔ حاکم ساؤنور نے اپنی جان کے اندیشہ سے مرہٹوں کی پناہ طلب کی۔

اس مرد دلاور نے خان ساؤنور سے ناامید ہو کر عمر خان نامی ایک شخص کو جو کہ اس مرد شجیع کی فوج میں بخشی گری کے عہدہ فائز تھا بھشٹپا زناردار کی معرفت حضرت ٹیپو سلطان کی خدمت میں پیغام روانہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ سلطانی ظل عاطفت میں آنا چاہتا ہے اور اسے اپنا آدمی سمجھا جائے اور خلعت و پاندان اور امیدواری کا عنایت نامہ دیا جائے اور اس علاقہ کی فوجداری کی اجازت دی جائے تاکہ وقت ضرورت ملک غنیم پر حملہ کیا جائے تاکہ اس کی جوانمردی کی آزمائش ہو سکے۔

سلطان اس کی جوانمردی سے اچھی طرح واقف تھے کیونکہ وہ بالفعل باجمیعت اور صاحب عزم شخص تھا اس لئے سلطان نے اس کی حاجت پوری کرنے کے لئے خلعت معہ کچھ نقد رقم خفیہ طور پر روانہ کی اور غنیموں کے ملک کی غارت گری کا اشارہ کیا۔ ڈھونڈو جی سلطانی قذاق کی طرح کام کرنے اور غنیم کے ملک پر بار بار لشکر کشی کر کے زیروزبر کرنے لگا۔

جب ٹیپو سلطان کی غنیم کے ساتھ صلح ہو گئی اور وہ سری رنگپٹن میں مقیم ہوئے تو دھونڈو جی نے ایک ہزار پانچسو سوار اور پیادے جمع کئے اور کسی کی مدد کے بغیر اس مقولہ کے مطابق کہ۔

اہل ہمت را نباشد تکیہ بر بازوی کس — خیمہ افلاک بے چوب وستوں استادہ است

(اہل ہمت کسی دوسرے کے بازوئے ہمت پر تکیہ نہیں کرتے جیسے خیمۂ افلاک آسمان بے ستوں کھڑا ہوا ہے۔)

اس نے سخت جنگل اور کوہستان میں سکونت اختیار کی۔ مصلحتاً وہ گاہ گاہ ملک ٹیپو سلطان پر بھی حملہ کرتا رہتا تھا۔

جب دکن کے دولت مند یعنی نواب نظام علی خان ناظم حیدر آباد مرہٹہ ناظم پونہ اور انگریز ناظم کرناٹک پائین گھاٹ نے ایک دوسرے کے اتفاق سے ٹیپو سلطان کے ملک پر لشکر کشی کی تو ڈھونڈو جی لاعلاج ہو کر مصلحت کی بناء پر ہری پنت پھڑکیہ کی پناہ میں چلا گیا اور ظاہری طور پر اس کے نوکر کی طرح رہنے لگا اور ٹیپو سلطان کے محروسہ علاقہ کی غارت گری کرنے لگا۔ جس وقت مرہٹوں کی فوج صوبہ سرا اور کوہ مدگری کے قریب تھی اس نے سلطان پیٹھ پر جو کہ سری رنگپٹن سے دیڑھ فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے حملہ کر کے غارت کیا۔ سلطان کے پانچ چھ ہزار سواروں نے اس کا دو تین منزلوں تک تعاقب کیا اور اسے اسیر کرنے کی کوشش کی۔ اس نے اس وقت ایک جاسوس کے ذریعہ حضور سلطانی میں یہ پیغام روانہ کیا کہ میں دھونڈو جی واگیہ ہوں اور مصلحت کی بناء پر مرہٹوں سے ملا ہوا ہوں لیکن دراصل آنحضرت کا نوکر ہوں۔

قصہ مختصر چاروں دولتمندں کے درمیان صلح اور دفع مناقشہ کے بعد جب وہ اپنے اپنے دارالحکومت کو پلٹ گئے تو دھونڈو جی واگیہ نے اپنا پچھلا وطیرہ اختیار کر لیا اور بغیر کسی یار اور یاور کے ملک کی تخریب کرنے زر وصول کرنے اور مردم آزاری کرنے لگا یہاں تک کہ سنہ ۱۲۰۹ ہجری م 1794ء میں اس کے جور و ظلم کی فریاد چاروں طرف سے بحضور سلطان پہنچی۔ انہوں نے مشورہ کر کے ہشتپاز ناردار کے ذریعے قولنامہ روانہ کیا اور اس کے مناسب و جاہ میں

مناسب افزائش کرنے کا وعدہ کر کے اسے حضور میں طلب کیا۔ اس نے زناردار نامعتبر کی بات پر بھروسہ نہ کرتے ہوئے عمر خان بخشی کو حضور کی خدمت میں روانہ کیا۔

عمر خان حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ باتیں عرض کیں۔ حضور نے کہا بہتر ہے اسے حاضر کرو انشاء اللہ اس کی مراد پوری ہوگی اور اگر مسلمان ہو جائے تو اس کے حسب دلخواہ سرفراز کیا جائیگا۔ عمر خان یہ بات مان کر واپس لوٹ گیا اور حضور کی ساری باتیں بتلائیں۔

دھونڈ د جی نے بے اندیشہ چار سو سوار اور ماں اور بیوی کے ساتھ حاضر ہو کر سعادت مجرا حاصل کیا۔ جب مسلمان ہونے کی بات آئی تو اس نے کہا کہ فدوی کو اس لئے طلب نہیں کیا گیا تھا اور مجھے اس بات سے ہرگز آگاہی نہیں تھی سلطان نے غضبناک ہو کر عمر خان کو طلب کیا اور سوال کیا کہ میں نے کیا کہا تھا اور تم نے میری کہی ہوئی پوری بات کیوں نہیں کہی اسنے عرض کیا کہ مسلمان ہونے کا ارشاد شاید صادر نہیں کیا گیا تھا یا فدوی یہ بات بھول گیا۔ یہ بات سن کر سلطان کا غصہ اور بڑھ گیا اور انہوں نے جلادوں کو حکم دیا کہ اس کی ناک کاٹ دی جائے کیونکہ اس نے پیغام رسانی ٹھیک طور سے نہیں کی تھی۔ عمر خان نے غیرت مردی کے سبب دریائے کاویری کے پُل پر سے کود کر جان دیدی۔ اس کے بعد سلطان نے چند ناعاقبت اندیش برہم زنان کارخانہ دولت کی بات مان کر اسے مجرا کے بہانہ طلب کیا اور دیوڑھی پر پکڑ کر پابہ زنجیر کردیا دھونڈ و جی نے اس وقت کہا کہ حضور کی جو مرضی ہے اس سے مجھے سرمو انحراف نہیں اور آپ کی قیادت کے سوا کوئی چارہ نہیں انھوں نے ایک دستہ روانہ کر کے اسے اور اسکے ہمراہیوں کو اپنے سامنے سے ہٹادیا۔ اس کے گھوڑوں کو اپنے لشکر میں جمع کرلیا۔ تین دن بعد قاضی القضات کو چند سرداروں کے ہمراہ پند و نصائح کے لئے

روانہ کیا اور پند ونصائح سے اسے اس طرح سمجھایا کہ وہ مرد با توفیق مشرف با اسلام ہو گیا اور ختنہ کروالیا وہ خاص عام میں سلطان کے فرزند کے نام سے موسوم ہوا۔ اس کا نام شیخ احمد رکھا گیا۔ مسلمان ہونے کے بعد اس نے تین دن تک کھانے پینے سے احتراز کیا سلطان کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو قاضی کی زبانی تسلی آمیز باتیں کہلا بھیجیں اور اپنے خاص طعام سے خوانچہ مہر لگا کر روانہ کیا۔ اس مرد با توفیق نے طمانیت خاطر کیلئے کھانا کھا کر دلجمعی حاصل کی۔ ختنہ کا زخم مندمل ہونے کے بعد اس نے علم دین وفقہ جو کہ ضروری تر ہین حاصل کئے اور کلام اللہ مکمل کیا۔

چند دن بعد خانجہان خان چیلہ کی کچہری سے ایک دستہ نے اس سے ملاقات کی اس مرد با توفیق نے اس دستہ کے سرداروں کو اپنے پاس بلا کر خان جہان خان کے تمام حالات دریافت کئے۔ اس دن اسے روزمرہ کے اخراجات کے لئے ملنے والی رقم جو کہ تین روپے تھی نہ ملی۔ اس نے کھانے پینے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ جان پہچان کے ایک شخص کے ذریعے یہ بات کہلا بھیجی کہ افسوس ہے کہ ایک برہمن زادہ سفلہ مشرب خانجہاں اور میر میراں بن جائے اور میں اس شجاعت ذاتی اور نسبتی کے باوجود صرف شیخ احمد ضعیف رہ جاؤں سلطان نے اس بات پر مسکراتے ہوئے اسے ملک جہاں خاں کا خطاب عطا کیا۔ کچھ دن بعد ایک دستہ عطا کرتے ہوئے اسے قید سے رہا کرنا ہی چاہتے تھے کہ میر آصف دولت خواہ حق تلف جس کا نام میر محمد صادق تھا نے عرض کیا قبلۂ عالم کیا آپ دوسرے ہمسنگ اور ہم بازو کو پیدا کرنا اور اسے سرفراز کرنا چاہتے ہیں؟ کیونکہ وہ قوت فراہم کر کے کبھی بغاوت کر بیٹھے تو پھر سرکار کے فدائیوں میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ اس کا مقابلہ کر سکیں۔ پس اسے اسی طرح زنداں میں رکھا گیا۔

جب سنہ ۱۲۱۳ھ م1799 ء میں سپہ سردار جنرل ہارس ایک کثیر لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا اور چند دن کی سعی کے بعد قلعہ سری رنگ پٹن تسخیر ہو گیا اور ٹیپو سلطان شہید سے رہائی پا کر کرنل میکلوڈ صاحب کے پاس پہنچا جو کہ اس وقت سری رنگپٹن کا کلکٹر مقرر ہوا تھا اور کہا کہ میں ایک کار آمد شخص ہوں میرے لائق کوئی کام ہے؟

صاحب موصوف نے کہا کہ بالفعل میرے پاس تیرے لائق کوئی کام نہیں ہے اس لئے تو جہاں چاہے جا سکتا ہے۔

وہ اسی وقت اپنی بیوی، متبنیٰ بیٹے، جس کی ماں کا پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا کو ساتھ لے کر بغیر کسی زادراہ اور سواری کے شب کے وقت شہزادہ فتح حیدر کی خدمت میں جو اس وقت چن رائے پٹن کے قریب لشکر کے ساتھ خیمہ زن تھے پہنچا اور ان سے التماس کی کہ سپاہ جنگی فراہم کریں، قلعجات کو مستحکم کریں اور انگریزوں کے ساتھ جنگ لڑیں۔

شہزادہ فتح حیدر نے بدخواہاں دولت تباہ روسیاہ خودفریب (پورنیا) کی باتوں سے فریب کھا کر اس کی بات نہ مانی۔

وہ مرد شجیع لاچار ہو گیا اور ان سے ایک گھوڑا اور تلوار حاصل کر کے روانہ ہو گیا اس نے چیتلدرگ کے کوہستانوں تک کہیں قیام نہیں کیا۔ اثنائے راہ میں چند سوار فراہم کر کے اس علاقہ کے آصفوں کو پکڑ کر نقدی حاصل کی اور دریائے تنگبھدرا کے کنارے چند دن اقامت کرنے کے بعد سوار و پیادوں کی کثیر فوج جمع کر کے جنگ اور اعداء شکنی پر مستعد ہو گیا اور اس نے جنگ وجدال شروع کر دی۔

سرداران لشکر انگریز نے بے قیاس سپاہیوں کے ساتھ اسے دفع کرنے کی ٹھان لی۔ انھوں نے ابوالقاسم خان میر عالم حیدرآبادی وغیرہ کی فوجیں بھی اپنی مدد کے لئے طلب کر لیں۔

اس مرد ولاور نے اپنی شجاعت اور زور بازو سے سرداران موصوف کو کافی گردش دی اور ہنگامۂ پیکار گرم کیا۔ کبھی ان کو مارتا کبھی ان کے آگے سے نکل جاتا تھا۔ اوراپنے حال پر یہ شعر پڑھا کرتا تھا۔

کارِ مرداں گہ گریز و گہ ستیز

روزقا بو جنگ وروز بد گریز

بہادروں کا وطیرہ یہ ہے کہ جب موقع ملتا ہے حملہ کرتے ہیں جب حالات موافق نہیں ہوتی تو رک جاتے ہیں جب موقع ملتا ہے تو جنگ کرتے ہیں ورنہ گریز کرتے ہیں۔)

اسی طرح انگریزوں کے لشکر سے لڑتے ہوئے وہ نہر بلی ہال تک پہنچ گیا۔ ناظم آنے گنڈی ببر جنگ بہادر وغیرہ اس شیر بیشۂ جلادت سے ملے ہوئے تھے۔ جب اس کے لشکریاں کو رسد غلات کی کمی ہوگئی تو وہ اس نہر کو عبور کرکے دھاڑ واڑ کی طرف روانہ ہوگئے وہ وہاں سے بادای پہنچے۔

بدقسمتی یہ ہے کہ زمانہ اہل ہمت وخلق پرور کی شکست پر کمر بستہ ہے اور بہانہ ڈھونڈتا رہتا ہے۔

سپاہ انگریز اور مغول نے اس پر ایک ایسی طرف سے جہاں سے حملہ کا خوف نہیں تھا اور جہاں پر طلایہ مقرر نہیں کیا گیا تھا شب خون مارا جب انگریزی فوج قریب پہنچی تو اس شجاعت پیشہ مرد کے سپاہیوں نے خبردار ہوکر دشمن پر حملہ کردیا۔ انگریزوں نے اس کے بے شمار سپاہیوں کو ہلاک کیا اور ان کے سدراہ بن گئے۔ ان کی اکثریت کو توپوں کے گولوں سے ہلاک کیا۔ ڈھونڈو جی نے مجبور ہوکر نہر عبور کرنے کی ٹھانی مگر اس نہر کا ساحل دہی کی طرح نرم اور دلدلی تھا اور اتنا گہرا تھا کہ اگر ہاتھی بھی پیر رکھتا تو تحت الثریٰ تک پہنچ جاتا۔ نہر عبور

کرتے ہوئے اس کے اکثر سپاہ اور گھوڑے ہلاک ہوگئے۔

غرض وہ شجیع اور ببر جنگ ناظم ادھونی نے بعض دلاوروں کے ساتھ نہر بسلامت عبور کی اور شولاپور کی طرف روانہ ہوگئے۔ انگریز فوج چھوڑا ہوا سامان جمع کر کے دریائے تنگ بھدرا کے طرف آ گئی۔ شجاعت منش دھونڈو جی نے چند دن شولاپور میں قیام کیا اور ایک شائستہ جمیعت بہم کرنے کے بعد شولاپور والہ کی حمایت سے ایک ہی حملہ میں ناظم مرچ پرسرام بھاؤ کا سر قلم کر دیا اور کھوکلیہ مرہٹہ کو جو کہ سدراہ ہو رہا تھا گرفتار کر لیا اس کا سر بھی قلم کر دیا۔ غنیموں کے ملک کو غارت کر کے زمین کے برابر کر دیا۔ اس طرح ایک کثیر جماعت کے ساتھ وہ دریائے تنگ بھدرا کے اس طرف آ گیا۔

کرنل ولیز لی بہادر نے گورنر چینا پٹن (مدراس) کے حکم سے قلعہ سری رنگپٹن سے نکل کر حملہ کیا۔ اس شجاعت منش نے جس کے پاس پچیس تیس ہزار سوار ہر قوم کے جمع تھے غنیم سے بے خوف ہو کر اسے شکست دینے کی کوشش شروع کی لیکن چونکہ اس کے پاس کہیں قیام لئے کوئی مستقل جگہ نہیں تھی اس لئے وہ کہیں بھی قیام نہ کر سکا بلکہ جگہ سے جگہ تبدیل کرتا رہا۔ اس دوران کوئی ایسا لمحہ نہیں گزرتا تھا جبکہ گولہ باری نہ ہوتی ہو۔ اس لئے وہ مرد شجیع دشمن فریبی سے کام لیتا رہا۔ اس صورت میں حیدر آبادی لشکر نے جو دوبارہ کرنل ولزلی کی کمک کیلئے آ گیا تھا حیلہ سازی سے کام لیا اور اس شیر منش ڈھونڈو جی کے چند افغانوں کو ورغلا کر حرام نمکی پر آمادہ کر لیا۔ ایک دن جبکہ وہ تہور منش کونال کے سواد میں خیمہ زن تھا یہ خانہ برانداز افغان جن کی تعداد چھ سات ہزار تھی سیہ مستی میں ڈوب کر ماہیانہ اخذ کرنے کے بہانے اس کے آگے پہنچے اور اس کا کھانا پینا حرام کر دیا اور مخفی طور پر دشمنوں کو آگاہ کر دیا۔ مردمان فرنگ اور سپاہ نظام بے فرہنگ نے چاروں طرف سے یورش کر دی۔ اس

ہنر بیشہء شجاعت نے اپنے برے وقت کا اندازہ کرلیا اور خیمہ سے نکل کر حمیت اسلامی کی بناء پر ہاتھ میں شمشیر لے کر اپنے چند شیر صفت حامیوں کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اللہ اللہ اس کی جرأت دیکھنے کے لائق تھی اس نے رستم وافراسیاب کے کارنامہ کو فراموش کرا دیا۔ اور اپنی ذات سے سوائے نام کے کچھ باقی نہ رکھا۔ یہاں تک کہ فلک کج سنگ ستم۔ اور اذیت فلاخن گردش خویش سے اہل اسلام کے سر پر عالم پر ور جان دیتے ہیں اور پھر اٹھنے کا نام نہیں لیتے۔ شیران صحرا نورد کو دغا وفریب سے مکڑی کے جال میں اس طرح پھنساتے ہیں کہ وہ دم نہیں لے سکتی اور مور وملخ سے زبوں تر کر دیتے ہیں۔ جو کہ گزرا میں نے کہدیا۔

کہا جاتا ہے کہ اس کی زوجہ، متنبہ لڑکے کے ساتھ اہل فرنگ کے ہاتھ قید ہو گئی۔

واللہ اعلم بالصواب۔

ختم شد۔

نوٹ: اس سلسلہ میں مزید تفصیلات ڈاکٹر شفیع احمد شریف صاحب کی تحریر کردہ کتاب ملک جہاں خان شیخ احمد ڈھونڈاجی واگیہ کے مطالعہ سے حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ کتاب ڈاکٹر شفیع احمد شریف 3349/1، تھرڈ مین لور دنگر، میسور سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

ٹیپو سلطان شہید کی نعش کی شناخت رشتہ داروں کے ذریعے۔

خاتمۂ کتاب

الحمدللہ والمنۃ کہ ایں بے رنگ استعدادِ فصاحت و بے آب مہارت نظم ونثر و بلاغت چہاردہ اورنگ برنگ کہ برنگ آمیزی حسن اتفاق رنگ شائستہ پذیر رفتہ چنانچہ برنگ تحقق وتشریح حالات بادانش وفرہنگ رنگ بخشان جہاں کہ برنگ ریزی قیدِ سال وماہ رنگ صدق وسداد یافتہ رنگ آوران راست رنگ برنگ انشائی ضبط وربط صحیح معنی الفاظ شبرنگ عبارت سلیس و سادہ برنگ نا رسایان رنگ براہ شکستہ اگرچہ ایںہم برنگ خاطر خواہ نیست ۔بارے رنگین ساز بزم طرب خوش رنگ تاریخ خوانان وواقعہ بنیان با آب وتاب کہ رنگ بخش واقعہ نگاری ایں بے سواد داند تواردشد ۔عرض برنگ توقعی کہ صاحبان ایں فن برقلم شکستہ رقم ایں رنگ باز بے علم وشعور برنگ عیب پوشاں جائیکہ بہ بست رنگارنگ عبارات وفقرات کہ محض بے رنگینیٔ استعداد است نظر افتد ورنگ عفو تحسین خواہند ریخت ۔درسنہ یکہزار ودوصد وپانزدہ ویکہزار ودوصد وبیست وپنج ہجری کہ بگلرنگ فضائی سبزہ زاراں نواح چشم رنگ افزائے مشاہدہ رارنگ بخش حقیقی ایں گلدستہ رنگ آمیز رابرنگ بہار ونسیم رنگ بخش نظارگیاں بے زیور رنگ کہ رنگینیٔ طبع ہمرنگ خود انداردـ بمحمدؐ وآلہ الامجاد صلی اللہ تعالیٰ وآلہ واصحابہ وذریاتہ واتباع سلمۃ تسلیماً کثیراً کثیرا۔

ترجمہ: یہ کتاب جو رنگ استعداد، فصاحت اور مہارت سے خالی ہے چودہ اورنگ کی شکل میں تشکیل دی گئی اس میں ماہ وسال اور تاریخی حالات کو تشریح اور سچائی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔اس میں بلاغت اور فصاحت کے عوض سلیس اور سادہ زبان استعمال کی گئی ہے۔تاریخ پڑھنے والوں اور تاریخ دانوں سے گذارش ہے کہ وہ اس بے علم اور بے شعور شخص کی کوتاہیوں کی عیب پوشی کرتے ہوئے اس شکستہ رقم کو درگذر کردینگے۔اور اس پر انگشت

نمائی نہیں کرینگے ۔ یہ کتاب ایک ہزار دوسو پندرہ ۱۲۱۵ھ اور ۱۲۲۵ھ میں پایہء تکمیل کو پہونچی۔ خدا کے فضل سے اسے عوام وخواص کے لئے پیش کیا گیا۔ بحمدؐ آلہٖ الامجاد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وذریاتہ واتباع وسلم تسلیما کثیرا کثیراہ

فارسی نسخہ جسے ہم نے مائکروفلم ،نسخہ سالار جنگ میوزیم اور اسٹیٹ آرکیوز حیدرآباد سے حاصل کیا ہے میں درجہ ذیل تحریر موجود ہے

چہاردہ اورنگ بموجب حکم محمد اکبر خان بہادر فرزند کلاں نواب محمد الف خان بہادر مغفور رئیس قمرنگر عرف کرنول بتاریخ نوزدہم ماہ شوال فرخندہ فال ۱۲۶۱ھ یکہزار دو وصد و شصت و یک ہجری نبویؐ روز چہار شنبہ بوقت چاشت درجائے زہرہ پیٹ کرنول از خط کج مج عاصی پرمعاصی غلام محمد خان بن محمد سعید خان فہمند مرحوم وکیل کرنول باتمام رسید (مہر)

ہر کہ خواند دعا طمع دارم
زانکہ من بندہء گنہگارم

قاریہ برمن مکن چنداں عتاب
گر خطائی رفتہ باشد در کتاب

--

نوشتہ بماند سیہ بر سفید
نویسندہ رانیست فردا امید

مسودہ جناب سلیم تمنائی میں درج ذیل مضمون درج ہے

کتبہ کمترین عزت احمد در سنہ ایک ہزار دوسو اکیاون ہجری (۱۲۵۱ھ) خیر

البشریٰ۔ حسب فرمائش حضرت خواجہ سید شاہ ید اللہ محمد محمد الحسینی چشتی القادری خلف اصغ حضرت خواجہ سید شاہ امین اللہ محمد محمد الحسینی قدس سرہٗ۔ از نسخہ مولانا عبدالوہاب صاحب مدار الامراء جو کہ مصحّحہ ہے مکتوبہ سید احمد صاحب جو کہ سنہ ۱۲۵۱ھ میں لکھا گیا تھا اور کتب خانہ مولوی محمد حبیب اللہ فرزند قادر مرتضیٰ حسین سالار الملک مخزون تھا ڈاکٹر محمد غوث بن محمد مرتضیٰ کے واسطہ سے حاصل کر کے یہ نقل تیار کی گئی۔

ابتدا سے صفحہ ۹۳ تک محمد تمیم عبدالرؤف فرزند عبدالوہاب نے اور اس کے بعد سید غوث پیر نہال مخدومی نندلور نے لکھا۔ یہ ماہ ۱۲ صفر المظفر سنہ ۱۳۸۵ھ میں بمکان سوداگر نذر اللہ صاحب بمقام مدن پلی ختم کیا گیا۔

****

بزبان اردو

ڈاکٹر شفیع احمد شریف فرزند جناب یم غوث شریف صاحب (مرحوم) مدیر آفتاب کرناٹک و مائنو نیوز میسورنے بروز اتوار مورخہ ۲۷ جولائی ۱۹۹۲ء بوقت دوپہر تین بجے اردو ترجمہ ختم کیا۔

ختم شد

تذکرۃ البلاد والحکام

از میر حسین علی کرمانی المتخلص حاکم

حواشی

FOOT NOTES

مدت بادشاہت

خاندان بہمنی، بادشاہانِ بیدر

سن ہجری	نام بادشاہ	سن عیسوی
748	علاولدین بہمن شاہ	1347
756	محمد اول	1358
776	مجاہد	1375
779	داؤد	1378
780	محمد ثانی	1378
799	غیاث الدین	1397
799	شمس الدین	1397
800	تاج الدین فیروز	1397
825	احمد والی احمد	1422
839	علاء الدین احمد	1436
862	ہمایون	1458

865	نظام	1461
867	محمد سوم لشکری	1463
887	محمود	1482
924	احمد	1518
927	علاءالدین	1521
928	ولی اللہ	1522
931	کلیم اللہ	1525 تا
934		1527

تاریخ بادشاہت عادل شاہی بادشاہان بیجاپور

ھ	بادشاہوں کے نام	ء
896	یوسف عادل شاہ	1430
916	اسمٰعیل عادل شاہ	1510
941	ملو عادل شاہ	1534
941	ابراہیم عادل شاہ اول	1534
965	علی عادل شاہ اوّل	1558
988	ابراہیم عادل شاہ ثانی	1580
1037	محمد عادل شاہ	1657

083	سکندر علی شاہ	1672 تا
1097		1686

تاریخ بادشاہت

نظام شاہی بادشاہان احمد نگر

ھ	بادشاہوں کے نام	ء
895	احمد نظام شاہ	1490
915	برہان نظام شاہ اوّل	1509
960	حسین نظام شاہ اوّل	1553
973	مرتضیٰ نظام شاہ اوّل	1586
995	حسین نظام شاہ ثانی	1589
997	اسمٰعیل نظام شاہ	1591
1002	برہان نظام شاہ ثانی	1595
1004	بہادر نظام شاہ	1596
1004	(احمد غاصب)	1596
1012	مرتضیٰ نظام شاہ سوم	1630 تا
1043		1633

تاریخ بادشاہت

قطب شاہی بادشاہان گولکنڈہ

ھ	باشاہوں کے نام	ء
918	سلطان قلی قطب شاہ	1512
950	جمشید قطب شاہ	1543
957	سبحان قلی قطب شاہ	1550
957	ابراہیم قطب شاہ	1550
988	محمد قلی قطب شاہ	1580
1020	محمد قطب شاہ	1612
1035	عبداللہ قطب شاہ	1626
1083	ابوالحسن قطب شاہ	1672 تا
1091		1687

تاریخ بادشاہت

عمادشاہی بادشاہان برار

ھ	بادشاہوں کے نام	ء
895	فتح اللہ عمادشاہ	1490
910	علاء الدین عمادشاہ	1504
937	دریا عمادشاہ	1529
970	برہان عمادشاہ	1562
982	تفال خان (غاصب)	1574

پہلا باب

حواشی

(۱) بیجا نگر:۔ موجودہ وجے نگر جو کہ ریاستِ کرناٹکا کے بلاری ضلع میں ہوسپیٹ کے قریب موجود ہے۔

(۲) فرسنگ:۔ ایک فرسنگ تین میل کے برابر ہوتا ہے ایک میل 1ء6 کلومیٹر کے برابر ہوتا ہے(ایک فرسنگ: تین میل۔ایک میل=1.6 کلومیٹر)۔

(۳) وانمباڑی:، ریاست تمل ناڈو کا ایک شہر۔

(۴) ہری ہرا اور بکا ہری ہرا اور بکا دونوں بھائی سنگما نامی ایک شخص کے فرزند تھے سنگما آنے گنڈی کا ایک معمولی سردار تھا، علاؤ الدین خلجی ،سلطانِ دہلی کے سپہ سالار ملک کافور نے جب دکن پر حملہ کیا تو ان دونوں بھائیوں کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گیا۔ گمان غالب ہے کہ ان دونوں بھائیوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔۔ علاؤ الدین نے انھیں دکن کا گورنر بنا کے روانہ کیا۔

سنگما کے پانچ فرزند تھے۔سب سے بڑے لڑکے کا نام ہری ہرمنا وڈیار تھا۔ اس کے ذمہ مرہٹہ علاقہ کا جنوبی حصہ آیا تھا جو کہ موجودہ گوا ہے۔اس کا دارالخلافہ بنکا پور تھا۔

دوسرے فرزند کمپا کے ذمہ نیلور اور اودے گری تھے تیسرے بیٹے بکا کے ذمہ دیوسمدرا اور پنوکنڈہ تھے بکا کے فرزند کمارا کمپنا کو ملباگل کا گورنر بنایا گیا یہ پانچوں اور راج کمارو جے نگر سلطنت کے بانی ہیں۔

سنگما یکم کے بعد اس کا بیٹا ہری ہرا اوّل 1339ء میں مسند راجگی پر متمکن ہوا۔ اس کے بعد اس کا بھائی بکا اول مسند آرائے سلطنت ہوا۔

(۵) کاشی:۔ بنارس

(۶) پنوکنڈہ:۔ ریاست آندھراپردیش کاایک شہر

(۷) مرکرہ:۔ ریاستِ کرناٹک کے ضلع کوڈگوکا صدر مقام، جسے آجکل مڈکرہ کہتے ہیں۔

(۸) کندنول:۔ موجودہ شہر کرنول جوکہ ریاست آندھراپردیش کا ایک شہر ہے۔

(۹) کروہ:۔ایک کروہ تقریباً دومیل کا ہوتا ہے۔

۱۰ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز گلبرگہ شریف۔آپ کا مقبرہ گلبرگہ شریف میں مرجع خلائق ہے

(۱۱) احمد شاہ:۔ احمد شاہ بن تاج الدین فیروز شاہ اس نے 1422 تا1435 بادشاہت کی۔ ۱۲۔ بیدر؛ ریاست کے ضلع بیدر کا صدر مقام جس کی بنیاد 1423ء میں دوھربا کے کھنڈروں پر رکھی گئی۔

۱۳۔ محمد تغلق شاہ؛ عرف احمد شاہ گجراتی بادشاہ بیدر جس نے 1422ء سے 1435 تک حکومت کی۔

۱۴۔ سلواتما؛ مشہور مورخ نونیز Nunez نے لکھا ہے کہ ویرنرسمہا رایل کے کچھ فرزند اور تین بھائی تھے ویرنرسمہا نے اپنی وفات کے وقت اپنے وزیر (سلواتما) کو حکم دیا کہ وہ اس کے سب سے بڑے بھائی کی آنکھ نکال لے اور اپنے فرزندوں میں سے کسی ایک کو تخت نشین کردے۔ مگر عقل مند وزیر نے اپنے آقا کی وصیت سے انحراف کرتے ہوئے ریاست کی بہبودی کو مقدم سمجھا اور نرسمہا رایل کے بھائی کو جس میں ہوشیاری اور مردانگی کے آثا رنمایاں تھے تخت پر جلوہ افروز کیا۔ اس طرح عظیم راجہ کرشنا دیورایا متمکن سلطنت ہوا۔

یہاں پر نونیر (NUNEZ) اور کرمانی کے بیانات کے تضاد پر نظر رکھنی

چاہئے ۔کرمانی کے مطابق کرشنا دیورایا نرسمہا رایل کی کنیز کا لڑکا تھا۔اور چونکہ وہ راجہ کا چہیتا تھا اس لئے رانی نے اس سے خار کھاتے ہوئے وزیر کو اپنے خط پر راجہ کی مہر لگا کر روانہ کرتے ہوئے حکم دیا تھا کہ کرشنا دیورایا کی آنکھیں نکال لے مگر وزیر نے حکم عدولی کی اور کرشنا دیورایا کو روپوش کر دیا کرشنا دیورایا اپنے وال کے ہاتھوں جلوہ افرز سلطنت ہوا جبکہ نونیز کرشنا دیورایا کو نرسمہا رایل کا چھوٹا بھائی بتاتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ نرسمہا رایل کی وفات کے بعد جلوہ افروز سلطنت ہوا۔

کرشنا دیورایا نے 24 جنوری 1510 سے 1529ء تک حکومت کی بعض مورخین نے اس کی مدت بادشاہت سے 1509 سے 1530ء تک بتائی ہے۔

ڈاکٹر چنا بسپا یس بائل رجسٹرنگ افسر ڈائیرکٹر یٹ آف میوزیمس ،میسور نے اپنی جدید ترین تحقیق کے مطابق لکھا ہے کہ کرشنا دیورایا کی تخت نشینی کرشنا جنم اشٹمی یعنی 8 اگست 1509 کو نہیں ہوئی جیسا کہ عام خیال ہے انہوں نے بتایا ہے کہ حال ہی میں ملے ایک کتبہ Inscription کے مطابق کرشنا دیورایا کا پٹا بھی شیکا (تخت نشینی) ساکا 1431 سکا سموتسرا ما گھا سندھا 14 م 24،جنوری 1410ء میں ہوئی اور اس نے تخت نشینی کی خوشی میں ایک گاؤں سنکانی یا کشا ہلی Sankany yaksha Halli دیرو پاکشا (مندر) کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔

15۔محمود۔محمود شاہ بن محمد شاہ بہمنی سوم نے (1482 تا 1512ء) حکومت آرائی کی۔

16۔سلطان قلی قطب الملک علی برید شاہ ثانی نے 1512 تا 1542ء (بادشاہ گولکنڈہ) تک حکومت آرائی کی۔

17۔ یوسف عادل شاہ بیجاپوری 1490ء تا 1510

18۔ سلطان قلی قطب شاہ 1550ء میں متمکن سلطنت ہوا۔

19۔ 1490 ء میں ملک احمد نظام الملک جس نے شہر احمد نگر کی بنیاد رکھی تھی اس نے بیجاپور کے بادشاہ یوسف عادل شاہ اور برار کے بادشاہ فتح اللہ خان عماد الملک کو دعوت دی کہ اس کا ساتھ دیں اور حکومت بیدر سے علیحدہ ہو کر اپنی الگ الگ حکومت قائم کریں۔ اس طرح نظام شاہ عماد شاہی حکومتیں قائم ہوئیں 1512ء میں قطب الملک نے قطب شاہی حکومت قائم کی اور برید الممالک نے برید شاہی حکومت قائم کی۔

20۔ اچھوت رایا۔ دور حکومت 1529ء تا 1542 ء 1529ء میں کرشنا دیو رایا کی وفات کے بعد اچھوت رایا مسند نشین ہوا اور اس نے عیش عشرت کی زندگی اختیار کی اس کے دو بہنوئیوں نے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لیکر من مانی شروع کی یہ بات اچھوت رایا کی بد نامی کا باعث بنی۔ ان تینوں کے نام تھر ملا تھے جن میں سے ایک کو دیوانہ تھر ملا یا بچا تھر ملا کہتے ہیں۔

جب اچھوت رایا کے بھائیوں نے وجے نگر پر حملہ کر دیا تو تھر ملا نے جو کچھ مال و دولت اس کے پاس موجود تھا اسے توڑ پھوڑ کر برباد کر دیا۔ ہاتھیوں کو ہلاک کر دیا اور گھوروں کی آنکھیں پھوڑ کر انہیں اندھا کر دیا اور بالآخر خودکشی کر لی۔

اچھوت رایا کے بھائیوں نے آپسی مشورہ سے رایا کے ایک رشتہ دار سدا شیو کو مسند نشین کیا۔ اچھوت رایا کا انتقال 1512ء میں ہوا۔

سدا شیو رایا، دیون رام راجہ کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن گیا اور سارا نظام حکومت رام راجہ کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

سداشیورایا کے بعد مسند راجگی کرشنادیورایا کے ہاتھوں آئی کرشنادیورایا نے بھی رام راجہ کی بے حد عزت افزائی کی اور اپنی بیٹی ترومالمبا کی شادی اس کے ساتھ کر دی۔

21۔رام رایا۔رام رایا کرشنادیورایا کا دیوان تھا۔

22۔نظام شاہ۔مرتضیٰ نظام شاہ بن حسین نظام شاہ 973ھ م 1565ء۔

23۔علی عادل شاہ اول بن ابراہیم عادل شاہ 965ھ م 1558ء۔

24۔کاماچی۔کاماکشی جو ایک مشہور مندر ہے۔

25۔ 1564ء میں علی عادل شاہ اور سداشیورایا کے سپاہیوں نے احمد نگر کی کئی مسجدوں کو شہید کر دیا ان دونوں کے ظلم و تعدی نے مسلمانوں کو برافروختہ کر دیا۔اس کے علاوہ سداشیورایا کے دیوان رام راجہ سلوا نے حکم دیا کہ بیجاپور اور گولکنڈہ کے بادشاہ اگر سداشیوا سے ملنا چاہتے ہیں تو انہیں راجہ کے آگے غلاموں کے طرح سجدہ ریز ہونا پڑے گا اور اس طرح اس کی تعظیم بجالانی ہوگئی۔

ان مغرورانہ اعلانات نے بادشاہانِ اسلام کو اس کے خلاف متحد کر دیا۔ابراہیم قطب شاہ نے اتفاق واتحاد کی شروعات کی اور حسین نظام شاہ کی دختر چاند بی بی سے شادی کی۔اس نے علی برید کو بھی اپنے ساتھ ملالیا۔

سداشیورایا نے اس اتفاق و اتحاد کو نظر حقارت سے دیکھتے ہوئے اس کی پرواہ نہیں کیبلکہ اپنی نخوت اور غرور کے بل بوتے پر انہیں مزید جھڑک دیا۔اس طرح اس نے اپنے ہی پیروں پر کلہاڑی مارلی۔

جنگ تالی کوٹہ 1564-12-24 کو شروع ہوی اور 1565 -1-25 کو ختم ہوی۔جنگ کا صحیح محل وقوع دو دیہات راکشاکسی اور تنگاڈی کے درمیان ہے

بتایا گیا ہے کہ وجے نگر کی فوج میں ہزاروں مسلمان سپاہی موجود تھے جبکہ اسلامی فوج میں بھی ہزاروں ہندو سپاہی موجود تھے۔ یہ جنگ جنگ بنی ہٹی کے نام سے بھی مشہور ہے۔

جس وقت فیصلہ کن جنگ ہوئی اس دن رام رایا ایک ہاتھی پر سوار تھا اس نے اپنے ماتحتین کو حکم دے رکھا تھا کہ حسین نظام شاہ کو قتل کر کے اس کے سر کو اس کے سامنے حاضر کریں۔ اور علی عادل شاہ اور ابراہیم قطب شاہ کو زندہ پا بہ زنجیر اس کے آگے پیش کریں۔

جب رام رایا کو زیر نگیں کرنے کی تمام کوششیں بیکار ہو گئیں تو اسلامی فوج کے ایک سردار کشور خان لاری نے نظام شاہ کے حکم سے ایک نئے اسلحہ کی ایجاد کی۔ اس نے مشہور توپ ملک و ینار میں گولوں کی جگہ تانبے کے لاکھوں سکے ڈالکر اسے داغدیا۔ اس طرح اس سے نکلنے والے گرم پتلے سکے بندوق کی گولیوں کی طرح دشمن کے سپاہیوں کو لگے اور ہزاروں سپاہی ڈھیر ہو گئے۔ دشمن کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ اسی دوران نظام شاہی افواج کشور خان کی سرکردگی میں دشمن پر پل پڑیں۔

اسی دوران رام رایا قتل ہو گیا۔ بتایا گیا ہے کہ جب جنگ اپنے عروج پر تھی اسلامی فوج کے چند سپاہی دشمنوں کو مارتے ہوئے رام راج کے ہاتھی کے قریب پہنچ گئے اور اس کی شان و شوکت دیکھ کر اس پر حملہ کر دیا راجہ زمین پر گر گیا۔ اسی وقت وہاں موجود ایک برہمن نے چلا کر کہا کہ یہ سداشیو رایا ہے (رام رایا) اس کی جان بخشی کر دو یہ تمہیں مال مال کر دے گا۔ اسی وقت ایک سپاہی نے اپنے ہاتھی کو حکم دیا کہ وہ رام رایا کو اپنی سونڈ میں اٹھالے۔ وہ اسے اٹھائے ہوئے رومی خان کے پاس پہنچے اور رومی خان اسے لئے ہوئے

نظام شاہ کے پاس پہنچا۔ نظام شاہ نے اسی وقت اسے قتل کرنے کا حکم دیا اور اس کا سر نیزہ پر چڑھا دیا گیا بتایا گیا ہے کہ اس جنگ میں تقریباً ایک لاکھ سپاہی ہلاک ہوئے اور ہزاروں کو غلام بنالیا گیا۔ سداشیو رایا اور اس کے بھائی 1550 ہاتھیوں پر ہیرے و جواہرات بھر کر اپنے ساتھ آنے گنڈی لے گئے۔ ان ہیروں اور جواہرات کی قیمت کئی کروڑ بتائی گئی ہے۔

Cambridge History of India Vol iii By Sir W. Haig

26۔ ابوالحسن قطب شاہ عرف تانا شاہ 1672 تا 1687۔

27۔ کرناٹک دیس بالا گھاٹ اور میسور کے علاقے۔

28۔ میر جملہ۔ میر محمد سعید اردستانی جو اپنے لقب میر جملہ سے جانا پہنچانا جاتا ہے۔ اس کے دیگر القابات معظم خان خان خانان، سپاہ دار اور یار وفادار ہیں۔

اس کے والد کا نام مرزا ہزارو تھا جو ایک غریب سید خاندان سے تعلق رکھتا تھا جس کا پیشہ تیل فروشی تھا۔

میر جملہ کا شمار ستر ہویں صدی کی مشہور ترین ہستیوں میں ہوتا ہے۔ جس نے تنگ دستی اور فاقہ کشی سے ترقی کرتے ہوئے مسولی پٹن کے گورنر کے عہدہ پر فائز ہونے کا شرف حاصل کیا۔ اس نے گولکنڈہ کے وزیر تک بننے کی سعادت حاصل کی۔

قطب شاہ نے 1637ء میں اسے کرناٹک فتح کرنے پر مامور کیا فتح کرناٹک کے بعد وہ بالفعل گورنر کرناٹک بن گیا۔ چند دن بعد اس نے بادشاہ دہلی شاہ جہاں سے ملاقات کی اور شاہ جہاں نے اسے دیوان کل کا عظیم منصب عطا کیا۔

وجے نگر (وجیا نگر) کی بربادی اور مکمل شکست میں میر جملہ نے اہم کردار ادا کیا۔ میر جملہ نے اورنگ زیب کی شہزادگی اور تخت و تاج کی کشمکش کے دوران اس کا مکمل

ساتھ دیا۔

میر جملہ کا انتقال ۲ رمضان المبارک 1073ھ م 31۔ مارچ 1663ء کو ہوا۔

29۔ داؤد خان پنی۔ تفصیلات کے لئے حاشیہ نمبر 20 دیکھئے۔

30۔ رنگ رایل چھتری نے اورنگ زیب کی مدد طلب کی اور وعدہ کیا کہ وہ اسلام قبول کر لے گا۔

(اورنگ زیب اور اس کا دور۔ از ظہیر الدین فاروقی)

دوسرا باب

1 ۔ بیجی نگر۔ وجیانگر ہمپی ۔ ریاست کرناٹک کے ضلع بلاری کا ایک اہم قصبہ۔ باب اول حاشیہ 1

2۔ پنوکنڈہ یا پنکنڈہ۔ ریاست آندھرا پردیش کے ایک ضلع کا صدر مقام۔

3۔ کشن رایل۔ کرشنا دیورایا 1510ء تا 1529ء

4 نول کوٹہ۔ نول کوٹہ وہ مقام ہے جہاں تالی کوٹہ کی جنگ ہوئی {1565 A.D}۔

5۔ رتنا گیری۔ بلاری کے قریب ایک پہاڑی قلعہ۔

6۔ نرسمہا رایل۔ دیکھو پہلا باب حاشیہ نمبر 14۔

7۔ رن دولہ خان۔ رن دولہ خان رستم زمان، بیجاپور کی عادل شاہی حکومت کا سپہ سالار تھا۔ عادل شاہ کے حکم سے رن دولہ خان اور شاہ جی (شیواجی کے والد) نے 1637ء میں کلاڑی راجاؤں کے صدر مقام بدنور کو فتح کر لیا۔

رن دولہ خان نے افضل خان اور خان محمد کی مدد سے کنڑ علاقے بدنور (اکیری) بسواپٹنا اور میسور کے کچھ علاقوں پر قبضہ کرلیا قبضہ شدہ علاقوں میں سرا' بنگلور' سری رنگ پٹن' چک نائکن ہلی' بیلور' ٹمکور' بالا پور' کنگل اور ساگر شامل تھے۔ انہوں نے یہ فتوحات 1638ء سے 1644ء کے درمیان یعنی چھ سال کی مختصر سی مدت میں حاصل کیں۔

15۔بدے ہال۔موجود بدی ہال۔

16۔سرا۔ریاست کرناٹک کے ضلع ٹمکور کا ایک قدیم شہر۔ چودھویں صدی عیسوی میں ٹمکور کے علاقے پر وجیانگر کے بادشاہوں نے قبضہ کرلیا، ان راجاؤں نے ٹمکور کے علاقہ کو ہوگل واڈی' پالن ہلی' مدگری اور مدکل تین حصوں میں تقسیم کیا۔ جب بیجاپوری سرداروں نے اس علاقہ پر حملہ کیا تو ان پالیگاروں کو بھگا دیا گیا۔

جب بیجاپور کا علاقہ مغلوں کے زیر نگیں آ گیا تو انہوں نے سرا کو مرکز قرار دیا اس کے تحت ڈوڈ بالا پور' بنگلور' ہوسکوٹے اور کولار کے اضلاع قرار دیے گئے۔ یہاں پر ایک فوجدار تعین کیا گیا۔

اس ضلع کے جنوبی تعلقہ جات پر چک دیورایا وڈیر نے قبضہ کرلیا۔ اس طرح سترہویں صدی تک سرا کا معتد بہ حصہ میسور کے راجاؤں کی ملکیت میں آ چکا تھا۔ جب 1764ء میں حیدر علی خان نے سرا فتح کیا تو بقیہ ضلع بھی میسور کے تحت آ گیا حضرت ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد یہ علاقہ میسور کے راجہ کو دیدیا گیا۔

اورنگ زیب 1635 سے 1644ء تک دکن کا گورنر رہا۔1659ء میں اورنگ زیب نے دارشکوہ کو جو کہ قلعہ آگرہ میں مقید تھا قتل کروادیا اور شہنشاہ شاہجہاں کو قلعہ

آگرہ میں نظر بند کر دیا۔ شاہجہاں آگرہ میں 1659 سے 1665ء تک نظر بند رہنے کے بعد انتقال کر گیا۔ اس کی تاریخ وفات یکم فروری 1665ء مطابق 26 رجب المرجب 1076ھ ہے۔

اورنگ زیب نے 1686-6-22 میں بیجاپور فتح کیا اور 12 اکتوبر 1687 میں گولکنڈہ فتح کیا۔

اورنگ زیب کی وفات 13 مارچ 1707ء مطابق 1118ھ میں ہوئی۔

18۔ ملک عنبر۔ یہ ایک حبشی غلام تھا۔ اسے سدی عنبر بھی کہتے ہیں۔ اس نے اپنی فہم و فراست اور بہادری سے یہ بات ثابت کر دی کہ دنیاوی جاہ وجلال رنگ ونسل پر منحصر نہیں ہے۔ بتایا گیا ہے کہ اسے تین مرتبہ فروخت کیا گیا۔ پہلی مرتبہ اسے مکہ معظمہ کے قاضی القضات نے خریدا۔ دوسری مرتبہ اسے غلاموں کے ایک تاجر نے خریدا اور غلاموں کے تاجر نے اسے نظام شاہی امیر خواجہ مرک چنگیز خان کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔

مکہ معظمہ کے قاضی نے اس کی تعلیم وتربیت اپنے فرزندوں کی طرح کی اور اسے تمام مروجہ علوم سے آراستہ کیا۔ چنگیز خان نے اسے سپاہیانہ تعلیم دی اور جنگ وجدال کے فنون سے آگاہ کیا۔ ملک عنبر نے تیزی سے ترقی کی منزلیں طے کیں اور جلد ہی اتنا طاقتور ہو گیا کہ اس نے مرتضی نظام ثانی کو قطب شاہی حکومت پر متمکن کیا۔ اس نے خود اپنی فوج ترتیب دی اور دولت آباد کے نا قابل تسخیر قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

اس نے لگان وصول کرنے کیلئے نئے وصول وضع کئے جس سے لگان کی وصولی بہتر ہوگئی اور مالیات پر خوش گوار اثر پڑا۔ اس نے دکن کے علاقوں کو فوجی نکتۂ نظر سے اس قدر مضبوط کیا کہ مغل شہنشاہوں کو اس طرف دیکھنے کی بھی ہمت نہ ہوئی۔ اس نے بیس سال

حکومت کی۔

ملک عنبر نے شہر کرکی کی بنیاد رکھی اور اسے اپنا دارالخلافہ مقرر کیا۔ اپنے مغلوں کو بار ہا شکست دی ۔اس نے بیس سال حکومت کی۔

اگر چہ کہ اس کا دور حکومت جنگ وجدال سے بھرا رہا تاہم اس نے فنون لطیفہ سے غفلت نہیں برتی۔ وہ دیہاتوں کی ترقی اور بہودی کیلئے ہمیشہ کوشاں رہا۔ اسی لئے رعایا بھی اسے بے حد چاہتی تھی اور اسے آج بھی غریبوں کے مددگار کے طور پر جانا جاتا ہے۔

اس کا انتقال 1626ء میں ہوا۔ اس کے دو فرزند تھے۔ فتح خان اور چنگیز خان۔ فتح خان کو 1630ء میں تقرب خان نے گرفتار کر کے قید کر دیا۔ چنگیز خان، قطب شاہ کے دربار میں منصب قائم مقام پر فائز ہوا۔

The life and works of Malik Amber

By B.G. Tomaskar }

19۔ شاہ جہاں۔ شہنشاہ دہلی بن جہا گیر۔

20۔ داؤد خان پنی بودی زائی۔ داؤد خان پنی کا فرزند تھا۔ خضر خان نے اپنی ابتدائی زندگی ایک تاجر کی حیثیت سے شروع کی مگر کچھ عرصہ بعد اس نے حکومت بیجاپور میں ملازمت اختیار کر لی۔ داؤد خان، خانجہاں خان کوکہ (وزیر) کی سفارش سے بادشاہی افواج میں شامل ہو گیا اور اپنی قابلیت کے بل بوتے 4000 زات (پیادوں) اور چار ہزار سواروں کے عہدہ پر فائز ہوا۔ اسے خان کا خطاب دیا گیا۔

جب اورنگ زیب وارد دکن ہوا تو اس نے ذوالفقار خان کو فوجدار بنایا تو داؤد خان کو نائب فوجدار کا عہدہ دیا گیا۔ اورنگ زیب نے [1706] میں واگنکیرا کی جنگ میں شرکت

کیلئے اسے خصوصی طور پر مدعو کیا۔ اس نے اس جنگ میں نمایاں حصہ لیا۔ جب ذوالفقار خان کو دکن کا صوبہ دار بنایا گیا تو داؤد خان کو نائب صوبے دار کا عہدہ دیا گیا۔ شہنشاہ فرخ سیر نے اس کا تبادلہ گجرات کی نظامت پر کر دیا۔ جہاں سے اسے حسین علی خان (سادات بارہ) سے جنگ کیلئے برہان پوار روانہ کیا گیا جہاں پر اس کی موت بندوق کی گولی کھا کر ہوئی۔

(ماآثر الامراء جلد III)

21 گولکنڈہ کی فتح۔ دیکھو حاشیہ اورنگ زیب۔

22 قاسم خان کو 1687 میں سرا کا گورنر مقرر کیا گیا۔

23 اورنگ زیب کی وفات (1707) کے بعد اس کا فرزند محمد معظم بہادر شاہ تخت نشین ہوا۔ اس نے 1712 میں وفات پائی۔

24 کالی کوٹ۔ کیلی کٹ۔ ریاست کیرلا کا ایک اہم شہر

25 چتلدرگہ۔ ریاست کرناٹکا کے ضلع چتلدرگ کا صدر مقام۔

26 دہنوجی دہ باشی جادو ایک مرہٹہ سردار تھا جس نے اورنگ زیب سے جنگ آزمائی کی۔ اگرچہ اس کے علاوہ اس کا کوئی دوسرا کارنامہ نہیں ہے تاہم وہ کافی مشہور ہے۔

27۔ قاسم خان۔ دیکھو حاشیہ (21) قاسم خان کو اورنگ زیب نے سرا کا گورنر مقرر کیا۔ اسکے ذمہ یہ کام سونپا گیا کہ وہ دریائے کرشنا کے علاقوں کو فتح کر کے یہاں کے دیہائیوں سے خراج اصول کرے۔

1687 میں قاسم خان نے بنگلور فتح کیا اور اسے میسور کے راجہ دیوراج کے

ہاتھوں تین لاکھ روپیوں کے عوض فروخت کر دیا۔ قاسم خان کو بیجاپور کرناٹک کا فوجدار مقرر کیا گیا۔ اسی دوران مرہٹہ سردار سنتو جی گھوڑ پڑیہ نے بیجاپور کرناٹک کے علاقہ پر حملہ کر کے اسے تباہ و برباد کر دیا۔ سنتو جی کی گوشمالی کیلئے مختلف سرداروں کے تحت فوج روانہ کی گئی۔ سب سردار قاسم خان سے آملے تاہم قاسم خان کا اقتدار صرف اپنی ہی فوج تک محدود تھا۔ دیگر سرداروں کی فوج اس کے ماتحت نہیں تھی۔

مغل فوج دوڈیری کی گڑھی میں پناہ گزیں ہوئی۔ سنتو جی نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا اور محصورین کی مدد کیلئے آنے والی فوج کو شکست دیدی۔ مغل سرداروں نے ہتھیار ڈالدیئے۔ قاسم خان اسے نے اپنی ہتک اور بے عزتی سمجھتے ہوئے 1696ء میں خودکشی کرلی۔

Rise and Fall of Marathas by Nadkarni
and History of Marathas by James Duff-

28 آصف جاہ۔ آصف جاہ کا نام قمر الدین بن عابد خان تھا۔ عابد خان کے والد کا نام شہاب الدین تھا جو 1642 میں ہندوستان آئے۔ انھوں نے شاہجہاں کے وزیر سعداللہ خان کی دختر صوفیہ خانم سے شادی کی۔ اورنگ زیب نے 1680 میں عابد خان کو خان کا خطاب عطا کیا اور 1686 میں غازی الدین خان کا اور پھر فیروز جنگ کے خطاب سے نوازا گیا۔ فیروز جنگ کا انتقال 1710ء میں ہوا۔ عابد خان کو صوفیہ خانم سے 11۔ اگست 1671ء میں ایک لڑکا تولد ہوا جس کا نام قمر الدین رکھا گیا۔

1691ء میں سے چین قلیچ خان (طفل شمشیر باز) کا خطاب دیا گیا۔ اورنگ زیب کے فرزند بہادر شاہ نے اسے خان دوران کا خطاب عطا کیا (۱۱۱۹ھ م ۱۷۰۷ء)

مئی 1713ء میں شہنشاہ فرخ سیر نے اسے نظام الملک دکن کے چھ اضلاع کا گورنر مقرر کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اسے واپس 1720ء میں دوبارہ اسے دکن کا گورنر مقرر کیا گیا اور وہ اپنی وفات ۴ جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ م ۱۹۔ جون 1748 تک اس نے گورنری کی۔ انتقال کے وقت اس کی عمر 78 سال تھی۔

اس کی تاریخ وفات "متوجہ بہشت" سے نکالی گئی ہے۔

اس کے پسماندگان میں چھ لڑکے اور پانچ لڑکیاں ہیں اس کے فرزندوں کے نام۔

(۱) غازی الدین خان فیروز جنگ

(۲) نظام الدولہ میر احمد خان ناصر جنگ

(۳) سلابت جنگ، نظام علی خان اسد جنگ، نظام الملک آصفجاہ ثانی

(۴) میر شریف علی خان

(۵) محمد شریف بسالت جنگ

(۶) میر مغل علی خان، نظام الملک آصفجاہ سوم ہیں۔

29۔ بابا بڈھن۔ بابا بڈھن ریاست کرناٹک کے مشہور صوفی اور ولی ہیں۔ آپ کا مزار شریف چکمگلور ضلع کے بابا بڈھن گری پر موجود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب تیرہویں صدی میں آپ عرب سے یہاں تشریف لائے تو اپنے ساتھ کافی کے چند بیج لائے تھے اور ریاست کرناٹک میں کافی کی پیداوار آپ ہی کی دین ہے۔

30۔ مرج۔ ریاست کرناٹک کے ضلع بلگام کا ایک قصبہ۔

31۔ فتح سنگھ بھونسلے کو پیشوا ساہو بن سنبھاجی بن شیواجی نے لے پالک بنا لیا۔

تھا۔شاہوجس کے معنی نیک کے ہیں اورنگ زیب کا دیا ہوا لقب ہے۔شیواجی کے وارثوں نے یہ نام اپنالیا۔

بتایا جاتا ہے کہ شاہو، بادشاہ شاہ عالم سے ذوالفقار خان کی وساطت سے اپنے ملک کی سند حاصل کر کے لوٹ رہا تھا کہ ایک گاؤں کے پٹیل نے اس کے طلایہ پر حملہ کر دیا اور اس کے قاصد کو قتل کر دیا شاہو نے خفا ہو کر اس گاؤں پر حملہ کر دیا پٹیل کی بیوی نے نوزائیدہ بچہ کو شاہو کے قدموں پڑ ڈال کر جان کی امان طلب کی۔ساہو نے پٹیل لوکھنڈ ے اور اس کے گاؤں کے کئی لوگوں کو قتل کر دیا۔اور اس نوزائیدہ بچے کو اپنا لے پالک بنالیا اور اس کا نام فتح سنگھ رکھا(سنگھ کے معنی شیر ہیں) اور آ کل کول کی جاگیر جو اسے اورنگ زیب کی جانب سے عطا ہوئی تھی فتح سنگھ کو دیدی۔

1727ء میں ساہو نے فتح سنگھ کو شیواجی کے بھائی دینکوجی کی مدد کے لئے ترچناپلی روانہ کیا جس پر نظام الملک آصفجاہ نے قبضہ کر لیا تھا نظام الملک نے فتح سنگھ کو شکست دیدی۔

32۔نرکنٹ نرساجی :کنٹیر وانرسمہار لجہ دڈ یر کا لقب۔

33۔حسن: ریاست کرناٹک کے ضلع ہاسن کا صدر مقام جو ہاسن کے نام سے مشہور ہے۔

34۔بیلور: ریاست کرناٹک کے ضلع ہاسن میں موجود ایک ٹاون جس کے مندر کافی مشہور ہیں۔

35۔شاہنواز خان۔اس کا اصل نام میر عبدالرزاق تھا۔اس کی پیدائش لاہور میں ۹۔مارچ ۱۷۰۰ء میں ہوئی۔یاد رہے کہ شاہ نواز خان، اور شہنواز خان دو الگ الگ

شخصیتیں ہیں میر عبدالرزاق شاہنواز خان کے آباواجداد بادشاہ دہلی شاہجہاں کے دربار میں اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔اس کے دادا کاظم خان دربار اکبری میں لاہور اور ملتان کے دیوان تھے شاہنواز خان کے والد میر حسن کا انتقال اس کی پیدائش سے قبل ہی ہو گیا۔

کاظم خان کے دو بھائی عبدالقادر دیانت خان اور میر حسن امانت خان دکن میں اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔کاظم خان کا تیسرا بھائی میر عبدالرحمٰن وزارت خان حکومت بیجاپور کا دیوان تھا۔شاہنواز خان 1715 میں اورنگ آباد پہنچا اور یہیں مقیم ہو گیا۔

شاہنواز خان کی وفات ۱۱۔مئی ۱۷۵۸ء کو حیدرآباد میں ہوئی۔اس وقت اس کا ایک فرزند میر حسن خان یمین الدولہ منصور جنگ بھی مارا گیا۔

274

بتایا گیا ہے کہ ۱۱۔مئی ۱۷۵۸ء کو نظام علی خان نے فرانسیسی سردار موسیو بسی حیدر جنگ کو ہلاک کر دیا اور خود اورنگ آباد کو فرار گیا جب یہ خبر فرانسیسیوں کو پہنچی تو وہ غصہ سے پاگل ہو اٹھے۔اس وقت بسالت جنگ نے انہیں اطلاع دی کہ اس فتنہ کی بنیاد شاہنواز خان ہے۔یہ سنتے ہی فرانسیسیوں کا ایک افسر آناً فاناً شاہنواز خان کے خیمہ میں داخل ہوا اور اسے بندوق مار کر ہلاک کر دیا اس کا فرزند میر عبد الولی محمد حسن خان یمین الدولہ منصور جنگ صوبہ دار حیدرآباد بھی مارا گیا۔شاہنواز خان ایک ادیب اور سیاست دان تھا۔اس کی کتاب ''ماثر الامراء'' ایک عالمانہ پیشکش ہے۔

شاہنواز خان 1753ء میں سید لشکر خان کے استعفیٰ کے بعد نظام کا وزیر بنا تھا۔

(18 th Century Deccan by Sethu Madhav Roa)

38۔ چکبالاپور: ریاست کے ضلع کولار کا ایک قصبہ۔

39۔کڑی بنڈہ:ضلع کولار کا ایک چھوٹا سا قصبہ۔

40۔نندی گڑھ۔فی الوقت اسے نندی درگ یا نندی ہلز کہتے ہیں۔چکبالاپور سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی گاؤں ہے جو آجکل گرمائی مستقر (Hill Resort) کے طور پر مستعمل ہے۔

نندی گڑھ کی تعمیر چکبالاپور کے پالیگاروں نے کی تھی مگر اس قلعہ کو نواب حیدرعلی خان اور ٹیپو سلطان نے شیشہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مضبوط کر دیا تھا۔کرنل کارنوالس نے 1791 میں میسور کی تیسری جنگ کے دوران اس پر قبضہ کر لیا تھا۔

کرنل ولکس لکھتا ہے (Col. Wilks) انگریزوں نے جتنے بھی قلعوں کا مطالعہ کیا ہے اس سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ ٹیپو سلطان نے اپنے ملک کی مدافعت کے اس اہم ستون پر بے حد توجہ مبذول کی تھی۔ہر ایک قلعہ بیحد مضبوط ہے تاہم نندی گڑھ کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ ٹیپو سلطان نے اس پر اپنی خصوصی توجہ مبذول کی تھی۔جس کے سبب یہ بلند بالا قلعہ نا قابل تسخیر ہو گیا ہے۔

(Gazetteer- Kolar Dast.)

41۔ کنبرا۔کرناٹک۔

42 فتح محمد۔ حیدرعلی خان کے والد کا نام۔فتح محمد کے والد کا نام محمد علی تھا جو شیخ ولی محمد کے فرزند تھے۔وہ (1625-56) میں محمد عادل شاہ کے دور حکومت دہلی سے گلبرگہ تشریف لائے تھے۔شیخ ولی محمد دیندار شخص تھے اور وہ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز گلبرگوی کی درگاہ سے وابستہ ہو گئے۔

ان کے فرزند ولی محمد گلبرگہ سے نکل کر بیجا پور میں مقیم ہو گئے پھر وہاں سے کولار کو نقل مکان کیا۔ ان کے چار فرزند تھے جن کے نام محمد الیاس، شیخ محمد، محمد امام اور فتح محمد تھے۔ فتح محمد نے کولار سے نکل کر نواب آرکاٹ سعادت علی خان کے ہاں نوکری کر لی۔ نواب آرکاٹ نے انھیں پہلے دو سو پیادوں اور دو سو سواروں پر افسر مقرر کیا پھر ترقی دیکر انھیں 500 پیادوں 500 سواروں اور 50 توپوں کا سردار بنا دیا۔ کچھ عرصہ بعد آرکاٹ سے نکل کر انھوں نے سرا کے گورنر درگاہ قلی خان کی ملازمت اختیار کی۔ اس نے انھیں 400 پیادوں اور 200 سواروں کا سردار مقرر کیا اور انھیں ڈوڈبالاپور کی قلعہ داری عطا کی۔

فتح محمد کا انتقال 1726 میں ہوا۔ ان کے پسماندگان میں نوجوان بیوہ کے علاوہ دو فرزند شہباز جن کی عمر نو سال اور حیدر علی خان جن کی عمر چھ سال تھی، شامل تھے۔ انتقال کے وقت وہ بے حد مقروض تھے۔

43۔ رگھوجی اپنی تمامتر بہادری، سپاہیانہ قابلیت اور اچوک نشانہ بازی کے باوصف پیشوا بننے کی تمنا پوری نہ کر سکا تھا۔

رگھوجی نے ۱۹ مئی ۱۷۴۰ء میں آرکاٹ کے نواب علی دوست خان کو شکست دی اور ۲۱، مارچ ۱۷۴۱ میں چندا صاحب نایطہ کو شکست دی اسے گرفتار کر لیا اور اسے پونا میں مقید کر دیا۔ چندا صاحب کو 1749 میں رہا کیا گیا۔ وہ 1752 میں فرانسیسیوں کے ہاتھوں مارا گیا۔

44۔ آصفجاہ: وفات ۱۷۴۹ء۔

45۔ علی دوست خان وفات۔ دیکھو حاشیہ نمبر ۴۳۔

46۔ حسین دوست خان عرف چندا صاحب نایطہ۔ نواب آرکاٹ علی دوست

خان کا داماد تھا۔ 1741 میں رگھوجی بھوسلے نے اسے گرفتار کرلیا۔ ساہو نے اسے 1749 میں قید سے رہا کیا۔ اس کی موت 1752 میں ہوئی۔

47۔ ہدایت محی الدین خان مظفر جنگ۔ آصف جاہ کی دختر کالی بیگم کا فرزند تھا اس نے افغانوں سے مل کر ناصر جنگ کو قتل کرنے کی سازش کی اور اسے 1750ء میں قتل کروادیا۔ خود اس کی موت انھیں افغانوں کے ہاتھوں رائے چوٹی کے قریب 1751 میں ہوئی۔

48۔ صلابت جنگ۔ وہ آصفجاہ کا دوسرا فرزند تھا ناصر جنگ کی وفات کے بعد اسے آصف جاہ دوم کے خطاب سے نظام الملک بنادیا گیا۔ اسکے چھوٹے بھائی نظام علی خان نے اسے قلعہ بیدر میں مقید کردیا۔ اسے 20 ستمبر 1763ء م ۲۰ ربیع الاول ۱۱۷۷ھ کو نظام علی خان کے حکم سے گلاگھونٹ کر ہلاک کردیا گیا۔ مرہٹی تاریخوں میں لکھا گیا ہے کہ اس کے قاتل کا نام علاءالملک تھا جسے بعد میں گونڈال کا گورنر بنایا گیا۔

49۔ عبدالمجید خان۔ حاکم کڑپہ۔

50۔ بسالت جنگ۔ بسالت جاہ میر شریف علی بن آصفجاہ۔

51۔ چرکولی۔ یہ مقام سری رنگ پٹن اور میلکوٹہ کے درمیان واقع ہے۔ چرکولی کی جنگ جو کہ حیدر علی خان اور مرہٹوں کے درمیان اس مقام پر لڑی گئی کافی مشہور ہے۔

اس جنگ کے موقع پر حیدر علی خان نے میدان جنگ سے پیچھے ہٹنے کا فیصلہ کیا۔ مگر مرہٹہ فوج نے پیچھے ہٹتی ہوئی فوج پر شب خون مارا جس سے حیدر علی کے فوج کے کئی سردار مارے گئے حیدر علی خان خود بمشکل اپنی جان بچا کر سری رنگ پٹن پہنچے۔ ٹیپو سلطان جو اس وقت نوجوان تھے جوگی کا بھیس بدل کر سید محمد کے ساتھ سری رنگ پٹن پہنچے۔ حیدر علی

بیٹے کی گمشدگی سے متفکر ہوکر حضرت قادر ولیؒ کی درگاہ پر دعاؤں میں مشغول تھے کہ انھیں فرزند کی بخیر و عافیت واپسی کی خبر ملی۔ کرمانی کے مطابق ٹیپو سلطان نے ایک پنڈاری کا بھیس بدل کر اپنی جان بچائی۔ یہ جنگ ۶ مارچ ۱۷۷۱ء میں واقع ہوئی۔ اسے جنگ آشوب چشم بھی کہتے ہیں۔

53۔ بالاجی راؤ نانا۔ بن نارائن راؤ کو 1773 میں جب کہ اس کی عمر صرف ۱۵ سال تھی قتل کر دیا گیا۔ دیکھو چوتھا باب حاشیہ نمبر 24۔

54 لارڈ کارنوالس: لارڈ چارلس کارنوالس انگریزی افواج کا سپہ سالار۔

55۔ ہری پنت پھڑکیہ یہ ایک مرہٹہ سردار تھا جس نے ۱۷۹۱ء میں ستارہ پر حملہ کر کے اسے فتح کیا۔ اس کی وفات 1794ء میں ہوئی۔

تیسرا باب

1۔ داناتی۔دیلیتی۔

2۔ اکبر۔شہنشاہ محمد جلال الدین محمد اکبر بن ہمایوں۔

3۔چپاوتی: چمپاوتی۔

4/ادونی:ادھونی۔

5۔اورنگ زیب کو بیجاپور اور گولکنڈہ پر فتح حاصل کی۔انہیں 22-6-1686 کو بیجاپور پر فتح حاصل ہوئی اور گولکنڈہ ۲۔اکتوبر ۱۶۸۷ء کو فتح ہوا۔

6 کنول۔کرنول۔

7۔کالی بیگم۔خیر النساء بیگم۔آصفجاہ کی چہیتی دختر۔ہدایت محی الدین خان کی والدہ۔

8۔انوارالدین خان گوپاموی۔نواب آرکاٹ جس کا تقرر آصفجاہ نے کیا تھا۔ اسے چندا صاحب نایطہ۔ہدایت محی الدین خان اور فرانسیسیوں نے مشترکہ طور پر حملہ کر کے دل چرو کے قریب 1749 میں قتل کر دیا۔

9۔پھولچری: پانڈیچری۔

10۔صفدر جنگ۔فرانسیسی کمانڈر مو سیوڈی بسی کا خطاب۔اسے رستم جنگ بھی کہتے ہیں۔

12۔بلاری کی فتح۔حیدرعلی خان نے 1775 میں بلاری پر فتح حاصل کی۔

13۔حیدرعلی خان کی وفات: نواب حیدرعلی خان کی وفات بمقام نرسنگارایاں پیٹ نزد چتور واقع ہوئی۔تاریخ وفات یکم محرالحرام ۱۱۹۷ھ م ۷ دسمبر 1782 ہے۔وفات

کے وقت آپ کی عمر ساٹھ سال تھی۔

14۔ٹیپوسلطان۔ حضرت ٹیپو سلطان کی تخت نشینی بقول کرمانی بروز یک شنبہ ۲۰ محرم الحرام ۱۱۹۷ھ ۲۶ دسمبر ۱۷۸۲ کو ہوئی۔ حیدر علی کی وفات کے وقت حضرت ٹیپو سلطان کی عمر اکتیس سال بارہ ماہ ۱۸ دن تھی اور تخت نشینی کے وقت ان کی عمر ۳۲ سال آٹھ دن تھی۔ جدید تحقیق جو ناچیز نے کی ہے اس سے ثابت ہے کہ حضرت ٹیپو سلطان کی تخت نشینی ۴۔مئی 1783 میں ہوئی اور وفات ۴ مئی 1799 کو۔

15 رستم جنگ۔موسیو لالی کا خطاب:

چوتھا باب

1 ساونور: ریاست کرناٹک کے دھارواڑ ضلع کا ایک قصبہ۔

2 حضرت ابو بکر صدیق خلیفہ اول۔

3۔ حضرت عمر بن خطاب : خلیفہ دوم

4 ۔ مسلمہ۔ مسلمہ کذاب جس نے آنحضور کی وفات کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا۔

5 برہان نظام شاہ۔ بادشاہ احمد نگر 1509ء تا 1553ء

6۔ عادل شاہ۔ ابراہیم عادل شاہ 1534ء تا 1558ء

7۔ محمد عادل شاہ۔ 1627ء تا 1657 کرمانی نے اس کا نام محمود عادل شاہ لکھا ہے۔

8۔ ابراہیم قطب شاہ اول 1550 تا 1580ء

9۔ علی عادل شاہ اول 1558ء تا 1580

10. علی عادل شاہ ثانی 1657

11۔ کنول۔ کرنول۔ ریاست آندھرا پردیش کا ایک شہر۔

12۔ سکندر عادل شاہ 1672ء تا 1686ء

13۔ ابوالحسن تا نا شاہ عرف ابوالحسن قطب شاہ 1671 تا 1687ء 1083 تا 1098ھ

14 سلطانان تیمور۔ سلاطین تیموریہ یعنی مغل بادشاہان۔

15 عالمگیر کی وفات ۳ جون ۱۷۰۷ء۔

16 سید لشکر خان۔ سید لشکر خان آصفجاہ کا وزیر تھا۔ اسے آصف جاہ کی وفات کے بعد 1753 میں اس عہدہ سے استعفیٰ دیدیا اسے صوبہ برار کا گورنر بنایا گیا۔ مغل شہنشاہ نے اسے نائب صوبیدار کا عہدہ عطا کیا۔ اس کا انتقال 1757ء میں ہوا۔

17۔ شاہنواز خان۔ دیکھو دوسرا باب حاشیہ 35۔

18۔ موسیو ڈی بسی۔ (Monseur De Bussi) یہ فرانسیسی تھا جس کا اصل نام چارلس جوسف پیٹر پیسر مارکوئس ڈی بسی کا ٹلنا تھا۔ اس کی پیدائش فرانس کے ایک گاؤں بسی میں ہوئی اس کے والد کا انتقال کمسنی میں ہو گیا۔ اس کے ہاتھ سوائے مارکوئس کے خطاب کے کچھ اور نہیں آیا۔ شہنشاہ فرانس لوئی پندرہ نے اعلان کیا کہ کوئی بھی فرانسیسی اس کی اجازت کے بغیر بھی مشرقی ممالک میں تجارت کر سکتا ہے۔ ڈی بسی فرانس سے نکل کر جزائر فرانس پہنچا اور پھر وہاں سے ہندوستان پہنچا۔ یہاں اس نے مختلف سرکاروں کے تحت کام کیا۔ اس کی افواج نے نواب آرکاٹ انوارالدین خان شہامت جنگ گوپاموی کو ہلاک کیا۔

19۔ جنجی۔ موجودہ جنجی۔

20۔ صلابت جنگ۔ دیکھو باب دوم حاشیہ نمبر 47

21 سوائی مادھوراؤ۔ وہ نارائن راؤ پیشوا کا سپہ سالار تھا اور ان حریفوں میں سے ایک تھا جو اس کم عمر پیشوا کو ہٹا کر خود ہی پیشوا بننے کی سازش کر رہے تھے مادھوراؤ اور رگھوناتھ راؤ کے درمیان سخت دشمنی تھی۔

لکشمی نارائن اپنی کتاب "مآثر آصفی" میں نارائن راؤ کے قتل کا واقعہ اس طرح بیان کرتا ہے۔

رگھوناتھ راؤ مال و دولت اور حکومت کا حریص تھا اس لئے اس نے فوج کے سپاہیوں سے سازش کی۔ جن سپاہیوں اور سرداروں نے سازش میں شرکت کی ان کے نام درج ذیل ہیں سمن سنگھ، پنج ہزاری، رسالدار، محمد یوسف گارڈی، چار ہزاری۔ رسالدار محمد عرب دوہزار عربوں کا سردار، فلاجی پوار جو چار ہزار سپاہیوں کا سردار تھا، اور مناجی پھکوا جو دوہزار سواروں کا سردار تھا، رگھو ناتھ نے انھیں جاگیروں اور انعامات سے مالا مال کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ رگھوناتھ راؤ اس وقت نارائن کی قید میں تھا سازش میں شامل سرداروں کو اس نے پیغام رسائی کیلئے اپنی بیوی کی مدد لی جو پانی کی صراحیوں میں پیغامات چھپا کر لے جاتی تھی۔ بتایا جاتا ہے کہ پیر کے دن نارائن راؤ حسب معمول مندر جا کر پوجا پاٹ سے فارغ ہو کر محل لوٹا۔ محافظ دستہ کو رخصت دیکر وہ کھانے کے کمرہ میں داخل ہوا۔ اسی وقت سازشی سردار محل میں داخل ہوئے تو لاجی پوار، محمد یوسف اور رئیس محمد نے نارائن راؤ کو پکڑ لیا اور اسے کھینچتے ہوئے باہر لے آئے۔ سمن سنگھ نے رگھوناتھ راؤ کو قید سے رہا کیا اور اسے بھی باہر لے آئے۔ اگرچہ کہ رگھوناتھ راؤ نے سرداروں سے درخوست کی کہ وہ نارائن راؤ کو قتل نہ کریں بلکہ قید کر دیں مگر انھوں نے اس کی بات نہ مانی اور قتل کر دیا۔

لکشمی نارائن نے اس کی تاریخ وفات ''شدر اجہ زمن مقتول'' سے نکالی ہے رگھوناتھ راؤ کی قسمت میں پیشوا بننا نہیں لکھا تھا۔ نانا فرنویس نے اسے پکڑ قید کر دیا اور اس کی موت قید ہی کی حالت میں واقع ہوئی۔

پانچواں باب

1739.1ء

2۔ترچنا پلی

3۔پھولچری ۔پانڈیچری

4۔انوارالدین خان گوپاموی۔

5۔نواب ناصر جنگ،نظام الدولہ عرف رودماں بن آصفجاہ۔وفات ۱۲،دسمبر 1750ء

6شمر۔شمر ذی الجوشن۔قاتل حضرت امام حسینؑ

7۔کڈپہ۔آندھراپردیش کے ایک ضلع کا صدر مقام

8۔سعداللہ خان بہادر مظفر جنگ عرف ہدایت محی الدین خان۔

9۔فرانسیسیوں نے صلابت جنگ کو آصفجاہ مقرر کیا۔

10 ۔1776ء

11۔1792ء

12۔1801ء

چھٹا باب

1۔ بندر میلاپور۔ مدراس شہر کا ایک حصہ، قدیم بندرگاہ

2۔ سلطان۔ سلطان اورنگزیب عالمگیر

3 سادات بارہ۔ سید حسین خان اور سید حسن خان دو بھائی ہیں جو سادات بارہ کے نام سے مشہور ہیں۔ دونوں بہت طاقتور وزراء تھے انھیں بادشاہ گر بھی کہا جاتا ہے۔ وہ فرخ سیر بادشاہ دہلی کے وزیر تھے۔

4 آصف جاہ کی وفات۔ آصفجاہ کا انتقال برہان پور کے سفر کے دوران ہوا۔ قریب المرگ حالت میں اس نے ناصر جنگ کو قریب بلا کر کچھ نصیحتیں کیں جن کا تذکرہ لکشمی نارائن نے اپنی کتاب مآثر آصفی میں کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے علی دودمان (ناصر جنگ) مغرور طبع تھا۔ وہ اپنی ماتحتیں سپاہ سالاروں اور دیگر افراد سے بے حد برا سلوک کرتا تھا۔ یہ لوگ صرف لاچاری سے اس کی اطاعت کرتے تھے تاہم اندرونی طور پر اس کی بربادی کے خواہاں تھے۔

وہ لکھتا ہے کہ آصفجاہ کی اس وصیت اور نصیحت کو صدر الصدور ضیاء الدین حسین خان وزیر مذہبی امور نے اسی وقت لکھ لیا آصف جاہ کی وفات کے وقت ناصر جنگ اور لالہ منسارام بھی موجود تھے۔

آصفجاہ کا انتقال ۴، جمادی الآخر ۱۱۶۱ھ م ۱۷۴۸ میں ہوا اس کی نعش صدر الصدور ضیاء الدین حسین خان وزیر مذہبی امور اور لالہ منسارام کی نگرانی میں خلدآباد لے جائی گئی جہاں پر حضرت شاہ برہان الدینؒ کی پائنتی اسے دفنا گیا۔

5۔ نادر شاہ درانی بادشاہ افغانستان نے 1741 میں دہلی پر حملہ کیا اور اسے

اپنے قبضہ میں کرلیا۔

6۔عبدالحکیم خان میانہ۔

7۔ہدایت محی الدین خان کا انتقال ۱۴، فروری 1751 میں رائے چوٹی کے قریب ہوا۔

8 ۔اننت پور۔آندھرا پردیش کا ایک شہر۔

ساتواں باب

آٹھواں باب

1۔رائے درگ۔آندھرا پردیش کا ایک شہر۔

2۔ترمک ماما۔مرہٹہ سردار جس نے 72-1769 میں کرناٹک پر حملہ کیا اور حیدر علی خان سے جنگ کی۔

3۔من۔40 سیر

4۔ایک ٹن؛1016 کلوگرام جبکہ کلوٹن یا میٹرک ٹن = 1000 کلوگرام

5۔جنگ چرکولی۔دیکھو حاشیہ نمبر 51 دوسرا باب۔

نواں باب

ا۔چکبالاپور۔گزیٹیر آف انڈیا میسور اسٹیٹ کولار ڈسٹرکٹ کے مطابق چودھویں صدی کے اواخر میں کسان خاندان کے سات افراد رام سوامی بٹا(پہاڑ) کے دامن میں

مقیم ہوئے ۔رام سوای بٹانندی درگ کے مشرق کی جانب واقع ہے اس کسان خاندان کا تعلق آندھرا پردیش کے گاڑی بانوں کے خاندان سے تھا جسے تلگو زبان میں بنڈی کپلو کہتے ہیں ۔ بنڈی کپلو ،موراسوو کلو کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں ۔ یہ لوگ بیر ادیوا کی پرستش کرتے تھے ۔اس خاندان کا ایک فرد رائے بیری گوڑا تھا جو کانچی کے قریب اپنے گاؤں آلور سے نکل کر یہاں ایسا تھا کیونکہ اس گاؤں کے سردار نے جو دوسری ذات کا تھا اس کی بیٹی دوڈ ماسے زبردستی شادی رچانا چاہتا تھا ۔رائے بیری گوڑا نے خواب میں دیکھا کہ اسے دہیں مقیم ہونے کا حکم ہوا ہے ۔اس لئے اس نے یہیں سکونت اختیار کر لی ۔ یہ گاؤں دیون ہلی کے شمالی جانب واقع ہے ۔

رائے بیرے گوڑا نے آوتی میں قیام کیا اور اس کے فرزند نے دیون ہلی آباد کیا ۔

اس کے ایک بھائی نے دوڈ بالا پور اور چک بالا پور کی بنیاد رکھی سنا گوڑا بالونلی ہلی چلا گیا جو تمکور ضلع کا ایک گاؤں ہے اسنے کورنگرے کی بنیاد رکھی ۔

یہاں پر گز یٹیر اور کرمانی کے بیان درمیان موجود فرق کو ملحوظ رکھا جائے ۔ کرمانی نے لکھا ہے کہ تلنگانہ کے ایک اشرف خاندان کا ایک شخص اپنے ملک کے راجہ سے جو اس کی دختر کے ساتھ ہم شادی کرنا چاہتا تھا اس لیے وہاں سے نکل کر کرناٹک کی طرف آ گئے وہ دوپہر کے وقت یک شیر خوار بچے کے گہوارے کو ایک ولر کے درخت سے باندھ کر اسے جنبش دے رہے تھے کہ ایک سانپ نیچے اتر کر بچے کے سر پر کفچہ چنور کی طرح کھول کر بیٹھ گیا ۔ان لوگوں نے اسے فال نیک سمجھا اور یہیں آباد ہو گئے ۔کرمانی کے بیان کی روشنی میں ،ہم ان دونوں بیانات میں موجود تضاد کا مطالعہ کر سکتے ہیں ۔ تاہم ہم یہ بات حتمی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ کرمانی نے جو بھی لکھا ہے کافی تحقیق و تفتیش کے بعد لکھا ہے ۔

گزیٹیر نے بیرے گوڑا کا سلسلہ نسب درج ذیل دیا ہے۔

مالے بیرے گوڑا

|

مری گوڑا

|

دوڈ بیرے گوڑا

|

رنکپا گوڑا (پوتا)

|

جوگی بیرے گوڑا (برادرزادہ)

|

ونکٹ اما (بیوی ۱۶۴۰ء)

|

مری گوڑا (جوگی بیرے گوڑا کا پوتا)

|

انے گوڑا (بڑا بھائی)

|

حویلی گوڑا (جسے چار ماہ بعد معزول کر دیا گیا)

بیچا گوڑا

|

دوڈا بیرے گوڑا

|

ونکٹ ناروئن گوڑا

|

بیچے گوڑا (صرف نو ماہ حکومت)

|

چکپا نایکہ (لاولد)

2۔ یلونگا۔ موجودہ یلہنکا۔

ہوسکوٹا ۔ موجودہ ہوسکوٹہ جو کہ شہر بنگلور کا ایک مضافات ہے۔

4۔ سلکٹہ ۔ ضلع کولار کے ایک تعلقہ کا صدر مقام جسے فی الوقت سدلکٹہ کہتے ہیں۔

5۔ گزیٹیر کے مطابق چکبالا پور کے حاکم نے حیدر علی کو پانچ لاکھ پکوڈے دینے کا وعدہ کیا (پکوڈا سونے کا سکہ جو اس وقت چار روپیوں کے برابر تھا) اس کا مطلب یہ ہے کہ چکبالا پور کے حاکم نے ۲۰ لاکھ روپے بطور جرمانہ ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ اس ضلع کے متعلق کرمانی لکھتا ہے کہ چکبالا پور کے حاکم نے ۷ لاکھ روپے تین قسطوں میں ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ پہلی قسط دیون ہلی پہنچنے پر، دوسری قسط بنگلور پہنچنے پر اور آخری قسط میسور پہنچنے پر۔ مگر یہ

رقم ادا نہ ہوسکی کیونکہ حاکم چکبالا پور نے وعدہ خلافی کی۔ گزیٹیر پکوڑا لکھتا ہے جبکہ کرمانی روپیو ں کی بات کرتا ہے جو قرین قیاس ہے چونکہ کرمانی اس جنگ کے دوران موجود تھا۔اس لئے اس کی بات کو سچ مان لینے میں کوئی قباحت نہیں ہونا چاہیے۔

6۔نندی درگ۔دیکھو حاشیہ 40 دوسرا باب

7۔گزیٹیر لکھتا ہے کہ چکپانا یک لاولد تھا جب کے کرمانی لکھتا ہے کہ اس کے دو فرزند تھے جنھوں نے حیدر علی خان کے دور میں اسلام قبول کیا۔ان میں سے ایک کا انتقا ل ہو گیا۔اور دوسرا فرزند جس کا نام صفدر خان ہے ابھی تک چکبالا پور کے قریب ایک گاؤں میں آباد ہے لیکن اس کی منزلت گھٹ گئی ہے۔

دسواں باب

1۔لنگ بلجوار۔لنگایت ذات۔

2۔صلابت جنگ۔دیکھو باب دوم

3۔دیشکھ۔گاؤں کا مصدی جس کے ذمہ محصول کا حساب وکتاب لکھتا ہوتا ہے۔

5 میر میران۔وزیر جنگ۔

گیارہواں باب

1 گوٹی۔گتی

2 چوتھ۔ یہ رقم محصول کی ایک چوتھائی حصہ ہوتی ہے۔ چوتھ مرہٹوں کو مسلم بادشاہوں اور ہندو راجاؤں کی جانب سے ادا کی جاتی تھی چوتھ کی وصولی مرہٹے خود اپنے اہلکاروں کے ذریعہ کرتے تھے۔ چوتھ کی رقم درج ذیل طریقہ پر تقسیم کی جاتی تھی۔

(۱) راج راتی۔ وصول شدہ چوتھ کا ایک چوتھا حصہ (۱/۴) حکمران وقت کو دیا جاتا تھا۔

(۲) راج راتی کی ادائیگی کے بعد جو رقم بچ رہتی تھی اسے کھاتیا کہتے تھے۔ اس رقم کا ٦ فی صد حصہ کو سہوترہ کہتے تھے راجہ یا پیشوا کے اخراجات اور اس کے آرام و آسائش کے لئے دی جاتی تھی۔

3۔ نارگنڈی یا تین فیصد رقم راجہ یا پیشوا کی صوابدید پر خرچ کی جاتی تھی۔

4۔ بقیہ رقم 6% جسے عین کھاسا کہتے تھے مختلف جاگیرداروں میں تقسیم کی جاتی تھی تاکہ وہ فوج جمع کریں اور وقت مرہٹوں کی مدد کے لئے روانہ کریں اگر ریاست مرہٹوں کے زیر نگیں ہو تب بھی برابر وصول کی جاتی تھی مسلم حکمرانوں کی جانب سے چوتھ کی ادائیگی نے مرہٹوں کی طاقت میں اضافہ کیا۔

3۔ ترناویلی۔ موجودہ ترلویلی۔ تمل ناڈو کا ایک شہر۔

4 رگھو۔ رگھوناتھ راؤ بھوسلے۔

5۔ مدورا۔ تمل ناڈو ریاست کا شہر مدورے۔

6۔ آشوب جہاں۔ صفدر علی خان کا عرف۔

7۔ جنگ چرکولی۔ دیکھو باب دوم حاشیہ 52

8۔ میل کوٹہ۔ میل کوٹہ یہ سرینگپٹن سے قریب ایک پہاڑی گاؤں ہے جو آ جکل سنسکرت کی تعلیم وترویج کے لئے بے حد مشہور ہے جنگ چرکولی اسی گاؤں کے قریب واقع ہوئی۔ اس کے متعلق کرنل ولکس لکھتا ہے حیدر علی نے اس دن سر شام ہی سے مے نوشی شروع کر دی تھی اور اس کے ہوش وحواس گم تھے جب کہ مرہٹوں نے حملہ کیا ولکس عام طور پر اسٹیوارٹ کے بیان پر انحصار کرتا ہے لیکن اسٹیوارٹ نے حیدر علی کی شراب نوشی کا تذکرہ نہیں کیا ہے، کرمانی جسے حیدر علی کی قربت حاصل تھی لیکن اس نے حیدر علی کی اس جنگ کے دوران شراب نوشی کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ ولکس اس طرح حیدر علی کو بدنام کرنا چاہتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ مرہٹوں کی اس فتح کا اثر بھی کم کرنا چاہتا ہے

10۔ گٹی پر حیدر علی نے 1776ء میں قبضہ کیا۔

بارہواں باب

ترپتی۔ آندھرا پردیش میں ہندوؤں کا مشہور تیرتھ گاہ تروپتی کے نام سے مشہور ہے۔

2 دیشپانڈے۔ محصول وصول کرنے والے افسر Revenue Officer ()

3 خاں۔ انکس خاں

4 دیسائی۔ پرگنہ کا حاکم۔ تحصیلدار۔

5 جاگیر۔ یہ زمین کا وہ قطعہ ہے جو کسی شخص کو اس کے منصبداروں کی تنخواہ کی ادائیگی کے لئے بجائے نقد رقم کے دی جاتی ہے۔ جاگیر یا تو شرطیہ یا بلاشرطیہ دی جاتی ہے۔ شرطیہ جاگیردار پر لازمی ہوتا تھا کہ وہ فوج اور دیگر امور کے اخراجات مقررہ طریقہ پر ادا کرے۔ جبکہ بلاشرطیہ جاگیر میں تمام امور جاگیردار کی صوابدید پر چھوڑ دیئے جاتے تھے۔

تیرہواں باب

1ہندی کربا۔ ہندی کنٹر زبان میں سور (خنزیر) کو کہتے ہیں اور کربا ایک ذات جو جانوروں کو پالتی اور چراتی ہے۔ ہندی کربا یعنی سوروں کا چرواہا یا پالنے والا۔

2۔ بیجی نگر دیکھو باب اول اور حواشی

3۔ کرگوڈ۔ کرگوڈو

4۔ نارکوڈی۔ نارگوڑوں۔ دیکھو نارگندی گیارہواں باب حاشیہ نمبر 2

5 ہمپانے 1709 تک حکومت کی (گزیٹر)

چودہواں باب

1۔ ڈھونڈو جی واگ۔ مرہٹہ سردار جس نے حضرت ٹیپو سلطان کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا۔ اور انگریزوں سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوا۔

2. ڈمل۔ ریاست کرناٹک کے ضلع شیموگہ کا ایک گاؤں۔

3۔ راجاین اپنی کتاب " South Indian Rebellion " میں لکھتے ہیں کہ دھونڈاجی چنگیری میں پیدا ہوا۔

محب الحسن خان اپنی کتاب " History of Tipu Sultan " میں لکھتے ہیں ڈھونڈاجی واگ جو ایک مرہٹہ تھا چنگیری میں جو میسور ریاست میں ہے پیدا ہوا۔ کرمانی لکھتے ہیں وہ ڈمل میں پیدا ہوا۔

محب الحسن خان لکھتے ہیں اسنے حیدر علی خان اور ٹیپو سلطان کی فوج میں ایک سوار کی حیثیت سے کام کیا جبکہ کرمانی لکھتے ہیں کہ اگرچیکہ وہ حیدر علی کی فوج میں رہا لیکن اس نے ان کی ملازمت اختیار نہیں کی بلکہ اپنے اخراجات بھٹپا زنادار سے حاصل کرتا رہا میسور کی تیسری جنگ کے دوران کثیر مال غنیمت لے کر فرار ہوگیا اور لکشمیسر کے ویسائی کے ہاں نوکر ہوگیا۔ کرمانی لکھتے ہیں کہ اس نے لکشمیسر کے دیسائی کے ہاں بچپن میں جبکہ وہ اپنے بڑے بھائی سکوجی کو ہلاک کرکے فرار ہوگیا تھا نوکری کی۔

جنگ کے خاتمہ پر اس نے آوارہ منشوں کا گروہ مہیا کیا اور گڑبڑ مچانے لگا۔ اس نے 1793 میں ہادیری اور دھارواڑ پر قبضہ کرلیا۔ اسی دوران اس نے ساونور پر قبضہ کیا۔ اور مرہٹہ علاقوں میں گڑبڑ مچانے لگا۔ ان فتوحات سے خوش ہوکر اس نے ایک افغان عمر خان کو ٹیپو سلطان کی خدمت میں روانہ کرکے ان کی مدد طلب کی اور دعوا کیا کہ وہ اس

پورے ملک پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ٹیپو سلطان نے اس سے کسی طرح کا تعلق رکھنے سے انکار کر دیا۔حکومت پونا اس کی ان حرکتوں سے پریشان ہوگئی اور حاکم پونا نے اپنے سردار دھونڈ و پنت گوکھلے { gogila } کی سر کردگی میں فوج روانہ کر کے اسے شکست دی۔اس شکست سے پریشان ہو کر اس نے ٹیپو سلطان کی ملازمت اختیار کرنے کی ٹھان لی۔اسکے ساتھ دوسو سپاہی اور کچھ گھوڑے بھی تھے وہ 1794 میں سری رنگ پٹن پہنچا۔سلطان نے اسے فوج میں افسر مقرر کیا اس نے اسلام قبول کیا اور اس کا نام شیخ احمد رکھا گیا اور اس کی اپنی درخواست پر اسے ملک جہاں خان اور نصیب الدولہ کے خطابات دیئے گئے۔میر صادق کی شرارت کے سبب اسے نظر بند کر دیا گیا۔تاہم اسکے ساتھ کافی اچھا سلوک کیا گیا اور اسے روزانہ اخراجات کے لیے ۳ روپے اور دستر خوانِ خاص سے کھانا سربراہ کیا جاتا رہا 1799 میں سلطان کی شہادت کے بعد وہ رہا ہوا اور اپنی فوج جمع کر کے تقریباً ڈیڑھ سال تک انگریزوں سے جنگ کرتا رہا۔اسکا انتقال ۱۱ستمبر 1800 میں ہونگل کے قریب ہوا۔

4. ٹیپو سلطان نے ساؤنور میں (۲۴، اکتوبر ۱۷۸۶) سے ۱۳، نومبر ۱۷۸۶ تک قیام کیا یعنی ۱۱ ذی الحجہ ۱۲۰۱ھ سے یکم محرم الحرم ۱۲۰۲ھ تک۔

5۔ میر آصف۔دیوان۔میر صادق۔

6 کرمانی لکھتے ہیں کہ دھونڈا جی کی وفات ۱۰، ستمبر ۱۸۰۰ میں کوناگل دھاڑ واڑ ضلع میں ہوئی جبکہ محب الحسن اس کی تاریخ وفات ۱۱، ستمبر ۱۸۰۰ بتاتے ہیں، سردیسائی اپنی تاریخ ''New History of Maratha'' میں لکھتے ہیں کہ وفات کے وقت اس کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی جبکہ کرمانی اس تاریخ پیدائش 1170ھ بتاتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ وفات کے وقت شیخ احمد کی عمر 44 سال سے زیادہ نہیں تھی۔

مزید تفصیلات کے لئے ' اکٹر شفیع احمد شریف کی کتاب شیخ احمد ملک جہاں خان ڈھونڈا۔جی
واگ'' کا مطالعہ کیا جائے۔

(الف)

ابراہیم عادل شاہ - 65,67,74,133,
ابراہیم قطب شاہ - 66,67,134,
ابراہیم بتیری - 119,120,124,
ابراہیم خان چینی - 124,183,185,
127,128,258,273,293,
ابراہیم چینی اور علی خان - 124,
ابوالمنصور خان خنا سانی -25
ابوالحسن قطب شاہ عرف تا نا شاہ -
79,91,136,153,176,
تپلی بنڈہ - 119,
اتی گل - 88,
آتش خان - 93, 95,
انکی ہلی - 208,
اچھوت راج - 65,
احمد فاروقی - 13,
احمد شاہ بہمنی - 59,
احمد نگر -66,73,77,76,91,133,
135,136,154,177,182,
احمد آباد - 136,
احمد والی احمد - 313,
احمد شاہ درانی - 127,
احمد خان - 104,193,
ادگیر - 59,
احمد نظام شاہ
آصف جاہ - 160,
ادھونی -116,119, 120, 121, 124, 126,
127, 130, 132, 142, 150, 161, 163,
170, 183, 202, 206, 210, 114,
230, 235, 236, 238, 253, 254,
255, 256, 257, 258, 259, 260,
272, 273, 284, 286, 290, 291, 293,
295,
آدم قلی خان -105
اسٹیٹ آرکیوز - 6
آرکاٹ - 33, 37, 96, 105, 111, 113,
125, 142, 155, 156, 158, 160,
163, 231, 263, 264 266, 267, 270
293,
ارجن وڈیر -48, 49,
ارجندرا -48,49,
ارجن کنڈہ .48,49,
ارل کارنوالیس - 117, 218, 219, 250,
251,
اسٹیٹ آرکیوز -7, 310
اسٹوری سی، اے -11,
اسٹیورٹ چارلس -16, 20,
اسپرنگر -28,

اسیر۔ 129,

اسد پور۔ 37,

اسمٰعیل علی عادل شاہ۔ 132,

اسد خان۔ 80, 92, 153, 156, 178, 179, 180,

اسد علی خان مظفر الملک۔ 130, 132,

اسد خان مہکری ناظمہ۔ 165, 196, 292,

اسد جنگ نظام علی خان۔ 25, 26, 125, 127, 128, 129, 130, 131, 132, 144, 146, 148, 151, 98, 202, 273, 281, 294, 300, 302,

اسمتھ جنرل۔ 200,

اضراب سلطانی۔ 20,

اشرف علی خان۔ 113, 211,

اقلام معمور خانی۔ 152, 156,

اعظم خان۔ 139,

افضل خان۔ 107, 108, 111, 114, 133, 135, 136, 142, 143, 145, 164, 165, 168, 170, 174, 194, 195, 196, 197,

افراسیاب۔ 308,

اکرام کاوش۔ 14, 18, 28, 38, 40, 138,

اکبر آبادی۔ 110, 130,

اگنی۔ 60,

اکنور۔ 274,

اگلی۔ 83,

اللہ وردی کوچک خان ببر جنگ 81, 306,

الف خان کرنولی۔ 141, 184,

الف خان پنی۔ 9, 185, 186, 202,

آلی گرام۔ 193,

الیگزنڈر ریڈیٹ کرنل۔ 253,

امیر حسن عابدی۔ 86, 88,

امجد خان۔ 91,

امین خان حیدرآبادی نواب۔ 101, 102, 103, 247,

امین خان عرب 236

امتیاز گڑھ۔ عرف شکروار پیٹ۔ 121,

امین الدین علی بیجاپوری، حضرت 231,

امرت پور۔ 85, 86,

امراپور۔ 270,

آمنہ خاتون، ڈاکٹر۔ 38, 40,

احمد ولی احمد۔ 313,

انشائے عسکری۔ 9,

انگلینڈ 40, 50, 58, 59, 60, 67, 82, 5, 103, 204, 218, 119, 152, 154, 177, 202, 241, 242, 253, 284, 286, 287, 289, 290, 306,

انکس گڑھی۔ 88,

انوارالدین خان گوپاموی شہامت جنگ۔ 113, 143, 162, 194, 219, 267,

آنبور گڑھ۔ 44, 125, 158, 250,

انگریز۔ 128, 151,
اسٹ پور۔ 202, 270, 273, 283, 284, 287, 288, 291, 292, 294,
اونچی۔ 214, 217, 230
انیا گوڑا۔ 245, 250,
انیا سوامی گوڑا۔ 150,
آفتاب کرناٹک میسور۔ 13,
انباجی ورگ۔ 251,
انکس خان۔ 134,278,
انڈین کونسل آف ہسٹاریکل ریسرچ۔ 13,
اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ۔ 19,
اورنگ زیب عالمگیر۔ 91, 135,139، 152,197
اورنگ آباد۔ 92, 125, 139, 140, 144, 153, 154, 158, 160, 178, 179, 184, 185, 186, 217
اوجینی۔ 18, 25, 30, 53, 191,
یران۔ 140,
ایلور۔ 108,
ایاز خان۔ 148,281,

(ب)

باقر آگاہ۔ 10, 11, 24,
بابا فخر الدین اولیا۔ 12,39,58,59,
بابا حمید۔
بالا گھاٹ۔ 26,45, 48, 51, 60,79, 80, 82, 85, 86, 87, 91, 93, 128, 152, 161,164,173, 240, 249, 250, 259
156, 268, 272,
بالی خان۔
بارہ محل۔ 35, 49, 145, 154, 155, 156, 164,
بائیس محل۔ 33, 278,
باخر علی بھکری۔
باقر صاحب۔ 266,
بابا نظیر ولی سہروردی۔ 54.
باکل واڑی۔ 88,
باکلی۔ 204, 205,
بالاپور کلاں، دوڈ بالاپور۔ 88.92. 105. 106, 108,
بالاجی راؤ نانا۔ 115,116,117,126, 127,144,145,268,280,297
بابوجی سندھیا۔ 117,
باقر علی بھکری۔ 33,
بابانگر۔ 122,
بجلی خان۔ 204, 205
بادامی۔ 129,147,296,297, 306,
بحر فطرت۔ 12, 14, 39, 40,
بخشی بیگم۔ 170,
بدیع المعانی۔ 12, 39, 59,
بدلور عرف نگر۔ 85, 86, 88, 93, 95,98,

99,105 , 106, 110, 111,
بدویل۔,153
برٹش میوزیم۔,8 ,7
برگِ تنبول۔,47
برہان نظام شاہ۔,133
برہان پور۔ ,183 ,157 ,153 ,139 ,93
191, 267,
بجرما نائیک,218 ,158
برہان الدین سپہ سالار۔,149
بڑا اڑ۔,64,78,125,267
بڑے صاحب,265.
برہان نظام شاہ۔,65,133
بسپا نائیک۔,94,230
بسالت جنگ میر شریف علی خان۔
132,145,172365,356 96,116,
235,257,258,271, 172,273، 196
, 292,293, 294
بسم اللہ شاہ پیرزادہ۔,172
بسوتا۔.206,208,209
بسونت نائیک۔,209
بسپا نائیک۔ ,94,113 ,211
218, 119, 222,229, 230
بسپا نائیک بن چک شوم شنکر۔
بخشش کستوری۔,83

بسواپٹن۔,85,88,89,94,100,114,205
بلاگر۔ ,148, 149, 237
بلاری (منظر آباد)۔,119,127,128,129
149,202,254, 258, 273, 283, 284,
286 287, 288, 291, 293, 294,
بلب نائیڑ۔,152
بلونت راؤ۔.116.165, 168
بلی چاپ نائیک۔.225
بمبئی۔.13.38
بنگلور۔.13,25.33,38.88.99.116.219
238, 249,
بنکا پور۔ ,134,135, 276, 278
بنگال۔,25; 119, 166
بندی کنڈے۔,35
بندی علی شاہ۔35
بنی ہال نہر۔,306
بنگار پالیہ۔,250
بھاکم نائی۔,52, 53,56
بھوک سمندر۔,52,53,56
بوکا پٹن۔83
بودی کوٹ۔,87
بودی ہال۔,88,94,112
بھونگیر۔,153, 155
بھوپٹ راج۔,50
بوڑی راسن درگ۔,155

بوڑی زائی۔ 92,177,

بوکارائل۔ 52,

بوکانگر۔ 57,

بھیمارائل۔ 52,

بھرمانائک۔ 209,

بول نائک۔ 94,224,228,229,

بھوجنگ راؤ۔ 262, 263, 264, 266, 270,

271,

بھوپت راؤ۔ 222,

بہمنیہ سلطنت۔ 59,

بہادر خان آصف۔ 118,

بہلول خان ساؤنور بعرف برگی بہلول خان کالا

بہاڑ۔ 86, 134, 135, 136, 177, 278,

بہادر (ہمت بہادر خان)۔ 198,

ہوچنگی درگ۔ 210,

بہادر نظام شاہ۔ 90,

بہادر خان (دیکھو داؤد خان پنی)

بھرماسنگھ۔ 357, 119,139,

بہادر شاہ (دیکھو سلطان اعظم بہادر شاہ)

بیجی نگر، عرف آنے گنڈی۔ 46, 52, 66, 67,

68,69, 75, 77, 78, 79, 80, 82, 84,

85,120,224,

253,254,283,284,286,287,289,290,

بیدر، (ظفر آباد)۔ 52, 59, 65,96, 136,

138,140,204,

بھیمارانگھرکی۔ 64,67,73,80,,85,86,87,

91,92,93, 119,124,126,137,

140,152, 287,

بیلور۔ 53,

بھیم سین۔ 100

بیگن پلی۔ 132,

بیری گوڑا۔ 242, 244,

بیجی گوڑا۔ 246, 247, 250,

بینگلور۔ 249,

(پ)

پائینگھاٹ۔ 31,47,48,60,67,69,79,82,83,

87,92,95,107,112,125,129,141,142,146,

160,162,174,186,194,197,

225,227,231,235,250,252,257,262,

263,275,292,297,302,

پالن پلی۔ 83,95,107,174,

پاؤگڑھ۔ 88,

پالیگار میسور۔ 110,114,116,

پانگل۔ 202,

پاکنور۔ 110,132,2175,176,291,

پانی پت۔ 127,

پاپنا۔ 237,

پاسے خان۔ 273,274,

پدہ تما تا پڑ۔,88
پرتاب رائل۔ ,51,59
پڑاوڑ رائل۔,52
پڑدلہ خان جہل تی۔,98
پرسرام بھاؤ (ناظم مرچ) 81,149,129,151
پرنیار نار دار۔,221,222
پرسوجی گھوڑ پڑپے۔,262,265
پلپ نانک پالیہ۔,152
پنکنڈ۔ پنوکندہ۔
12,14,39,46,48,51,52,53,67,68,69,78
82,79,87,88,89,90,94,119,164,165,169,224
225,227,262,272,
پھوٹ راج۔ ,68
پنکور۔ ,164,241
پنڈڑو۔,193
پنڈت خانہ۔,52,142
پونا,12,14,39,464,48,51,52,53,67
68,69,78,79,82,87,88,89,90,94,
104,119,164,165,169,224,225,
227,262,272,
پھولچری۔,125,142,161162,197
پورن چند۔,190,193
پیغمبر اخر الزمان۔,119,133
پنج کوہ۔150,358
پھینی گوڑا۔,259

(ت)

تاریخ افاغنہ۔,43,45
تاریخ ٹیپو سلطان۔,3,40
تانے شاہ۔,92
تاتیامہ بشٹ,273
تاورکرہ۔,83
تاجالدین فیروز۔,234
تجنیس اللغات۔,12,14,15,39
تحفۃ الاحبابدر مناصب البدائی الحسن۔22
تحفۃ الاحباب در مناقب اصحاب۔22
تحفۃ العالم۔,25, 28
تذکرۃ البلاد والحکام۔
7,11,12,39,41,43,45,282,
ترکلا چٹن۔,53
تری کرہ۔ ,85,88,100,205
ترچنالی (تھر نگر)۔,111
ترپاتر۔,199
ترواللور۔,111
ترکی۔,53
ترلاتا پانک۔,263
ترنک ماما مادھوراؤ۔,145,146,272
تبلی بنڈا۔ ,120
ترر پتی۔,276

ترناولی۔ 263,265,

ترکیاوا کچی۔ 206,

تقال خان۔ 241,250,251,

تلکائی کنڈہ۔ 242,250,251,

تنگل کوٹ۔ 254,284,291,292,293,

تمل ناڈو۔ 38,

تمواج بن سری چنگل راج۔ 67,68,69,77,
78,80,154,

تمیانایک۔ 207,

تمیاناڑ۔ 230,234,236,291,292,

تمپا۔ 207,

تماکرہ۔ 283,

تنگما۔ 158,258,259,

تنجاور۔ 261,

تنگ بھدرا (دریا) 48,49 ,50,78,86,96,
119,149,150,218,219,236,253,259,
283,289,291,296,305,307,

(ٹ)

ٹوری گڈھ۔ 88,

ٹائیگرس آف میسور۔ 43,

ٹیپو سلطان شہید۔ 10,12,16,17,18,20,24,
26,27,28,33,35,36,39,40,41,42,80,
117,118,129,132,145,147148
,149,202,218,219,220,237,238,251,
252,259,260,275,281,294,300,301,
302,305,

ٹیپو ستان۔ 231,

ٹمکور۔ 33,359

(ث)

ثناءاللہ خان (مولوی) 125,126,

(ج)

جالی ہلی۔ 129,

جان نثار خان کالا پہاڑ۔ 133,137,

جانواڑہ۔ 161,

جبار خان میانہ۔ 134,175,278,

جریملہ۔ 88,161,207,

جٹرلہ۔ 161

جگن راج 154,

جگ پتی بھوپت راج۔ 154,

جگ دیو (کوہ)۔ 73,

جمشید قطب شاہ۔ 67,

جمعہ پیٹ۔ 121,

جعفر خان۔ 159,

جمیر۔ 59, 64, 66,194,

جوبن گڑھ۔ 135, 269,

جوگی بھیری گوڑا۔ 53, 245,

جہان خان منصور جنگ۔ 123,

جمل مژک۔ 161, 172,

جہان خان۔ 134, 236,

جیکن بلی۔ 245,

جوگی بھیری گوڑا۔ 53, 245,

جیمس فریزر کرنل 11,

(چ)

چارلس اسٹیوارٹ۔ 16,20

چاند بی بی خدیجہ زماں ہدیہ سلطانہ۔ 74,

چانور بلی۔ 135, 278,

چتور۔ 11, 153, 155, 156, 209, 300.,

چھتریاں آنے گنڈی۔ 285,

چرکولی۔ 145، 239,

چکبالاپور۔ 25,71,101,240,241, 245,247,248,249,250.,

چک کڑیا شٹی۔ 48,

چکن کوٹہ۔ 99,

چک شوم شنکر۔ 215,

چک بلاپا۔ 245,

چک بھیری گوڑا۔ 278,

چک شٹی وڈیر۔ 46

چک رامیا نایڑ۔ 287,

چک سمپا نایڑ۔ 292,

چناجی پنت۔ 116,

چندر گیری۔ 49, 52, 63, 79, 87, 224, 228,

چنگل پیٹ۔ 35, 36, 67, 68, 154,

چمپاوتی۔ 119,

چنو چناجی ذیشں کھ۔ 93, 360,

چنو پنڈت۔ 119,147,

چندر سین جادو 119

چندا صاحب ناظم (حسین دوست خان) 113,194, 211,264,270,

چنچی۔ 142,

چنچاپ نائک۔ 222, 223,

چندرائے چٹن۔ 304,

چتور۔ 254,

چنگل ورگ۔ 83,88,94,95,96,100, 106,111, 112,113, 146,158, 164,173, 205,206,209,211, 114,118, 121,222, 223,224,

چین قلیچ خان، میر قمرالدین آصف جاہ۔ (دیکھو آصف جاہ) 96,

چینا پٹن (مدراس) 307,

چیٹی ورگ۔ 220

(ح)

حامد اللہ ڈاکٹر۔ 25

حبیب خان۔ 269,

حبیب انساء بیگم ولی اللہ ڈاکٹر پروفسر۔ 11, 14,
33, 38, 40,

حسن علی عزت، ملک الشعراء۔ 10, 17, 20, 21,

حسن علی۔ 42

حسن (ہاس موجودہ شہر)

حسن رضا ناظر۔ 118,

حسن کانگو۔ 59,

حسین نظام شاہ۔ 65, 72, 74, 75, 78

حسین دوست خان، عرف چندا صاحب t
کظہ۔ 125,142, 263,

حضرت خواجہ سید شاہ ید اللہ محمد محمد الحسینی چشتی القادری۔
311,

حسین خان بھٹی۔ 154,

حسینی میاں۔ 174,

حسین رضا خان۔ 118,266,

حضرت محبوب سبحانی۔ 203,

حضرت حسین مجذوب۔ 230, 231,

حقوق المسلمین۔ 20,

حلیم خان (عبد الحلیم خان)۔ 145, 146, 150,
151,

حلیم خان۔ 169, 171,

حمید خان۔ 78, 157,

حضرت خواجہ شاہ امین اللہ محمد محمد الحسینی۔ 230,

حضرت خالد بن ولید۔ 177,

حیات بیگم۔ 74,

حیدر جنگ موسیو بہوسی۔ 144,

حیدر آباد۔ 7 ,8,12,25,26,28,29,73,91
,93,105,115,117,125,,130,,131.132,
136,140,141,152,170,176,
185,197, 202, 235 ,238,
248,249,250,254,260,267,273,292,

حیدر علی خان بہادر (نواب)
10,13,16,17,23,30,31,39۔
,40,41,48,80,105,116,117,127,128,129,145,
200,214,248,249,258,271,280,

حیدر قلی خان۔ 114, 115,

(خ)

خالق باری۔ 12,

خاندیس۔ 139,

خان جہان خان چیلہ دیس کھ میر میراں۔ 303,
258,

خان ویلوری۔ 265,

خان میاں۔ 279,

خانگوڑا ویش پانڈے۔ 276, 278,279,

خداوند خان۔ 96,

خضر خان۔ 152, 176, 177, 178,179,
180,

خضر خان پنی بوڑی زائی۔ 92, 123, 134,

خواجہ غلام حسین خان خانِ زماں۔ 28,

خیرا میاں عبدالقدیر خان۔ 11,146, 147, 149,

(د)

دادا ناتک پالیہ۔ 210,

داود خان پنی۔ 92,93,97, 100,123, 152,
154,155, 177, 178, 179, 180, 181,
182,

داوریا۔ 203, 204,

داراب خان۔ 109,

داراشکوہ۔ 90,91, 131,

داستانِ میسور۔ 14, 18, 28, 38,

دال چرو گھاٹ۔ 196,

دروجی۔ 79,

درگاہ قلی خان۔ 95, 104, 105, 106,

دریائے کرشنا۔
26,75,85.,128,190,195,196,260,

دکن۔ 87,91,93,96,112,118,
132,133,134,135,

دلیل خان عرف دلیر خان۔
105,135,136,137,138,

دلیل خان۔ 106,107,

دلاور خان۔ 109,110,111,112,114,
128, 140,142, 162, 167, 216, 269,

دریائے نربدا۔ 141,

دریائے کاویری، 140,

دلیر دل خان۔ 109,113,129, 135,

دیبتی۔ 119,

دھونڈو جی واگیہ۔ 297,298,301,302,
306,

دلوائی۔ 100, 101, 103,

دوڈ بھیری گوڑہ۔ 100,

دوڈ خان گوڑہ۔ 78, 277,

دوڈ کنجن گوڑہ۔ 280,281,

دوڈ ہمپا ناٹو ۔ [illegible]

دوڈ رامیا نایڑ۔ 290,

دوڈیا نایڑ ۔ 292,293,

دوڈ بری نایک۔ 255,

دوڈیا نایک۔ 88,127,

دوست علی خان (علی دوست خان نائط) 362
125,160,163,263,264,

دولت خان فوجدار۔ 220,

دولت خان راؤ۔ 263,

دولت آباد۔ 296,

دھاروار۔ 97,177,184,193,

دھارواڑ۔ ,97,177,184,193
دھرمار۔,47,156,164
دہنا جی دباڑہ۔,94
دھرم راج۔ ,120
دیسنکار کنڈہ۔,60
دیوپا۔,83
دیون سیرپی۔,85,86
دیون ہلی۔,114,242,243,248,251
دیسائی۔,285
دسوگھی۔,282
دیسپانڈے خان گوڑا۔,139
دیوکنڈہ۔,120
دیورایل۔,59
دیوراج۔,153,247
دلیل خان۔ ,107,108
دیوگیر۔,59
دیوکوٹہ۔,235
دیوہنی۔,88
دیوپاناپڑ۔,284
دیوگڈھ۔,255

(ڈ)

ڈل۔,219, 296,300
ڈل والہ۔,208,211
ڈنڈیگل۔,147,148,281,301,306,308
ڈھونڈوجی واگیہ شیخ احمد ملک جہاں خان ۔
نصیب الدولہ۔,302
ڈویژنل آرکیوز۔,16,18,19,33

(ذ)

ذوالفقار خان بن اسد خان۔
80,92,153,156,178,179, 180,182,
285,

(ر)

راج گوپال ناپڑ۔,234,238
راجہ چپیل داس۔,114
راجیندرا۔ ,121
راستیہ مرہٹہ۔ ,139,140
راگھو۔,158,159,280
رام داس۔,192,193
راج رایل۔ ,57
رام سوامی۔ ,250,251,252
رامیا گوڑا۔ ,245
رام رایل چھتری، ,85,154, 284
راچندر ردیا۔
راچندر رایل۔,134
رام راجہ۔ 65,66,75,76,77, 84,120
,121,205,223,254,

راسن گڈھ۔ 56, 363

راسپا نائڑ۔ 287,288,

رائق۔ 28,

رامنّا۔ 62,

رائے درگ۔ 87,88,95,105,119,156,
158,164,169,207,222,227,229,233,
235,238,273,286,

رائچوٹی۔ 125,143,264,

رائچور۔ 63,126,132,163,

رائے سوتی۔ 197,

رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال۔ 10,13,

رتن گری۔ 82,83,85,88,95,107,114,
128,270,273,

رحیم خان۔ 152,

رستم چک کفایت خان۔ 97,98,

رسول خان بھٹی۔ 154,

رحیم خان عرف رحمان خان۔
169,170,171,175,

ریحان خان۔ 89,121,

رستم جنگ۔ 130,

رن دولہ خان۔ 79,85,227,

رنگ رائل۔ 78,79,87,224,

رگھوتم گوڑا۔ 110, 254,

رنگ تریا۔ 204,205,

رنگ نائیک۔ 82,84,

رمگا نائیک۔ 78,

رن مست خان (دیکھو بنی خان) 39,133,139,

رنگیا نائڑ۔ 284,

روی خان۔ 117,

رنگ سوائی نائیک۔ 85,

(ز)

زین العابدین شوستری۔ 10,27,28,

زبرجد۔ 17,27,

زہرہ بیٹ۔ 310,

(ژ)

(س)

سالار جنگ میوزیم۔ 7,8,

سائونور۔ 39,42,86,125,132,133,140,
141,143,144,145,146,147,148,150,161,
185,206,210,214,158,268,269,298,
299,310,

سائی نائڑ۔ 140, 289,

سائی نائیک۔ 185,

سارات بارہ۔ 139,183, 189,

سات گڈھ۔ 274,

سبحان قطب شاہ۔ 54,

ستارخان۔ ,175

ستارہ۔,175

سداشیوڈیڑ۔,46,48

سداشیوبھونسلے۔,104,202

سدوجی گھوڑپڑیہ۔,114,251

سداباابن سند مسعودخان۔ 364 ,256

سدی بلال خان۔,174

سدی مسعودخان۔,121,255

سدھوجی۔ ,104,114,263

سدرام پورہ۔,27,294

سداپور۔,27

سدی عنبر۔ ,91

سدی مفتاح۔,91,92,93

سداپاناپڑ۔ ,294

سدھوٹ۔,152,153,157,158,163,
165,169,

سدی مسطورستاک۔,92

سدرام جوگی۔,53,56

سرا۔
33,69,82,89,91,92,95,97,100,101
104,105,106,107,108,110,111,112,
114,115,116,117,118,127,158,163,164,
165,210,214,217,224,244,247,248,263,
270,271,293,302,

سری ل راج۔,224,286

سرانداز خان کشمیری۔ ,136,154

سراج الدولہ۔,271

سرہتی۔ ,88

سری رنگ رایل۔,276,296, 300

سرور خان۔,52,169,170,171

سرکار خداداد۔ ×
18,176,214,218,219,220,248,

سرہند۔,149

سری پت رایا۔,222

سری گپہ۔,253,254,256,259

سری رنگ پٹن۔ 10,16,18,26,28,33,52
,88,93,103,115,116,118,129,145,146,
149,151,175,202,220,221,236,238,249,
274,302,302,305,

سعادت علی خان نواب۔ ,263

سعادت اللہ خان ناظم۔,33,96

سعداللہ خان کائم کانی۔ ,131

سکوجی واگیہ۔,281, 296

سعید خان۔,169,171,255,256

سکندر علی شاہ۔ ,79,135,136

سکنابائی۔,263,264,265

سلیم تمنائی۔,9,12,18,311

سلطان التواریخ۔ ,17

سلیکٹ لیٹرس آف ٹیپو سلطان۔ ,10,11,258

سکینہ بیگم ۔ 26,
سلطان احمد شاہ بہمنی ۔ 59,
سلطان قلی قطب شاہ
80,91,92,97,122,124,136,182,261,
285,
سلطان محمد بہادر شاہ ۔ 154,
سلکنہ ۔ 114,243,244, 251,
سلطان محمد معظم ۔ 136,137,138,154,
سلطان محمد اعظم بہادر شاہ ۔ 93,154,
سلمبرو ۔ 155,
سلطنت خداداد ۔ 365, 40,
سمیوازیم ۔ 141,
سنٹے بدنور ۔ 88,
سندیوانی ۔ 148,
سمبل بائی ۔ 57,
سنکل ۔ 88,
سنبھاجی ساہو بھونسلے ۔ 94,261,262,265,
سونڈہ ۔ 88,98,104,
سونڈور ۔ 264,270,275,290,
سوئی گوڑا ۔ 185,
سومنا ۔ 276,285,
سومنا نایک ۔ 289,
سید غوث پیر نہال مخدومی نندلو ۔ 9,10,45,311,
سید عبدالقادر کرمانی ۔ 10,
سید حسین تمنا ۔ 26,
سید شاہ عبداللطیف ذوقی ۔ 24,
سید شاہ ابوالحسن قربی ۔ 22,24,
سید نورالدین ۔ 25,26,
سید عبداللہ ۔ 25,26,
سید عبداللطیف خان بہادر شوستری ۔ 25,28,
سید ابوالقاسم ۔ 26,
سید بابا فخر الدین حسینی سہروردی ۔ 24,
سید علی چلہ کشی ۔ 54,
سید محمد حسینی بندہ نواز گیسودراز ۔ 58,
سید مصطفیٰ خان مدارالمہام ۔ 73,154,
سید محی الدین ۔ 125,172,257,
سیاہ ڈونگر ۔ 120,
سید لشکر خان ۔ 142
سید امیر عرب (دیکھو امین خان) 156, 157,
سید رجب علی ۔ 164,
سید مظفر اورنگ آبادی ۔ 167,
سید محی الدین ۔ 125, 156,
سیام کنواری ۔ 20,119,
سید محمد ۔ 26,174,
سید حسین علی خان امیر الامراء ۔ 182,
سیکا کول ۔ 143,
سید محمد خان آصف ۔ 219,
سید حسین خان ۔ (سادات بارہ) 183,

311, 367

سید حسن خان۔ 183
سید موسیٰ۔ 26,
سید احمد حسین تمنا۔ 11, 26,
سید رضوی خان، منشی۔ 83, 84, 85,
سید کریم دکنی۔ 255,
سید رضوی خان۔ 192,
سید محی الدین۔ بن سید کریم۔ 125,
سیف اللہ۔ 130, 132,
سیف جنگ۔ 101, 118, 234
سرراہ۔ (سرا)۔ 89,

(ش)

شاہ جہاں۔ 91, 97, 134, 176,
شاہنواز خان بخشی الملک۔ 73, 79, 85, 90,
142, 143,
شاہ یوسف قتال۔ 58,
شاہنواز خان۔ 199, 241, 366
شاہ مجذوب مسکین۔ 198, 199,
شاہ نور۔ 135,
شجاع الدولہ (نواب)۔ 25,
شجاع الملک۔ 125, 128, 257, 291,
شریف علی خان۔ 125, 264,
شیر محمد دلیس مکھ۔ 163,
شفیع احمد شریف (ڈاکٹر)۔ 7, 13, 17, 307,

شکی گڑھی۔ 47,
شکرکھیڑہ، جنگ۔ 157,
شکوہ جاہ۔ 90, 130,
شالنگر۔ 52,
شمع مجلس۔ 30,
شنکر رائل۔ 273,
شنکر کل۔ 88,
شولہ پور عرف (وانگنگرہ)۔ 73, 89, 127,
137, 254, 256, 293, 299, 306,
شوم شنکر۔ 209, 210, 213, 214, 218, 220
شوم شنکر بھوپا راجہ۔ 209, 219,
شوم شنکر برادر زادہ مسپا نایک۔ 210, 211, 212
شیخ محمد حبیب اللہ۔ 22,
شیخ فیضی۔ 118,
شیخ منہاج۔ 177, 178, 180, 181,
شمس الدین۔ 313,
شیخ الصر رسالدار۔ 257,

(ص)

صادق صاحب۔ 262,
صبح وطن۔ 28,
صفدر علی خان۔ 110, 187, 263, 265,
266,
صفدر جنگ۔ 125, 127, 171, 272,

صفدر خان۔ 249, 251,
صلابت جنگ، میر اسد علی خان 67,114, 115,
124, 143, 162, 195, 197,

(ض)

(ط)

طاہر خان۔ 95,
طاس گڑھ۔ 118,
طالب محی الدین (نواب)۔ 106,
طامس منرو کرنل۔ 201,

(ظ)

ظفر پیکر۔ (میرزین العابدین عابد)۔ 18,
ظفر آباد۔ (کورگ)۔ 27, 135,

(ع)

عادل شاہ ثانی۔ 134, 151, 176,
عابد خان۔ 104, 112, 210,
عابد خان بن چندا صاحب۔ 264,
عالم علی خان۔ 184,
عادل شاہ۔ 73, 77, 91, 100, 132,
66, 72,133 254, 275,276,367
عبدالوہاب مولانا۔ 310,
عبدالحکیم خان۔ 170, 280, 298,
عبدالخالق سعید۔ 11, 12,
عبدالقادر سروری پروفیسر۔ 32,
عبدالرشید خان۔ 154,
عبدالقادر قادری۔ 33,
عبدالرزاق خان۔ 174,
عبدالعزیز۔ 86, 89, 90,
عبدالحکیم خان (دیکھو حکیم خان) 11, 143,
عبدالحلیم خان۔ 90, 92,
عبدالروف۔ 9,
عبداللطیف خان۔ 25,
عرب خان۔ 157,
عزیز خان پنچھی۔ 154,
عبداللہ خان۔ 100,
عبدالرسول خان۔ 107,
عبدالمجید خان۔ 115, 124, 139,
155,159,161, 162, 163,
عبدالمجید خان بن غفور میاں، ب 139,
عبدالغفار خان۔ 138,
عبدالخیر خان عرف خیرا میاں کھارو۔ 150,
عبدالکریم۔ 17,
عبدالنبی خان۔ 152, 155,
عبدالنبی خان بن کریم خان۔ 155,
عبدالحمید خان بن مجید خان۔ 162,
عبداللہ قطب شاہ۔ 151, 260, 261,

369

عبدالوہاب خان نصیرالدولہ۔ 9, 270,

عزیز میاں۔ 132, 133, 154, 171,

عبدالرزاق خان۔ 154,

علی عادل شاہ۔ 65, 73, 76, 78, 85, 120, 133, 181,

علی دوست خان نائطی۔ 109, 112, 157, 161,

علی شاہ شہریار۔ 66,

علی مراد خان۔ 154,

علی خان پنی۔ 178, 182,

علی مرداں خان (بھینی ہوڑا)۔ 258,

عمر خان۔ 301, 302,

علیم صبا نویدی۔ 43,

علاوالدین۔ 314,

(غ)

غالب خان۔ 103,

غازی الدین خان فیروز جنگ۔ 122, 123, 141,

غازی نگر۔ 103,

غازی خان بید۔ 138, 144, 277.

غفار خان بن دلیل خان ساونوری۔ 138, 277,

غفور میاں۔ 138, 139,

غلام محمد خان۔ 9, 309,

غلام محمد غوث خان اعظم (نواب)۔ 9,28, 37,

غلام مصطفیٰ خان بخشی۔ 111,

غلام محی الدین خان۔ 116,

غلام علی خان۔ 131,

غلام حسین خان۔ 131,

غوث محی الدین ہہکری۔ 13, 36, 368

غوثی چنگل پٹی۔ 35,

(ف)

فاروق خان۔ 234,

فاطمہ بی بی روی۔ 53,

فتح المجاہدین۔ 17, 25, 26, 27,

فتح سنگھ۔ 100, 109, 157,

فتح نامہ ٹیپو سلطان یا اضراب سلطانی۔ 20.

فتح محمد۔ 104, 108,

فتح خان بھٹی۔ 153,

فتح حیدر۔ 26,40,304,

فرخ سیر سلطان (محمد فرخ سیر) 165,166,168,

فرانسیسی۔ 124,129,141,142,143,159,161

فطنت (میر فیاض عسکری)۔

فقہ محمدی۔ 17,34,

فلک شکوہ (محمد علی ہہکری خانہ زاد)۔ 33,

فیض اللہ خان ہیبت جنگ۔ 31,

فی الوقت نگر۔ 85,

(ق)

قادر باری۔ 12,

قادر خان۔ 175,

قاسم خان۔ 64,65,93,94,95,96,305,

قاسم خان برید الملک۔ 64,65,

قاضی ارتضیٰ علی خان خوشنود۔ 23,

قاضی احمد مجتبیٰ خوشدل۔ 23,

قبول خان۔ 79,154,

خاص عبداللہ حسین خلیل۔ 13,

قلندر حسین اطہر۔ 13, 104, 105

قطب الدین خان۔ 131,

قلی قطب شاہ۔ 67,73,77,78,85,91,134, 153,255,

قمر الدین چین قلیچ خان آصفجاہ (دیکھو آصفجاہ) 123,183,

قمر الدین خان۔ 174, 219, 220,

(ک)

کالا پہاڑ (جان نثار خان)۔ 132,133,

کارنوالیس لارڈ۔ 116,218,219,237,249,250

کالی بیگم۔ 123,

کالی کٹ۔ 33,93,109,

کانتیا دلوائی۔ 101,242,245,

کاشی۔ 51,224,

کانڈ چھتا۔ 245,

کاویری (دریا)۔ 48,52,140,

کیلی۔ 128,285,

کریم صاحب۔ 146,

کرناٹک۔ 7,13,20,23,24,60,65,67, 69,78,80,82,85,87,92,111, 124,127,128,140,141,145, 149,161,186,193,223,234,254, 256,264,301,

کرنول، کندنول، کنول 9,52,199,200,309,

کرمانی (میر حسین علی) 11,12,14,15,16,47,41,42,43,

کرامیاں۔ 173,

کرک پیٹرک۔ 11,42,

کریم خان شاہ ایران۔ 30,

کرپاشنی وڈیار۔ 46,47,

کٹیال۔ 120,

کرنل مارکس ولکس۔ 10,40,

کریم میاں۔ 142,153,

کرنل الگ زنڈر۔ 250,

کرشنا ملجیوار۔ 233,

کرب کوئل۔ 152,

کرگوڑ۔ 282,283,

کڑک۔ 198,

کڑپہ ۔ 140,145,150,155,
158,161,169,170,173,
201,253,175,184,185,194,198,199,
کرنل ولیم ملنلس ۔ 10,13,41,
کڑنی کرہ ۔ 88,
کستوری نائڈ ۔ 154,157,
79,87,223,224,226,
کستوری کرشنا ۔ 82,83,
کشمیر ۔ 53,135,191,
کشن رایل ۔ 51,52,53,54,
61,62,63,64,65,83,119,
152,18 2 , 1 8 3 ,
کشن گری ۔ 1 5 4 ,
کشن راج ۔ 84,203,221,
کفایت خان ۔ 97,
کفالت دروازہ ۔ 191,
کلی کوٹ ۔ 147,
کلال باڑ ۔ 136,137,
کندپلی ۔ 83,
کندکن ہلی ۔ 105,
کنچن گڑ،
کنچی، کنچکنڈ ھ،
118,25,149,252,253,255,256,257,
262,
کن کن پالہ ۔ 90,
کنچن کوٹہ ۔ 53,170,
کن کن گڈھ ۔ 153,
کلکتہ ۔ 13,40,
کلیکوٹ ۔ 88,
کندرپی زسیا ۔ 60,83,223,232,
کنچا گوڑا ۔ 253,
کنک گیری ۔ 254,
کنکیری ۔ 286,288,
کنم راج ۔ 25,65,75,76,77,119
کونٹی نائڈ ۔ 233,
کوڈی گندہ ۔ 27o,271,
کورگ ۔ 51,88,147,149,
کچلی بن ۔ 51,
کوڑیال بندر ۔ 128,147,
کوٹور ۔ 174,210,219,
کوٹہ ۔ 105,
کوری کوٹہ ۔ 272,
کولار ۔ 88,93,104,
کوری گنڈہ ۔ 103,
کوئن میکنزی کرنل ۔ 11,
کھٹ گمبیر پالیہ ۔ 163,
کھمم ۔ 152,
کنول ۔ 118,134,145,157,161,167
170,176,177,178,182,198,201,202,

کیتال ۔, 118
کیشو اچاری ۔, 228

(گ)

گتی، فیض حصار ۔, 33,130,269,273
گجرات ۔, 59
گدگ ۔, 139,144,299
گجندر گڈھ ۔, 81,129
80,94,128,161,162,-
گلدستہ کرناٹک ۔, 28
گلزار آصفیہ ۔, 28
گلبرگہ ۔, 58,73,133
گلشن عشق ۔, 118
گلاپور ۔, 80
گمبیر پالیہ ۔, 36,245
گنج گوشہ ۔, 152,154
گنج ۔, 84
گنج عام ۔, 19
گنج شائگان ۔, 30,33
گن ہلی ۔, 105

(ل)

لالہ مہتاب رائے سبقت ۔, 29, 31
لالہ مجلس رائے ۔, 31
لاہور ۔, 30, 183
لالہ میاں، 52
لال خان ۔, 154
لکریت ہلی ۔, 196
لکشمیر ۔ 176
لطیف آرکاٹی ۔, 37
لندن ۔, 6,7

(م)

مارک ولکس کرنل ۔, 42
مالکس ولیم کرنل ۔, 11, 39, 40
ماسور خان کڑاڑہ ۔, 95
ماگڑی درگ، 98
مادھوراوہ ترمبک ماما ۔, 279
مادھوراو بن بالاجی راؤ tt ۔, 145, 117
مادھوراو سوائی ۔, 143, 280, 295
ماکنور ۔, 174
مائی کنڈہ ۔, 112
مالوہ تل بل ۔, 119
ماناجی سنگھ بھونسلہ ۔, 259, 261
متور ۔, 87
متی تما tt یک ۔, 168, 169, 170
مجاہد شاہ بہمنی ۔, 58
مجید خان ۔, 142, 143, 160, 164, 166, 169, 185, 269,

محمد ثانی۔ 313,

محمد اکبر خان بہادر۔ 8, 309,

محب الحسن خان۔ 39, 40,

محمد اول۔ 313,

محمد افضل۔ 154,

محمد الف خان نواب۔ 309,

محمد شمیم عبدالروف۔ 8, 310,

محب الحسن خان (پروفیسر)۔ 10, 39,

محمد یوسف کوکن۔ 9, 13, 21,

محمد غلام محی الدین بھکری۔ 349,

محمد حبیب اللہ مولوی۔ 8, 310,

محمد علی بھکری خانہ زاد فلک شکوہ۔ 32, 35,

محمد ابورہ۔ 118,

محمد سوم لشکری۔

محمد باقر آگاہ، 20

محمد مرتضیٰ۔ 22,

محمد علی خانہ زاد۔ 33

محمد علی والا جاہ۔ 22

محمد قدرت اللہ خان قدرت۔ 23,

محمد سعید عاصی۔ 32,

محمد باقر یک رنگ۔ 32,

محمد خان، مولوی، 23, 40

محمد اعظم بہادر شاہ۔ 96, 137, 182,

محمد فرخ سیر سلاطین۔ 96,

محمد غوث ڈاکٹر۔ 8, 310,

محمد شہباز۔ 121,

محمد امین خان عرب۔ 131, 237, 283,

محمد حسین۔ 132,

محمد خلیل اکبر آبادی۔ 12, 135,

محسن خان عرف موجا میاں۔ 160, 162, 168;

169,170,

محمد شاہ بادشاہ دہلی۔ 161,

محمد خان جعفر آبادی۔ 162, 194,

محمد علا دل عادل شاہ۔ 133, 177,

محمد اکبر خان۔ 9,

محمد الف خان۔ 9,

محمد نگر۔ 191,

محمد علی خان سراج الدولہ (دیکھو انوار الدین خان گوپاموی)

محمد علی قطب شاہ۔ 269, 270, 271,

محمد غیاث۔ 173,

محمد ثانی۔ 313,

محمد کمال۔ 231,

محمد سعید خان۔ 265,

محمد علی خان سراج الدولہ شہامت جنگ۔ 145,

193, 205, 272,

محمد علی شجیع۔ 108, 272,

محمد اکبر حسین خلیل۔ 13,

محمود خان۔ 40,41,98,99,100,105, 108,

محمود خان مارشن۔ 40,

محمود تغلق شاہ۔ 58,

محمود خان ولازاک۔ 99,100,

مدن پلی۔ 9, 163, 310,

مدمڑک۔ 114, 272,

مدگیری نائک۔ 96, 205, 206, 208,

مدلور۔ 105,

مدگیری۔ 117,301, 102,

مدگل۔ 251,

مدکم کوڑا۔ 256, 257,

مدکم کوڑا ابن انیا کوڑا۔ 255,

مدھرا۔ 10,11,

مرزازینالعابدین۔ 17, 18,

مدکیرہ۔ 52,

مرتضیٰ نظام شاہ۔ 65, 74, 78, 85,

مرکیسی۔ 88, 95, 101, 106 , 113, 117,

مریم بیگم۔ 26,

مرچ۔ 98,115, 139, 148, 296, 306,

مرار راؤ گھوڑ پڑیہ۔ 110,113, 124, 125, 126, 143, 163, 168, 171, 172, 235, 236, 242, 247, 248, 260, 261, 262, 263, 264, 265 , 266, 267, 268, 269, 270,

مرجان حبشی۔ 135,

مرزا زین العابدین عابد۔ 18,

مرشد قلی خان۔ 25,

مرزا عسکری۔ 18,

مسعود خان۔ 102, 121.,130, 284,

مسلی کونٹی نائر۔ 88, 223, 226, 228,

مشیر الملک اعظم الامراء۔ 128, 130, 131, 177,

مشہور خان۔ 104,

مصری کوٹہ۔ 139, 144,147,297, 299,

مظفر خان گارڈی۔ 162,196,198,267, 268,

مطیہؓ 176,

معید المجاہدین۔ 2,

مفرح القلوب۔ 17,

منور خان بیٹی۔ 198, 199, 200, 201,

مکرم خان شیرازی۔ 135

مکرم علی خان۔ 111,

ملنا۔ 52,

ملک ارجن وڈیر۔ 154

ملک احمد بحری نظام الملک جنیری۔ 64, 65,

ملک ریحان۔ 89, 94, 100, 283,

ملکاپور۔ 90, 95,

ملک عنبر۔ 91.,

ملک جہان خان۔ 146, 307,

مل نائک۔ 83, 84, 154,

ملی پاڑی۔ 162,

ملنا سوی۔ 227

ملناڈ۔,85,
ملکال مڑو۔,229
ملیکنڈہ,285.
ملتان,53
منصور جنگ۔,123
منشی میر حسن علی۔,137
مولانا حاجی قلندر حسین اطہر۔,13
منجو میاں عرف کلو,99
منگارانی۔ ,128, 262
منگلور۔,128
منظر آباد۔(بلاری)۔,128
منور خان چینی۔,199,200,201,202
منڈ یگل۔,245
موگا،,124
موسیو لالی فرانسیسی (عرف) رستم جنگ۔,128,293
مورو پنڈت,142,192,193,257
موسی بسوی حیدر جنگ۔,143,163,197
موسی سپرنی۔,197
موسی ڈوپلیکس۔,197
میر حسین علی کرمانی حاکم۔,1,3,7,8,10,11,12
14,17,22,27,39.40.41,42,45,52,
میر زین العابدین شوستری۔,25,26,27
میر فیاض عسکری۔,18,19
میر محمود حسین پروفیسر۔,33,38
میر رضی الدین۔ ,26
میر عالم سید ابوالقاسم۔,26
میر محمد صادق (عرف میر صادق)۔,28,221,304
میران خان۔,71
میر جملہ مدارالمہام۔ ,79,153
میثور۔,88
میر حسین اللہ۔,35
میر علی رضا خان۔,117,173,175,237,249,271
میر نظام علی خان اسد جنگ۔,125
میر شریف علی خان شجاع الملک بسالت جنگ۔
125,214,257,
میل کوٹہ۔,106
: ں علی۔,126
مہابت جنگ دارا جاہ۔,130,131,250
مہابت جنگ اسد علی خان بن بسالت جنگ۔
130, 258,
مہتاب تخن۔,32
میر حسین علی خان۔,132,139
میر قمر الدین خان۔,96
میر بخشی۔,25,267
میر فیض اللہ خان ہیبت جنگ۔,217
میر حسین علی (ہمشیرہ زادۂ میر صادق),221
میر عابد علی خان قلعدار۔,267
میسور یونیورسٹی۔,7
میسور۔,7,10,15,18,19,30,32,33,34,37

38,40,41,42.95,99,100,101,105,
106,110,114,116,117,145,173,206,
214,246,247,248,270,312,
میسور میں اُردو کی نشونما۔ 11,14,40,
میسور گزیٹیر۔ 10,38,41,
میسور میں اُردو۔ 4,11,12,
میکلوڈ جنرل۔ 305,

(ن)

نارائن راؤ۔ 117,297,
نارائن سوامی گوڑہ۔ 249,
ناظم پونا۔ 30,132,149,270,302,
ناظم دکن۔ 96,98,105,112,115,144,
158,160,
ناظم ادھونی (ہدایت محی الدین خان)
28,29,172,214,307,
ناظم حیدرآباد۔ 29.30,130,176,302,
نادر شاہ ایرانی۔ 191,
نارائن گڈھ۔ 211,217,221,222,
ناصر جنگ۔ 100,113,114,125,141,142,144,
145,160,162,185,186,187,193,94,
195,196,257,270,
نارائن سوامی۔ 250,251,252,
ناگوڑی۔ 284,285,

ناگپور۔ 261,262,
نبی خان عرف رن مست خان۔ 133,139,152,
نتھر نگر عرف ترچناپلی۔
54,141,160,263,267,271,
نجیب خان مراری۔ 104,
نرسمہا رایل۔ 60,61,63,82,83,155,225,
نزہت الامیان۔ 13,
نرکنٹی نرس راج۔ 100,
نہر بگری۔ 119,
نرکنڈہ۔ 129,149,
نربدا دریائے۔ 64,162,
نرسی پورم۔ 273,
نساگنی درگ۔ 117,
نشان حیدری۔ 10,11,12,13,27,39,40,
41,43,52,80,105,116,127,165,173,
249,262,271,274,
نظام علی خان۔ 25,26,125,127,128,129,
151, 130,132
نظام شاہ۔ 67,73,77,89,
نل گھاما۔ 246,
نل دمن۔ 119,
نظام الملک آصفجاہ۔ 140,158,
نندی درگ۔ 102,240,247,249,
نندیال گڑھ۔ 199,124,
نندلور۔ 310,

نندراج دیوان۔ 247,248,271
نندی گڑھ۔ 25,102,248,249,251,271
نورخان۔
نواب طاہر خان۔ 107, 108, 109
نواب بہادر۔ 19, 144, 145, 146
نواب نورالدین خان گوپاموی۔
نواب موصوف۔ 59 143
نیلور۔ 60
نیل کنڈہ۔ 74, 84, 118, 201
نیل گڈھ۔ 88
نیک نام خان۔ 152, 163
نہال کوٹ۔ 84
نیکور۔ 164
نواب غوث خان۔ 37

(و)

وانمباڑی۔ 49
واگن گرہ۔ 92
واامبرلہ چرو۔ 261, 375
ویارن ریر۔ 50
وجے نگر۔ 46, 52, 71
وڈیری۔ 93, 109
وڈیار پالیہ۔ 49,153, 155, 171
ولی اللہ۔ 11,14
ولیم کرک پیٹرک کرنل۔ 10, 11, 41
ولیم ایچ مارلے۔ 40
ولیم مالکس کرنل۔ 10, 12
واکوڑ۔ 105
ویرنرسمہارایل۔ 84
ویربھدرا رایل۔ 60
ویروباجی رایل۔ 52
ویشراج۔ 52
ویرپاناٹک۔ 209, 210
ویدپتی نائڑ۔ 285.
ویلور۔ 10 , 11, 12, 13, 16, 22, 24, 40, 153, 226, 233, 265,
وینکاادری راج۔ 73, 75, 76, 77
وینکٹ نرسمہا راج۔ 78, , 79, 87
وینکٹ گوڑا۔ 251
وینادر۔ 128
وینکٹ پتی راج۔ 153
وینکٹ گری۔ 88
وینکٹ راؤ۔ 123
وینکٹ نائیک۔ 138
وینکٹ پتی نائو۔ 228. 229, 232, 233
وینکٹ پتی راج بن گوپال راج۔ 236, 237
وینکٹ رایل۔ 286
وینکٹ نائڑ بن سدپانائو۔ 287

(ہ)

ہارس جنرل۔ 220,
ہاماتی۔ 239, 241,
ہاماتی بھیری گوڑا۔ 246,
ہدایت محی الدین خان۔ 29, 112, 123, 124, 139, 141, 143, 159, 161 162,
ہری ہررائل۔ 53,
ہرتی۔ 83, 139,
ہرپن ہلی۔ 88, 94, 112, 201, 202, 204, 206, 208, 210, 218, 219, 220, 228, 229, 232, 237,
ہری ہرا۔ 112,
ہزارزینہ۔ 118, 119,
ہرتال۔ 119,
ہری مدکیری نائیک۔ 210,
ہری داس پنڈت۔ 218,
ہری چندرائل۔ 58, 59, 221, 222,
ہری ہرگھاٹ۔ 86,
ہریال۔ 236,
ہری پنت پھڑکیہ۔ 116, 117, 150, 258, 293,
ہگری (دریا)۔ 208, 229,
ہلکور۔ 105,
ہمت بہادر خان۔ 161, 186,
ہمت خان خلجی۔ 136,
ہمت خان بن طرہ باز خان۔ 182,
ہمت بہادر خان کنولی۔ 124, 194, 198,
ہندوراؤ گھوڑپڑیہ۔ 94, 261,
ہمپامندر۔ 288, 289
ہناور۔ 128,
ہنومان۔ 231, 292,
ہنومپا نائیک۔ 205,
ہمپانائیک۔ 205, 206, 207, 208, 282,
ہنور۔ 230,
ہمنت تپا۔ 233,
ہمپا گوڑا۔ 254, 256,
ہمپاپتی گوڑا۔ 256, 257,
ہمنت گوڑا۔ 279, 295,
ہندری اننت پور۔ 282,
ہمپانائڈو۔ 283, 284, 285, 287,
ہمپانائڈو بن دیوپانائڈو۔ 283,
ہمپامندر۔ 49,
ہوسکوٹہ۔ 31, 88, 115, 127, 163, 168, 171,
ہوبلی۔ 105, 128,
ہوچنگی درگ۔ 204, 218, 220,
ہیاوادانارو۔ 10, 38, 41,
ہوسپیٹ۔ 210,

(ی)

ریگل۔ ,83
ریری بول نائک۔ 227
یشونت راؤ ہولکر۔ ,208 ,128
یل تمراج۔ ,223
یعقوب خان۔ ,268
یلونک گوڑا۔ ,240
یلونکہ 240
یملہ۔ ,163
یملی والا عرف نیک نام خان۔
ینکاجی لما۔ ,259 ,258 ,237 ,233
ینکٹے گوڑا۔ ,250
یوسف عادل خان۔ ,65 ,64
یدلگان۔ ,265

کتابیات

ا۔ہسٹری آف انڈیا	یلفنسٹین مونٹ اسٹیوارٹ
2۔ایڈوانسڈ ہسٹری آف انڈیا ۔	نیل کنٹھا شاستری اینڈ سرینواساچاری
3 ۔دی السٹریٹڈ ہسٹری آف دی برٹش ایمپر ان انڈیا	ای۔ایچ۔نیان
4 ۔پرشین ڈاکیومنٹ وول 3rd	جنرل ایڈیٹر کے۔ڈی۔بھارگیو
5 ۔کیمبریڈج ہسٹری آف انڈیا جلد تین	سر۔ڈبلیو۔ہیگ
6 ۔دی ،دلّی سلطنت	آر۔سی۔مجمدار
7 ۔ ہسٹری آف دی مرہاٹھا پیپل	سی۔اے۔کنچن اور راؤ بہادر ڈی۔بی۔پراسنیس
8 ۔نظام الملک آصف جاہ اول فونڈر آف حیدرآباد اسٹیٹ	ڈاکٹر یوسف حسین خان
9 ۔ایلیٹھ سنچوری دکن	بی۔پی۔سی ماڈھوار اؤ
10 ۔ہسٹری آف ٹیپو سلطان	محب الحسین خان
11 ۔لیف آف میر جملہ، دی گورنر آف اورنگزیب	جگدیش نارائن سرکار
12۔گزیٹر آف انڈیا میسور اسٹیٹ	سوریاناتھ یوکامت
ٹمکورڈسٹرکٹ	..
کولارڈسٹرکٹ	..
میسورڈسٹرکٹ	..
13۔ حیدرعلی	زیندر کرشنا سنھا اُردو ترجمہ از اقتدار حسین صدیقی
14 ۔مغل ایڈمنسٹریشن آف دکن انڈر نظام الملک آصفجاہ	ڈاکٹر یم۔اے۔نعیم
15 ۔سورسس آف دی ہسٹری آف دی نوابس آف دی کرناٹک جلد چار	
محمد کریم کے سوانحات ممتاز	محمد حسین نائنار
16 ۔ساؤتھ انڈین ریلیمن	راجاین
17 ۔ہسٹری آف بیجاپور	ڈی۔سی۔ورما

18۔ہسٹری آف دی مراٹھاس	جیمس گرانٹ ڈف
19 ۔ہسٹری آف کرناٹکا	نامعلوم
20 ۔دی ٹیگرس آف میسور	پراکسی فرنانڈیز
21۔ہسٹری آف دی قطب شاہی ڈائناسٹی	شیروانی ایچ ۔کے۔
22 ۔اورنگ زیب اینڈ ہز ٹیمس	ظہیرالدین فاروقی
23 ۔ہسٹری آف انڈیا	
1000سے 1707 تک	آشیر بادی لال سری واستوا
24۔تاریخ ہند جلددوم	
25 ۔ٹیپوسلطان اے۔اسٹڈی ان ڈپلومیسی	
اینڈ کانفرانٹیشن	بی۔شیخ علی
26 ۔دی برٹش ریلشنز ود حیدر	بی شیخ علی
27۔دی لعیف اینڈ ورکس آف ملک عنبر	بی۔جی تو ماسکر
28 ۔نشانِ حیدری (فارسی)	میر حسین علی کرمانی
29 ۔سلطنتِ خداداد	محمود خان محمود مارسٹن
30 ۔میسور میں اُردو کی نشونما	ڈاکٹر حبیب انسا بیگم
31 ۔میسور میں اُردو	ڈاکٹر آمینہ خاتون
32 ۔داستانِ میسور	میر اکرام علی کاوش
33 ۔تجنیس الغات	میر حسین علی کرمانی
34 ۔بحرِ فطرت	میر حسین علی کرمانی
35۔اے۔ڈسکرپٹو کیٹلاگ آف	
ہسٹاریکل مینوسکرپٹس ان دی عربک اینڈ	
پرشین لانگویج ان دی لئبیرری آف ایشیاٹک	
سوسئٹی آف گریٹ برٹین اینڈ آئرلینڈ1853	
pages 87 L XXVII	
36۔میسور گزیٹیر جلد دوم ہسٹاریکل پارٹ	جی۔ہیاوادنا راؤ
ون بنگلور پریس1930 صفحات448 تا 455	

37۔ نیو یلنٹ اٹ سری رنگ پٹن	ڈنس فارسٹ
38 ۔اڈوانسڈ ہسٹری آف انڈیا	پی۔سی۔ مجمدار
29۔اڈوانسڈ ہسٹری آف انڈیا	کرنل مارکس ولکس
40۔مآ اثر الالمرا جلد سوم	لالہ منسارام
41 ۔مقالاتِ محمود	میر محمود حسین
42 ۔تمل ناڈو کے مشاہیرِ ادب	علیم صبا نویدی
43۔شیخ احمد دھنڈا جی واگ	ڈاکٹر شفیع احمد شریف
44۔تقویم ہجری وعسوی	ابوالنصر محمد خالد
مختلف کتب	سلیم تمنائی

اظہارِ تشکر

نحمدہٗ نصلی علیٰ رسولہ الکریم

الحمد اللہ اس اہم اور بیش قیمت تاریخی دستاویز کو آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی مجھے سعادت نصیب ہوئی ہے۔ جس سے مجھے بیحد مسرت اور خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ یہ کام پایۂ تکمیل کو نہ پہنچتا اگر اس میں میرے بہت سے دوستوں، ہمدردوں اور بزرگوں کی مدد شامل حال نہ ہوتی۔

سب سے پہلے میں استاذی پروفیسر میر محمود حسین صاحب مرحوم و مغفور کا بے حد مشکور ہوں کہ انہوں نے نہ صرف مجھے یونیورسٹی کی فیلوشپ دلوائی اور ڈاکٹریٹ کے مقالہ کے لئے تذکرۃ البلاد والحکام جیسے اہم اور قدیم فارسی مسودہ کے ترجمہ کا کام میرے ذمہ تفویض کیا بلکہ پی ایچ ڈی کی ڈگری کی تکمیل تک میری قدم قدم پر مدد اور رہنمائی فرمائی۔

میں ان دوستوں کا بھی شکر گذار ہوں جنہوں نے اس اہم کتاب کو اُردو میں ترجمہ کرنے کی ترغیب دلائی جن میں ایک خصوصی نام ڈاکٹر بشیر احمد رازی مرحوم (سابق پروفیسر و صدر شعبۂ نباتیات، جامعہ میسور) کا ہے۔

میں ڈاکٹر فہمیدہ بیگم صاحبہ سابق، ڈائرکٹر قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، نئی دہلی کا ممنون ہوں کہ انہوں نے اس مسودہ کو منظوری دی۔

میں قومی کونسل برائے فروغ زبان اُردو کے موجودہ ڈائرکٹر ڈاکٹر حمید اللہ بھٹ صاحب کا بھی تہہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے اس کی طباعت واشاعت کی ذمہ داری قبول فرمائی۔

میں عزیزی پروفیسر سید منظور احمد سکریٹری انجمن ترقی اُردو ہند شاخ میسور کی متحرک اور فعال شخصیت کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے اس مسودہ کی منظوری میں انتھک کوشش کی اور دہلی کے ارباب اقتدار کو منوانے میں بہت ہی اہم رول ادا کیا۔

میں میرے ہمدم دیرینہ ومشہور ادیب جناب سلیم تمنائی صاحب اور جناب سید منور صاحب آرٹسٹ کا بھی ان کے مشوروں اور کتاب کی صحت دیکھنے کے لئے مشکور ہوں ۔ میں بزم اُردو کے اراکین خصوصاً جناب رزاق افسر ۔ رفیق عارف، جناب سلیم ہاشمی اور بزم اقبال کے اراکین کا بھی ان کے مشوروں اور نیک تمناؤں کے لئے مشکور ہوں۔ میں بے حد ممنون ہوں میری شاگردانِ عزیز نیرہ بانو، زہرہ خانم (سلمیٰ)، مبینہ بانو اور یاسمین تاج کا جنہوں نے نہ صرف اس کتاب کی کمپیوٹر کتابت کی بلکہ اس کے لئے اشاریہ تیار کرنے میں بھی بے انتہا کوشش کی۔

میں اپنی بیگم ڈاکٹر سیدہ حبیب النساء یم ایس سی پی ایچ ڈی سینیر سائنٹسٹ، سی، یف، ٹی، آر۔ آئی، میسور (CFTRI) کا بھی ممنون ہوں جن کا صبر، ہمت افزائی اور مالی تعاون شامل حال ہیں۔

میں مشکور ہوں اپنے فرزندِ ارجمند عزیزی شجاع محمود بی ای کا جنہوں نے

مجھے کمپیوٹر کی نوک پلک سدھارنے میں ہر مرحلہ پر میری رہنمائی اور مدد کی۔

میں اس اہم تاریخی دستاویز کے قارئین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میری کمزوریوں سے درگزر فرمائیں اور اگر ترجمہ اور زبان کی کہیں کجی محسوس ہو تو اسے میری کم علمی پر محمول فرماتے ہوئے مجھے معاف فرما دیں۔

مجھے یقین ہے کہ وہ احباب جو ترجمہ کی پابندیوں، مشکلات اور اس کے نشیب و فراز سے واقف ہیں وہ میری اس کوشش رندانہ کی ضرور داد دیں گے خصوصاً اس لئے بھی کہ یہ ترجمہ ایک قدیم فارسی مسودہ سے کیا گیا ہے۔

میں ان تمام احباب کا جن کی کتابوں سے میں نے اس کتاب کی تیاری میں استفادہ کیا ہے اور جنہوں نے مجھے تصاویر فراہم کی ہیں کا بے حد ممنون ہوں۔

نوٹ: اشاریہ کی تیاری میں کئی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ہے اگرچہ کہ اس بات کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے کہ اغلاط نہ ہوں تاہم کہیں کہیں غلطی کا احتمال باقی ہے لہٰذا درخواست ہے کہ اگر کہیں سہو ہو تو اس کی اطلاع ناچیز کو دی جائے تا کہ آئندہ اس غلطی کو دور کیا جاسکے۔ کتاب میں حواشی، اشاریہ اور کتابیات ایک قابل قدر اضافہ ہیں۔

مخلص ڈاکٹر شفیع احمد شریف

20/ 05/ 2001

Price Rs. 126/-

Printed at : JK Offset Printers, Jama Masjid, Delhi-6